نگار

جلد ٦٠ (جولائی سنہ ١٩٥١ء) شمار ١

ہندوستان و پاکستان

قیمت فی کاپی Rs. 1/12/-

ایجنڈوں سے Rs. 1/4/-

ضروری اعلان

داہنی طرف صلیبی نشان علامت ہے اس بات کی کہ آپ کا چندہ اس مہینے ختم ہو گیا

جدید قواعد ڈاک کی رو سے اب ہر وی پی میں ڈیڑھ آنہ زیادہ ادا کرنا پڑتا ہے، اس لئے نگار کا وی، پی اب چھ روپیہ چھ آنہ میں روانہ ہوگا - چندہ ذریعہ منی آرڈر بھیجنے میں آپ کو ۶؍ کی بچت ہو گی،

پاکستان کے خریدار ایجنٹ صاحبان اپنا مطالبہ ذیل کے کسی پتہ پر ذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر مطلع کریں - کتابوں کی خریداری بھی اسی طرح ہو سکتی ہے:

(۱) ڈاکٹر ضیاء عباس ہاشمی ۲۲۲ - پیر الٰہی بخش کالونی - کراچی

(۲) حکیم اقبال حسن صاحب متصل دربار داتا گنج بخش - لاہور

نگار کا آیندہ سالنامہ کیا ہو؟

اس سے قبل ہم نے اعلان کیا تھا کہ آیندہ سالنامہ پروفیسر شوکت سبزواری کی کتاب "اُردو کی لسانی تاریخ" کے لئے وقف ہوگا لیکن اس دوران میں مولانا حسرت موہانی کی وفات نے ہمیں یہ سوچنے پر بھی مجبور کر دیا ہے کہ آیندہ سالنامہ کیوں نہ حسرت کے لئے مخصوص ہو

اگر کثرت رائے سے "حسرت نمبر" ہی شایع کرنا قرار پایا تو اس کا غالب حصہ خود حسرت مرحوم کے ان مقالات پر مشتمل ہوگا جو انھوں نے شعر و ادب کی خدمت کے سلسلہ میں اس وقت تک تحریر فرمائے ہیں۔ اور جو اُردوئے معلّٰی کے فایلوں اور مرحوم کے دیگر تالیفات سے لئے جائیں گے

از راہ کرم اولین فرصت میں اپنی رائے سے مطلع فرمایئے تاکہ آیندہ مہینے سے سالنامہ کی طیاری شروع کر دی جائے۔

منیجر نگار لکھنؤ

۵۵ سال کے بعد

مسعود جاوید۔ بی۔ اے

فرصت از کف مدہ و وقت غنیمت پندار
نیست گر صبحِ بہارے شبِ ماہے دریاب

(غالب)

پیش لفظ

اہلِ نظر کا فیصلہ ہے کہ سب سے بہتر شعر وہ ہے جسکی داد صرف خاموشی سے دیجا سکتی ہو "خاموشی، از ثنائے تو حدِ ثنائے تست" کی تخلیق کا باعث بھی یہی خیال ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات صرف شعر پر منحصر نہیں، ہر وہ چیز جو ہم کو بہت زیادہ متاثر کرتی ہو اس کا اعتراف خاموشی ہی سے ہو سکتا ہے - ادب میں اشارہ و کنایہ بھی اسی لئے زیادہ مقبول ہے کہ وہ بھی خاموشی سے قریب تر ہے - اور - غالب کو بھی جس چیز نے متاثر کیا وہ وہی نگاہ تھی "جو بظاہر نگاہ سے کم تھی" اسی لئے اس کتاب کو پیش کرتے ہوئے میں بھی صرف سکوت سے کام لینا مناسب سمجھتا ہوں - کیونکہ اس باب میں اپنے تاثرات نہ چند الفاظ میں ظاہر کر سکتا ہوں اور اگر ایسا ممکن ہو تو بھی میں اسے الفاظ کا صرف بیجا سمجھتا ہوں کیونکہ بغیر میرے کہے ہوئے ہر شخص وہی کہے گا جو میں کہہ سکتا ہوں

لیکن جناب مسعود جاوید کے متعلق البتہ میں اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ پڈسن کی اس کتاب کو انھوں نے جس خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے، اسکا تعلق اصل کتاب سے زیادہ خود ان کے ذوق سے ہے - چنانچہ اگر میں یہ کہوں کہ اس کتاب میں ایک معقول حصہ خالص انھیں کے دماغ کا نتیجہ ہے جس کا اصل کتاب سے کوئی تعلق نہیں، تو شاید آپ کو یقین نہ آئے گا، حالانکہ حقیقت یہی ہے

مسعود جاوید کے نام سے لوگ بالکل ناآشنا نہ ہوں گے، ان کے مختصر فسانے

اور تنقیدی خاکے رسایل میں شایع ہوتے رہے ہیں اور ان کے مضامین کے دو مجموعے بھی مکتبۂ دانش لاہور سے عرصہ ہوا شایع ہو چکے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ مسعود جاوید اپنے لئے پبلک سے زیادہ "ناقدرشناس" واقع ہوئے ہیں۔ جس کو میں انکی "خلوت پسند فطرت" کا نتیجہ سمجھتا ہوں

ادب کی ایک مخصوص صنف ہے جسے Essay writing کہتے ہیں اور یہ چیز اُردو میں ہم کو بہت کم نظر آتی ہے، ہمارے ادیبوں اور انشاپردازوں نے زیادہ توجہ فسانہ نگاری پر صرف کی اور اس مخصوص صنف ادب نظرانداز کر دیا۔ حالانکہ ادب کے ساتھ فلسفہ، تنقید اور مزاح کا صحیح امتزاج اسی کے ذریعہ سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب مسعود جاوید کا دماغ اس مخصوص صنف ادب کے لئے حد درجہ موزوں واقع ہوا ہے اور اگر انھوں نے مستقلاً اس کو اپنا فن بنا لیا تو وہ اس رنگ میں اپنی انفرادیت بہت جلد قایم کر سکیں گے

اس تصنیف کی کامیابی کا سبب بھی یہی ہے کہ اس کا انداز بالکل Essay writing کا سا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ آیندہ ان کے جو مقالات نگار میں شایع ہوں گے ان میں ان کا یہ مخصوص رنگ بہت زیادہ کھلا ہوا نظر آئے گا۔

اس کتاب کی افادیت کے متعلق میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ اس کے پڑھنے کے بعد بھی اگر کسی میں اس پر عمل کرنے کا حوصلہ پیدا نہ ہوا، تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ مر چکا ہے اور جو مر چکا ہے اس سے مجھے "پڈگن" مسعود جاوید یا کسی اور کو کیا شکایت ہو سکتی ہے

نیاز

تعارف

"۵۵ سال کے بعد"۔

یہ تصنیف آج سے ایک صدی قبل "ہذیان" کے نام سے شایع کی جاتی۔

یہ تصنیف آج سے ایک صدی بعد "انقلاب" کے نام سے شایع کی جائے گی۔

میں آپ کے اعتماد و فیصلہ کو قبل از مطالعہ متاثر کرنا نہیں چاہتا۔ آیندہ صفحات میں ہر گام پر آپ کو خود ہی محسوس ہو جائے گا کہ اس تصنیف کو اپنا مفہوم خود ہی سمجھانے کی کس قدر بیباک جرأت حاصل ہے

بایں ہمہ چند امور کا اظہار ضروری محسوس کرتا ہوں۔

یہ کتاب دراصل والٹر بی۔ پٹکن کی تصنیف "بہترین سال" (The Best Years) سے ترجمہ و حذف و اضافہ کے بعد مرتب کی گئی ہے۔ اسلوب بیان میں "قوت متحرک" کا انداز بھی اصل تصنیف ہی کا عکس ہے۔ کسی اور انداز نگارش میں اس عنوان پر ایسی تصنیف پیش کرنا صرف بیکار ہی نہیں بلکہ محال بھی ہوتا۔ اس لئے میری کوشش اس کی ترتیب و تالیف میں یہی رہی کہ کتاب کو مشرقی ذوق و ماحول کے مطابق بنانے کے لئے ضروری تغیر و تبدل کے ساتھ ساتھ اصل کا لب و لہجہ پوری قوت و مسرت کے ساتھ اردو میں منتقل ہو جائے۔

تصنیف کے اصل موضوع پر تو خود اس تصنیف سے زیادہ کوئی اور کیا کہہ سکتا

ہے لیکن اس کے متوازی خطوط پر کچھ دور میں آپ کے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔ آیندہ صفحات میں جو پیغام حیات پیش کیا جا رہا ہے اس کی ہر سطر میں آپ کو اپنے ایک سب سے زیادہ راسخ و قدیم مگر سب سے زیادہ باطل عقیدے پر زبردست ضربات کی دھمک محسوس ہوگی۔ کیا آپ اپنے اس ذہنی آپریشن کے لئے طیار ہیں؟

آپ اور ہم سب جانتے ہیں کہ تمام نسل انسانی چند متعین و مترتب اقدار کے سہارے جی رہی ہے۔ ورڈس ورتھ نے "تحسین۔ امید اور محبت" کو سہ گانہ اساس حیات قرار دیتے ہوئے اسی وجہ سے "تحسین" کو اولیت دی ہے۔ سادہ الفاظ میں اسکا مفہوم صرف یہی ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی انسان ایک متعین پیمانۂ اقدار کے بغیر زندگی کو بامقصد طور پر بسر نہیں کر سکتا۔ زندگی کی قدروں کا یہ پیمانہ ہم اپنے واسطے خود ہی بناتے ہیں ممکن ہے کہ آپ کا پیمانۂ اقدار میرے پیمانے سے مختلف ہو۔ آپ جس چیز کو اپنی فہرست اقدار میں پست ترین جگہ دے رہے ہیں میں اُسے بلند ترین مقام کا مستحق سمجھتا ہوں۔ لیکن چونکہ ہم سب انسان ہیں اور اختلافات ذوق و نظر کے باوجود ہم سب میں انسان ہونے کی خصوصیت مشترک ہے اس لئے ہم سب کے اقدار حیات میں بھی اختلافات کے پہلو بہ پہلو ایک بہت بڑا حصہ مشترک قدروں کا پایا جانا لازم ہے۔ زندگی کی ان قدروں ہی پر انفرادی و اجتماعی حیات کے تمام امکانات کا انحصار ہے۔ یہی وہ تقدیریں ہیں جو آسمان کے ستاروں کی خلوتوں میں نہیں بلکہ آدم خاکی کے ذہنی عجائب خانوں میں بنتی اور بگڑتی رہتی ہیں۔ ہم کیا ہیں اور کیا بن سکتے ہیں یہ منحصر ہے اس حقیقت پر کہ ہماری زندگی کی قدروں کی بنیاد کتنی مستحکم، ان کی ساخت کتنی پائیدار اور ان کی تشکیل و تخلیق میں صرف اوہام و جذبات سے کس قدر کم کام لیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ ہم نے اپنے پیمانۂ اقدار میں کونسی قدروں کو کونسا مقام دیا ہے۔

اقدار حیات کی اس زبردست اہمیت کے مدنظر کیا آپ کا اور میرا یہ فرض نہیں کہ

اپنی زندگی کی مسرت و کامرانی کے لئے ہم ہر گزر جانے والے دور کے ساتھ اپنی متعین قدروں پر نظر ثانی کریں اور غور کریں کہ علوم و فنون کی حیرتناک ترقی اشیاء کے قدیم تصورات میں جو انقلابات پیدا کر دئے ہیں ان کے مدنظر ہماری قدروں میں ترمیم و اصلاح کی گنجائش کہانتک پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ زندگی کی مادی سطح پر تغیرات جسقدر سرعت سے پیدا ہوتے ہیں عقاید و تصورات کی گہرائیوں میں ان کی رفتار عموماً اتنی ہی سست و جرأت آزما ہوتی ہے. وقت جو مکانی حدود میں صدیوں پہلے مر چکا ایک بڑی حد تک ذہنی شفاخانوں میں ہنوز زیر علاج ہے۔ بیسویں صدی میں سانس لینے والے بہت سے انسان ابھی تک دسویں صدی کے کنارے کھڑے سوچ رہے ہیں۔ لیکن اس کیفیت کو بہ یک وقت دو متضاد سمتوں میں جینے کی سعی لاحاصل ہی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس کوشش میں زندگی کسی سمت بھی نہ بڑھ سکے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ زندگی کے کسی جمود آفریں دور میں پہونچ گئے ہیں بلکہ سبب یہ ہے کہ علوم جدیدہ کی برکات نے جو امکانات آپ کے واسطے پیدا کئے ہیں آپ ان کو چند قدیم اقدار کے احترام میں درخور اعتناء نہیں سمجھتے۔

زندگی اپنی قدروں کی تخلیق و تشکیل متنوع طریقوں سے کرتی ہے۔ ان میں سے کچھ طریقے خطرناک۔ کچھ طریقے انتہائی دشوار اور بہت سے طریقے سطحی اور قلیل ترین مزاحمت کے خطوط کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خالص مذہبی معتقدات سے قطع نظر بیشتر تصورات اور اقدار کو نوعیت تخلیق کے لحاظ سے تین ٹکڑوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اول وہ اقدار جو انتقال روایت کا نتیجہ ہیں۔ دوسرے وہ جو اشیاء کے باہمی تضاد و مماثلت کے سطحی تقابل کی پیداوار ہیں اور تیسرے وہ جو ٹھوس علمی و اجتہادی فکر کی مخلوق ہیں۔ پھر چونکہ ان میں سے پہلے قسم کے اقدار خود دوسروں کے عمل مشاہدہ و تقابل یا علمی فکر ہی کا نتیجہ ہو سکتے ہیں اور علمی و اجتہادی فکر کی صحیح اہلیت ہر ننٹو انسانوں میں سے بمشکل ایک انسان کو نصیب ہوتی ہے اس لئے انسانوں کے مشترک تعداد زندگی میں اکثریت ان قدروں کی پائی جاتی ہے جو

محسوسات کے باہمی تضاد و مماثلت کے سطحی مشاہدہ و تقابل سے خود بخود تقریباً غیر شعوری طور پر پیدا ہوتی رہتی ہیں - ایسی قدروں کو میں سہولت کے لئے "اقدار تقابل" کی اصطلاح دوں گا - ظاہر ہے کہ ان قدروں کو پیدا کرنے میں ایک طرف تو ذہن کو کم سے کم دقت و محنت سے کام لینا ہوتا ہے اور دوسری طرف ایک فطری قسم کی دلچسپی بھی محسوس ہوتی ہے کیونکہ اشیاء کے تضاد اور مماثلت کا مقابلہ فطری طور پر انسانی ذہن کا ایک پر لطف شغل ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ "اقدار تقابل" اگرچہ سب سے کم پائیدار اور سب سے کم جاندار ہوتے ہیں لیکن انسان ان کو سب سے زیادہ عجلت و آمادگی سے قبول کر لیتا ہے اور سب سے زیادہ دیر میں ان کے ترک پر طیار ہوتا ہے - یہ عمل قطعی فطری و معصوم سہی لیکن فطرت کی بعض انتہائی معصوم "معصومیت" بلند تر انسانیت کیلئے انتہائی خطرناک و خطا کار انہ بھی ثابت ہو سکتی ہے - چیزوں کو اچھا یا برا اور اعلیٰ و ادنیٰ سمجھ لینا اسلئے کہ وہ کسی اچھی یا بری اور اعلیٰ و ادنیٰ قرار دی ہوئی شے سے ظاہری اختلافات یا مشابہت رکھتی ہیں قدروں کے متعین کرنے کا ایک ایسا انداز ہے جو انسان کو ایک بالکل ٹھوس حقیقت تک بھی لیجا سکتا ہے اور ایک تباہ کن تنزل تک بھی - زندگی کی ہر روش پر ایسے ہی بہت سے تصورات لاتعداد انسانوں کو ہاتھ پکڑے کسی نامعلوم سمت لئے جا رہے ہیں -

—— اور عہد شیب کا قدیم خوفناک تصور ان میں سب سے زیادہ مہلک ہے -

بے شمار انسانی زندگیاں اس تصور کی گرفت میں سسک رہی ہیں کہ عہد پیری صرف انتظار مرگ کے لئے عطا ہوتا ہے - اس میں انحطاط ہے - ایک بے کیف و خشک جمود ہے - بیچارگی و معذوری ہے - مصیبت ہی مصیبت - تاریکی ہی تاریکی -

محض اس لئے کہ بڑھاپے کی حدیں ایک سمت موت سے ملی ہوئی ہیں اس کے تصور و تخئیل کو کچھ ایسی چیزوں کے تصورات کے ساتھ خلط ملط کر کے وابستہ کر دیا گیا ہے - جو خشک ہیں - بے کیف ہیں اور فسردگی و انحطاط کی نمایندگی کرتی ہیں، چنانچہ

عہد پیری کا نام سنتے ہی ہمارے ذہنی پس منظر پہ بے اختیار "صبح خزاں"، "شام غم"، "نقش فرسودہ"، "غنچہ پژمردہ"۔ جیسی بہت سی چیزوں کا تخیل محیط ہونے لگتا ہے کیونکہ ہم نے انھیں کے ذریعہ اس دور کے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ نظری مماثلت و تضاد کے تقابل کی مدد سے اشیاء کا تصور متعین کرنے کی یہ بدترین مثال ہے۔ اس معصوم و مہلک انداز فکر نے عہد شیب کو ہماری فہرست اقدار میں ایک ایسا مقام دیدیا ہے جو نہایت پست ہے اور جس سے پست تر مقام صرف موت یا تباہی کو ہی دیا جا سکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر دس انسانوں میں سے کم سے کم نو انسان اپنی عمر کے بہترین حصّہ کو بدترین بنا کر بسر کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

اجتماعی خودکشی کی اس سے زیادہ بھیانک مثال شاید نہ مل سکے۔

اور اس عظیم تباہی سے نسل انسانی کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ کتاب سب سے پہلی علمی و انقلابی کوشش ہے۔

مسعود جاوید

انقلاب کی گرج

کیسا عجیب منظر ہے!

مشرق و مغرب، شمال و جنوب — چاروں طرف سے گرجتے چمکتے بادل ایک ساتھ امنڈتے آرہے ہیں — زندگی کی شاہراہ دھوپ چھاؤں سے کھیلتی ہوئی دور اُفق تک لہراتی چلی گئی ہے - وہ سامنے — "۵۵ برس" کا سنگِ میل دھندلا دھندلا نظر آرہا ہے! — اور اس کے قریب — انسانوں کا ایک کارواں!!

ان کے جسم پسینے سے شرابور ہیں، ان کے دماغ خستگی سے بوجھل ہیں، روٹی اور سکوں سے لدی ہوئی خوبصورت مگر وزنی گاڑیوں کو کھینچتے ہوئے یہ لوگ بڑھے جارہے ہیں ہر قدم پر رُکتے ہیں اور بوجھ میں اضافہ کرلیتے ہیں -

ان کے لئے پیغام لایا ہوں میں! - ان کو پکارنا ہے مجھے!

زندگی کی ۵۵ کامیاب منزلیں عبور کرنے والے محترم انسانو — اِدھر دیکھئے! —

میری آواز سُن رہے ہیں آپ؟ -

میں کچھ کہہ رہا ہوں آپ سے!

ایک عجیب خبر لیکر آیا ہوں میں آپ کے لئے — اس قدر عجیب ہے یہ خبر کہ اخباروں کے صفحات پر آہی نہیں سکتی - اخبار صرف واقعات کی اطلاع دیتے ہیں، میری خبر کوئی واقعہ نہیں - میری خبر ایک احساس ہے، ایک شعور ہے — وقت کی رفتار اور

زندگی کے رجحان کا ایک احساس — یہ خبر مجھے مُردہ صدیوں نے ایٹم بم کے دھماکے کی زبانی سنائی تھی — سمجھے آپ؟

سنیئے! — زندگی میں چاروں طرف ایک عجیب نئی سی بات چپکے چپکے پیدا ہوتی جارہی ہے۔ آسمانوں میں خاموش ستارے دبے پاؤں راستے بدل رہے ہیں۔ زمین کے ذرّے اس سے بھی کہیں زیادہ تیزی سے ایک نئی زمین بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ صدیاں مر رہی ہیں۔ صدیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

کچھ معلوم ہے آپ کو کہ آپ کے آگے پیچھے دونوں طرف پوری دنیا بدل چکی ہے۔ "۵۵ سال" کا سنگ میل تو وہ سامنے نظر آرہا ہے آپ کو — اس کے اُس پار جو کچھ کبھی تھا وہ — اب کچھ نہیں رہا۔

۵۵ سال کے بعد؟

موت؟

شاید!

بوڑھاپا؟ — انحطاط؟ — تاریکی؟

نہیں! — نہیں! — یہ کچھ نہیں!

آنے کو موت کب نہیں آسکتی — بچپن میں — جوانی میں — جوانی کے بعد — عمر کے دس برس بعد — ۲۵ برس بعد — ۵۵ برس بعد — موت کا دروازہ ہر منزل پر کھلا ہے — زندگی ایک قانون ہے — موت ایک حادثہ — قانون ہر حادثہ کو نہیں روک سکتا۔

لیکن بوڑھاپا — انحطاط — تاریکی؟؟؟

اب ۵۵ سال کے بعد ان کا کوئی وجود نہیں رہا۔ زندگی کے شاہراہ پر سنگ میل ۵۵ کے بعد سے آپ کے سفر کا بہترین حصہ شروع ہو چکا ہے۔ میں اس کو زندگی

کا "بہترین سال" کہتا ہوں۔

ہندسوں نے آپ کو اتنا بڑا دھوکا کہیں نہیں دیا جتنا کہ سال گرہوں کی گنتی میں۔ "یہ گنتی جس قدر بڑھتی جاتی ہے بوڑھاپا قریب آتا جاتا ہے"۔۔ علم حساب کا سب سے بڑا مغالطہ ہے یہ!۔ کاش انسان اپنی عمر کا شمار ..اکے ہندسے سے اُلٹی طرف کرتا!!

عمر کی نصف صدی تک جو زندگی آپ بسر کرتے آئے ہیں وہ آپ کی نہیں تھی۔ دوسروں کی تھی۔ پیچھے مڑ کر دیکھئے!۔ وہ بہت دور کہرے کے دھندلکے میں "۵۰ سال" کا جو سنگ میل جھلک رہا ہے بس اسی مقام سے آپ کی زندگی کی نئی سرحدیں شروع ہو چکی ہیں۔ اب یہ زندگی خود آپ کی زندگی ہے۔ خود اپنی زندگی جینے کی ہمت ہے آپ میں؟۔ تو آیئے!۔ ختم کر دیجئے اب اس پُرانی معاشی جدوجہد کو۔ عمر کے بہترین سال آ رہے ہیں۔ چلئے اُن کا استقبال کریں!

مگر شاید کچھ پس و پیش ہے آپ کو؟

کیا اس لئے کہ آپ کو روٹی اور سکوں کا ڈر ہے؟

کیا اس لئے کہ آپ مصروف ہیں؟

کیا اس لئے کہ آپ ابھی دنیا کو سمجھنا چاہتے ہیں؟

کیا اس لئے کہ آپ کو اپنی صحت سے اطمینان نہیں؟

کیا اس لئے کہ آپ زندگی کے فرائض سے آزاد نہیں؟

مگر یہ سب کچھ تو آپ کو حاصل ہے!

جانتے ہیں آپ کہ دُنیا بھر کے بنکوں میں جمع کی ہوئی دولت نصف سے بھی زیادہ صرف اُن لوگوں کی ملکیت ہے جن کی عمر ۵۰ سال سے آگے بڑھ چکی ہے؟ معلوم ہو آپ کو کہ دنیا میں اپنے جائز حصہ سے کہیں زیادہ مشقت آپ کر چکے ہیں اور اب اس سے زیادہ مصروفیت اپنے لئے خودکشی اور دوسروں کے لئے حق تلفی ہوگی؟۔۔ رہا دُنیا کو

سمجھنا سیکھنا تو کیا آپ نے اب تک اتنا بھی نہیں سمجھا کہ معاشی زندگی کے ہنگامہ میں دنیا کو کوئی بھی آج تک سمجھ اور سیکھ نہیں سکا؟ — صحت میں بھی آپ محتاج نہیں۔ روٹی اور سکوں کی بھاری بھرکم گاڑی کو کھینچنے والے جسم کا دماغ کبھی اپاہج نہیں ہو سکتا — اور آزادی؟ — آزادی تو ۵۰ سالہ خوش نصیب انسانوں سے زیادہ اور کسی بھی حیوان کو میسّر نہیں۔ آپ کا خاندان جوان ہو کر اپنے اپنے زندگی کے راستوں پر اطمینان سے رواں دواں ہے — اور آپ آزاد

تو پھر آیئے! — زندگی کے "بہترین سال" آپ کے منتظر ہیں

آپ طیار ہیں؟ — معاشی مشقت! ... خدا حافظ!! — رخصت!!

مگر ٹھہرئیے! — پورا پیغام تو سنا ہی نہیں آپ نے

معاشی جدوجہد کی زندگی کو چھوڑ دینے کے بعد کیا کریں گے آپ؟؟ — یقیناً وہی جو آپ نے اپنے سے پیشتر دوسروں کو کرتے دیکھا ہے۔ کاروباری زندگی سے دست بردار ہونے والے بوڑھے انسانوں کو آپ نے اپنے بچپن میں دیکھا ہے۔ جوانی میں دیکھا ہے۔ دیکھا ہے۔ سنا ہے۔ سمجھا ہے۔ اس لئے زندگی کی "آخری بہاروں" کے متعلق آپ کے خیالات بالکل قدیم و فرسودہ ہیں۔ یہ خیالات آپ نے شاید چالیس۔ پچاس یا ساٹھ برس پہلے سیکھے تھے۔ یہ خیالات مردہ ہیں۔ مُردے زندگی نہیں دے سکتے۔ ان سب خیالات کو عمر کے پچاسویں سنگ میل کی جڑ میں دفن کر دیجئے۔ اس قدر ہمت رکھتے ہیں آپ؟؟

اچھا تو اس کتاب کو پڑھئے جو میرا پیغام ہے

جب اور اب

دُنیا میں اپنی نوعیت کی یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو زندگی کے پانچویں اور آخری دور پر لکھی گئی ہے

اس کی بکھری ہوئی سطور میں دیکھنے والوں کو وہ راہیں نظر آئیں گی جو نئی دنیاؤں کی طرف جاتی ہیں۔ ان پر گامزن ہونے کے بعد لوگوں پر صدیوں کا چھپا ہوا یہ راز ظاہر ہو جائے گا کہ زندگی کے چوتھے دور کو عبور کر کے پانچویں دور میں کیسے داخل ہونا چاہئے اور عمر کے آخری ایام کیونکر "بہترین سال" بن سکتے ہیں

زندگی کا سب سے پہلا دور ہے زندہ وجود کی شکل اختیار کرنا۔ دوسرا دور ہے نشو و نما پانا۔ تیسرا دور ہے نسل پیدا کرنا۔ چوتھا دور ہے معاشی جد و جہد کرنا۔ اور پانچواں دور ہے خود اپنی زندگی جینا۔ ان میں سے پہلے چار حصوں پر تو انسانوں نے بہت کچھ سوچا اور سمجھا ہے لیکن پانچویں دور پر ان کی نظریں ابھی تک نہیں پڑیں۔ کیوں؟

اس کا جواب آپ کو یہ کتاب دے گی۔ یہ جواب دلچسپ بھی ہے اور ذہن کو وسیع کرنے والا بھی —— اور کچھ ایسے پیغامات بھی اس میں شامل ہیں کہ آپ ان کو سن کر چونک پڑیں گے

زمین کے سینے پر اپنے قدم جمانے کی جد و جہد متعدد صدیوں سے انسان کر رہا ہے۔ اس طویل کشمکش میں آج پہلی بار یہ موقع نظر آیا ہے کہ لاکھوں انسان خود اپنی زندگی

جی سکیں۔ ایک دو دن کی زندگی نہیں ۔ برسوں کی زندگی ۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی کوئی بھی کتاب آج سے پہلے لکھی ہی نہیں جا سکتی تھی۔ اور اگر لکھی جاتی تو اس کا مصنف کسی پاگل خانہ میں نظر آتا! ۔ انسانوں نے دُنیا کی بہت ہی کم چیزوں پر قابو حاصل کیا تھا۔ سب سے کم قابو انھیں خود اپنے اوپر حاصل ہو سکا تھا۔ وہ واقعات کو نہیں بناتے تھے۔ واقعات ان کو بناتے تھے۔ جوف حمل میں انسانی لوتھڑا ۔ کپڑے کی تہوں میں لپٹا ہوا شیر خوار بچہ ۔ اُچھلتا کودتا لڑکا ۔ ہانپتا ہوا نوجوان ۔ جذبات سے لدی ہوئی لڑکی ۔ عرق ریز کسان ۔ اس کی تھکی ہوئی بیوی ۔ پریشان تاجر ۔ مصروف کلرک ۔ گٹھیا کا مریض جج ۔ شراب خوار بادشاہ ۔ یہ سب کے سب ہر حالت میں کروروں جراثیم کا شکار رہتے تھے۔ جراثیم کی لوٹ مار سے جو کچھ زندگی بچ جاتی تھی اُسے حماقت کھا جاتی تھی۔ اس لئے زندگی میں جو منزل درمیانی منزل ہونی چاہئے تھی وہ آخری منزل بن گئی تھی۔ عام انسانوں کی زندگی کے پانچ حصے نہیں تھے۔ صرف چار دور تھے ۔ ان کے بعد اچانک موت !

اس کے علاوہ معاشی جد و جہد مرد عورت کو بہت پہلے ختم کر دیتی تھی کیونکہ اعصاب کے علاوہ اُن کے پاس اور کوئی طاقت نہ تھی۔ اُنھوں نے فطرت کی قوتوں کو اپنا غلام بنا لینا پوری طرح نہیں سیکھا تھا۔ ابتدا اچھی خاصی ہو چکی تھی مگر صرف اتنا ہی کافی نہ تھا۔ مزدور اب بھی پچاس برس کی عمر تک خوب اچھے جسم کو چور چور کرتا تھا۔ کان کھودنے والے لوگ ۳۵ برس میں ختم ہوتے جاتے تھے ۔ ملاح چالیس برس کے قریب۔ لمبی زندگی صرف ان کی تھی جو اپنے جسم کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ پروفیسر، وزراء اور جج تھے زندگی کے پانچویں دور کو حال ہی میں ایک طویل اور امید افزا مدت مل سکی ہے۔ اس لئے اس کے نئے نئے مسائل پر کتابیں لکھنے کا وقت آج ہی آیا ہے۔ صدیوں کے کہرے میں لپٹا ہوا زندگی کا یہ میدان اپنے تحقیق کرنے والوں کی راہ دیکھ رہا ہے۔ اس کے ہر

گوشے میں حیرت چھپی پڑی ہے۔ عجائبات سے لبریز ہے اس کا دامن ـــــ مگر ضرورت ہے ہمت کی اور ہمت سے بھی زیادہ اس احساس کی کہ انسانوں کو اپنی زندگی کو نئے سرے سے ترتیب دینا ہے۔ جو لوگ ہمیشہ ۲۱ برس کے رہنا چاہتے ہیں اُن کو جرأت و ہمت میں اپنے سن و سال سے آگے بڑھنا ہوگا۔ جن لوگوں کو یہ یقین ہے کہ ایٹم بم نے ہر قدیم چیز کو ختم کر دیا ہے ان کو ہر چیز از سر نو شروع کرنی ہوگی۔ زندگی کے "بہترین سال" ابتدائی ۲۱ برس میں نہیں آتے۔ زندگی اس سے آگے بھی بہت باقی ہے۔ دنیا کل رات ہی ختم نہیں ہو جائے گی !!

"بہترین سال" زندگی میں پچاسویں سالگرہ کے بعد آتے ہیں ــ "بہترین" پست ترین مفہوم میں نہیں بلکہ بلند ترین معنی میں ـــ بدقسمت ہے وہ انسان جو صرف بدترین قسم کے "بہترین" کو ہی جانتا ہے۔ سمجھ لیجئے کہ وہ ابھی تک طفولیت کی قید میں ہے۔ خواہ وہ کسی جمہوریت کا صدر اور چالیس برس کا پختہ کار انسان ہی کیوں نہ ہو وہ ابھی ایک بچّہ ہے۔ اس کا انتظار وہی قسمت کر رہی ہے جو اس قسم کے دوسرے لوگوں کے حصّے میں آیا کرتی ہے۔ جمہوریت کی صدارت سے سبک دوش ہونے کے وقت ہی وہ چشم زدن میں "سب کچھ" سے "کچھ نہیں" بن جائے گا۔ ایک بچّہ کی طرح وہ بھی خود اپنی زندگی نہ جی سکے گا اور اس لئے جینا بند کر دے گا۔

بہت سے محنتی لوگ نصف صدی تک غلاموں کی طرح کام کرتے ہیں۔ بینک یا کاروبار میں سرمایہ کے انبار لگاتے ہیں۔ اپنے عالیشان مکانات میں نئے نئے حصے خاص تفریح و دلچسپی اور مہمانداری کے لئے تعمیر کراتے ہیں ـــ اور یہ سب کچھ محض اس امید میں کیا جاتا ہے کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ جب وہ اپنی کاروباری مشین کو بند کر کے گھر واپس آ جائیں گے اور باقی عمر زندگی کا لطف حاصل کریں گے۔ لیکن افسوس ! ـــ ان فریب خوردہ انسانوں میں سے بیشتر ایسے بدقسمت ثابت

ہوتے ہیں کہ اپنے جدید محلات کے پلاستر سے پہلے ہی خشک ہو جاتے ہیں۔ ایوانوں کی تزئین ختم ہونے نہیں پاتی کہ وہ خود ختم ہو جاتے ہیں

ایسے لوگ بہت سی غلطیاں کرتے ہیں۔ انھوں نے زندہ رہنے کے فن کو غلط سمجھا ہے۔ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں کیونکہ انھوں نے ایک ایسی دُنیا میں نشو و نما پائی ہے جو زندگی کے پانچویں دور کو نہیں سمجھتی تھی۔ یہ لوگ جتنی زیادہ عمر والے ہوتے ہیں اتنا ہی کم سمجھتے ہیں۔ ان کی عمر جتنی کم ہوگی اس کتاب کے صفحات انکو اتنے ہی آسان نظر آئیں گے۔ لیکن اس اصول کے کچھ استثنیٰ بھی ہیں کیونکہ ایسے بوڑھے لوگ بھی ہمیں ملتے ہیں جو خوش قسمتی سے برسوں تک خود اپنی زندگی جی سکے اور ایسے نوجوان بھی کافی نظر آتے ہیں جن کو "جوانی کے مذہب" نے احمق بنا دیا اور جو اس فریب میں آگئے کہ بہترین زندگی ہمیشہ ۲۱ برس کی ہوتی ہے

کیا آپ بوڑھے ہیں اور اپنی لکیر کے فقیر؟ — کیا آپ میں سیکھنے کی اہلیت نہیں رہی اب؟ — اگر ایسا ہے تو یہ کتاب آپ کے واسطے نہیں!

کیا آپ نوجوان ہیں اور اپنی لکیر کے فقیر؟ — کیا آپ کو یقین ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں زندگی کے باغ کے پھول ہیں اور اسکول کے بعد کی زندگی نام ہے صرف ایک ایسے سست رفتار اور تاریک سفر کا جو بلندی سے نشیب کی طرف لیجاتا ہے اور مٹی اور راکھ میں ختم ہوتا ہے؟ — اگر ایسا ہے تو آپ بھی اس کتاب کو بند کر دیجئے!!

اگر آپ میں اتنی سمجھ ہے کہ آپ زندگی کی برسات ایک محفوظ چھت یا ایک عمدہ چھتری کے نیچے گزارنا چاہتے ہیں اور زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں تو آپ ایک کامیاب معاشی زندگی میں خود کو قایم کر دینے کے بعد اپنی عمر میں بڑی آسانی سے ۲۰ برس سے ۴۰ برس تک کی مسرور زندگی کا اضافہ کر سکتے ہیں

اگر آپ اس قسم کے انسان ہیں تو آپ جس قدر نوعمر ہوں گے اتنا ہی بہتر ہے۔

میری خواہش تھی کہ میں اس کتاب کو چھ برس سے چودہ برس تک کی عمر والوں کے لئے لکھتا، لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں بچّوں کے لئے دلچسپ کتابیں لکھنے کا فن نہیں جانتا ایک دن آئے گا جب کوئی مجھ سے زیادہ قابل انسان بچّوں کو وہ سبق پڑھا سکے گا جو اس کتاب میں موجود ہیں - ایسا ہو جائے تو اسی وقت ہم سب انسان "حیات عظیم" کے راستے پر روانہ ہو سکیں گے - کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے پانچویں دور کا فن دوسرے دور میں شروع ہوتا ہے - جس قدر جلد ممکن ہو کم عمر والوں کو زیادہ سے زیادہ عمر والوں کی زندگی کا فن لازمی طور پر سمجھ لینا چاہئے - کمسن انسانوں کے لئے اشد ضروری ہے کہ اپنی پوری زندگی کا تصور صحیح طور پر کر لیں - ان کو اس مغالطہ میں ہرگز مبتلا نہ ہونا چاہئے کہ زندگی کی انتہائی بلندی "پہلی محبت" - "پہلا بچہ" یا "پہلی ملازمت" ہے - یہ سب کچھ تو محض بے ربط واقعات ہیں ایک ایسے افسانہ کے جو ابھی لکھا نہیں گیا

بن فرینک لن کی دانشمندی یقیناً حقیقت کی تہ کو پہونچ گئی ہے جبکہ وہ کہتا ہے — "ایک بوڑھا نوجوان آدمی ایک نوجوان بوڑھا آدمی ثابت ہوتا ہے" - بہت سے لوگ مجھسے کہتے ہیں کہ یہ بات اُن کی سمجھ میں نہیں آتی - میں یہ جواب نہیں دیتا کہ یہ لوگ مجھسے یہ بات کہکر اپنے بچپن کا ثبوت دے رہے ہیں — اور میں ان کو یہ بتانے سے بھی احتراز کرتا ہوں کہ میری یہ کتاب لوگوں کو بغیر بوڑھا ہوئے طویل زندگی تک جینے کا راز سکھاتی ہے - ایسی باتیں ان لوگوں کی سماعت کو کھُلی حماقت محسوس ہوتی ہیں لیکن یقیناً جوناتھن سوفٹ کے خیال میں یہ باتیں حماقت نہیں تھیں کیونکہ سب سے پہلے اسی نے یہ آواز بلند کی کہ — "ہر ایک انسان طویل زندگی کی تمنا رکھتا ہے لیکن بوڑھا ہونا کسی کو پسند نہیں" — انسان کی سب سے قدیم تمنائیں سمٹ کر صرف ان چند الفاظ میں ادا ہوتی آئی ہیں — "کاش! پوری ایک صدی تک جی سکتے!"—

درد و تکلیف سے آزاد — صاف نظر اور تیز سماعت کے ساتھ — اور اپنی کمائی ہوئی روٹی کو خود اپنے دانتوں سے چبانے اور اپنے معدے سے ہضم کرسکنے کے قابل!"

اب ان تمناؤں کے پورا ہونے کا وقت قریب آگیا ہے - آپ بوڑھا ہوئے بغیر ایک طویل زندگی جی سکتے ہیں - لیکن میرے ان الفاظ سے زبردستی وہ معنی پیدا نہ کیجئے جو ان کے اندر موجود نہیں - ان کا مفہوم صرف اتنا ہی سمجھئے جتنا کہ در اصل ہے - آپ کی عمر میں پچاس برس کے بعد والے سال "بہترین سال" بن سکتے ہیں بشرطیکہ دنیا جو کچھ آج آپ کو دے رہی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ فایدہ اُٹھائیں — ایسا کرنے کا طریقہ کیا ہے ؟ — یہی میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں

ناممکن؟؟ ۔ غلط!

چاروں طرف سے اعتراضات کی بوچھار ہو رہی ہے مجھ پر!

اُچکتا پھاندتا ہوا لڑکا۔ پہلی ملازمت پانے والا نوجوان ۔ درمیانی عمر کا نیا نیا لکھ پتی تاجر۔ یہ تینوں ایک ساتھ چلا کر مجھ سے کہتے ہیں "جھوٹے ہو تم! تم کہتے ہو زندگی کے "بہترین سال" پچاسویں سالگرہ کے بعد آتے ہیں؟؟ —— پاگل کہیں کے!"

ان کے بعد پچاس برس کے بوڑھے لوگ آگے بڑھتے ہیں اور مسکرا کر کہتے ہیں۔ "ایک لڑکا آخری زندگی کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟ اس کی سمجھ ابھی کمزور ہے۔ وہ تو صرف ابتدائی چند سال ہی کو جانتا ہے اور وہ بھی ناقص طور پر۔ نوجوان لوگ بھی بھلا کیا جان سکتے ہیں؟ وہ جنسی جذبات سے دیوانہ ہیں اور ساری دنیا کو صرف اولاد پیدا کرنے کا گھر سمجھتے ہیں۔ رہا درمیانی عمر کا تاجر تو وہ بھی بہت کم جانتا ہے۔ اس کا دماغ اس کے کاروبار میں ہے۔ اس کی نظر میں بہترین زندگی بہترین کاروبار کا نام ہے"

ان تمام اعتراضات کے جواب میں میرے پاس صرف ایک سوال ہے۔۔

"بہترین سال —— مگر کس مقصد کے لئے بہترین؟"

کیا کھیل کود اور قوت آزمائی کے لئے؟ —— نہیں!

کیا گانے اور ناچنے کے لئے ؟ ——— نہیں !

کیا بچے پیدا کرنے کے لئے ؟ ——— نہیں !

کیا کاروبار اور ملازمت کے لئے ؟ ——— نہیں !

تو پھر کس لئے ؟

صرف اس کے لئے کہ آپ خود اپنی زندگی جی سکیں — آدھی زندگی یا مانگی ہوئی زندگی نہیں بلکہ خود اپنی ذاتی زندگی — یہ آپ کی اپنی زندگی آخر ہے کیا چیز؟ غالباً آپ نہیں جانتے ۔ سر سے پانی اونچا ہونے سے پہلے ہم میں سے بہت کم لوگ جانتے ہیں — آیئے میں آپ کو بتا دوں —— انسان کی اپنی زندگی وہ زندگی ہے جو اس کے اندر پیدائش سے نو ماہ قبل تک خوابیدہ رہتی ہے — یہ وہ زندگی ہے جس کا ایک حصہ عمر کے ابتدائی دس بارہ برس تک بیدار رہتا ہے ۔لیکن یقیناً انسان کی اپنی زندگی وہ زندگی ہرگز ہرگز نہیں جو وہ ایک اولاد پیدا کرنے والے یا روٹی کمانے والے جانور کی حیثیت سے بسر کرتا ہے ۔بچے پیدا کرنا اور روزی کمانا زندگی نہیں بلکہ زندگی کے کام ہیں ۔ زندگی حرارت ۔طاقت اور روشنی ہے — حرارت جوانی میں — طاقت درمیانی عمر میں اور روشنی پچاس سال کے اُس پار ۔ حرارت عشق اور رومان پیدا کرتی ہے ۔طاقت شان و شہرت چاہتی ہے ۔روشنی چیزوں کو اصلی شکل میں ظاہر کرتی ہے ۔ زندگی میں پہلے حرارت انگیز سال آتے ہیں ۔ اس کے بعد طاقتور سال — اور آخر میں روشن سال —— یہ روشن سال اسی وقت بہترین سال بن سکتے ہیں ، جب آپ ان کی روشنی کو خود اپنے وجود کی گہرائیوں میں ڈال دیں — اس روشنی میں آپ کو یہ معلوم کرنا ہے کہ آپ آخر ہیں کون ؟ — آپ کے وجود کی گہرائیوں سے کونسے فطری و پیدائشی رجحانات اُبل کر اوپر آنا چاہتے ہیں ؟ — آپ کا اصلی وجود بچے پیدا کرنے اور روٹی کمانے کے انبار

کے نیچے دبا پڑا ہے۔ معاش اور اولاد پیدا کرنے کے لئے جو زندگی آپ بسر کرتے آئے ہیں اس میں آپ نے بیشمار عادتیں اختیار کر لی ہیں۔ ان عادتوں کے ڈھیر میں آپ کی فطرت کے حقیقی تقاضے بہت نیچے دبے پڑے ہیں ــــ اور اسی لئے ہم میں سے بیشتر لوگ ان مصنوعی عادتوں کے سہارے جی رہے ہیں۔ یعنی ہماری زندگی ہماری اپنی حقیقی زندگی نہیں بلکہ وہ مصنوعی زندگی ہے جو ہم نے حالات سے مجبور ہو کر بسر کرنا سیکھ لی ہے۔ اس مصنوعی زندگی نے ہماری اپنی زندگی کو ایک ایسے دبیز غلاف کی طرح چھپا لیا ہے کہ ہم خود اب اس تک نہیں پہونچ سکتے ــــ لیکن زمانہ کا انقلاب بتلا رہا ہے کہ ہمیں ایسا کرنا ہی پڑے گا۔ عادتوں کے مہیب ڈھیر کو کھود کر ہمیں اسکی تہ میں سے اپنی حقیقی زندگی کو روشنی میں لانا ہی پڑے گا۔ شاید ہم سے پہلے زمانے کے لوگ ایسا نہ کر سکتے۔ لیکن ہم یقیناً ایسا کر سکتے ہیں۔ جو بات ہمارے آبا و اجداد کے لئے ممکن نہ تھی وہ آج ہمارے لئے ناممکن نہیں

اٹیمی زمانے کا پیغام یہی ہے

نقاب اُٹھنے کے بعد

مجھے اس موجودہ نئے زمانے میں ۷۰ برس کا بوڑھا انسان ہونا منظور ہے لیکن گزشتہ قدیم زمانے میں ایک نوجوان ہونا منظور نہیں۔ مجھے آج بہرا اپاہج ہونا قبول ہے مگر قدیم یونان کا پہلوان ہونا گوارا نہیں — ایٹمی زمانے کی اگرچہ ابھی صرف صبح ہوئی ہے لیکن انھیں چند دنوں میں اس نے انسان کے اتنے زیادہ خوابوں کو پورا کر دیا ہے کہ اس سے قبل کی ہزاروں نسلوں کے زمانے بھی مل کر نہیں کر سکے تھے۔ ان کامیاب خوابوں میں شاید سب سے زیادہ روشن و مسرور خواب یہ ہے کہ انسان اب اپنی پچاسویں سالگرہ کے بعد اس قدر زیادہ مسرت و تفریح۔ اتنی سنسنی خیز زندگی اور اس درجہ بصیرت و تجربات حاصل کر سکے گا کہ اپنی ابتدائی پوری زندگی میں بھی نہیں پا سکا

کیا آپ شاعرانہ مبالغہ سمجھتے ہیں اسے ؟ — مہمل بکواس ؟ ؟ — لیجئے اسکا ثبوت ملاحظہ فرمایئے ! :-

صرف ۱۴ سال قبل ہی کی بات ہے کہ انسان نے یہ خواب دیکھا تھا —— "زندگی ۴۰ برس کی عمر کے بعد شروع ہوتی ہے"۔ زیادہ تر انسانوں کے لئے یہ صرف ایک خواب ہی تھا۔ صرف چند لوگ اسے حقیقت کہتے تھے۔ اندازہ تھا کہ آیندہ چالیس یا پچاس برس کے اندر اندر زیادہ تر لوگ اس قابل ہو جائیں گے کہ چالیسویں سالگرہ

کے بعد زندگی کے "بہترین سال" پاسکیں

لیکن واقعات نے اس اندازہ کو غلط ثابت کر دیا - جو خواب ۴۰ یا ۵۰ برس کے بعد پورا ہونا چاہئے تھا وہ صرف ۱۴ برس کی مدت میں پورا ہو رہا ہے - اب اسکی تفصیل سنئے :-

۱۴ سال قبل ایک نومولود بچہ کی عمر کا تخمینہ ۵۵ برس تھا - لیکن اب ؟ - اب یہ تخمینہ تقریباً ۷۰ برس تک بڑھ گیا ہے - زندگی کا بیمہ کرنے والی کمپنیاں اپنے اصول و قواعد کو بدلنے پر مجبور ہو گئی ہیں - کیسی حیرتناک چیز ہے یہ ! - صرف ۱۴ سال کی مدت میں انسان کی فطری عمر ۱۵ سال زیادہ ہو گئی !!

۱۴ سال قبل مزدور ایک تھکا ماندہ محنتی جانور تھا - کاشتکاری کے ہر دس کاموں میں سے چھ کام ہاتھ سے کئے جاتے تھے - معمار ٹھیک اسی طرح مکانات بنا رہے تھے جس طرح ان کے قدیم آبا و اجداد نے شہر روم کو بنایا تھا - بڑھئی لوگ بالکل اسی طرح لکڑی کے تختے چیرتے اور کیلیں گاڑتے تھے جیسے ہزاروں سال پیشتر ان کے بھائی بند کرتے تھے - ہر پانچ کارخانوں میں سے صرف ایک کارخانہ ایسا تھا جس میں انسانی محنت بچانے کے بہترین طریقوں پر پوری طرح کام کیا جاتا تھا - رہی اور باقی دنیا تو واقعہ یہ ہے کہ اگر ہزار سال پیشتر کے انسان کو زندہ کر دیا جاتا تو وہ دنیا کے بیشتر مقامات میں کوئی اجنبیت محسوس نہ کرتا

لیکن اب ؟ - اب ہمارے مایوس ترین نقادوں کا خیال ہے کہ کارخانے کے مزدور ایک گھنٹے میں پہلے سے ڈیڑھ گنا زیادہ چیزیں طیار کر رہے ہیں - امید پرست لوگ کہتے ہیں کہ مزدور دوگنے سے زیادہ چیزیں طیار کر رہے ہیں - جو انجنیر لوگ یہ جانتے ہیں کہ جنگ نے کارخانوں کے کام کو بہتر بنانے کے لئے کیا کچھ کیا ہے ان کا یہ قول ہے کہ جب ہم وہ سب کچھ سیکھ لیں گے جو ۱۹۳۹ سے اب تک واقع ہوا ہے تو کارخانوں

میں چیزوں کی طیاری کی رفتار اس سے بھی کہیں زیادہ ہو جائے گی۔ یہ تو بہر حال ابھی صرف ایک امید ہی ہے لیکن جنگ سے قبل جو کچھ ہو چکا ہے وہ کچھ کم حیرتناک نہیں

آج ایک کسان ایک گھنٹے میں جتنا کام انجام دے لیتا ہے وہ اس کے ۴۰ سال قبل کے کام سے ۴۰ یا ۵۰ فی صدی زیادہ ہے۔ کچھ خاص کسانوں نے پیداوار کو دوگنے سے بھی زیادہ کر لیا ہے۔ کام کی خوبی و آسانی کے ساتھ ساتھ فصلوں کی پیداوار بھی بڑھتی گئی ہے۔ کام کرنے والوں کی گنتی کم سے کم اور اناج کی مقدار زیادہ سے زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ زراعت کا ہر ایک ماہر اچھی طرح جانتا ہے کہ بہترین سامان کو بہترین طور پہ استعمال کرنے سے ہر ایک کسان پیداوار کو دوگنا کر سکتا ہے

کام کے بہت سے مختلف شعبوں میں آج انسان ۴۰ گھنٹے فی ہفتہ کے حساب سے اتنا ہی کام کر سکتا ہے جتنا کہ ۴۰ سال قبل ۶۰ گھنٹے فی ہفتہ کے حساب سے کر سکتا تھا اس لئے آج ہم سب اس زمانہ کی طرف جا رہے ہیں جبکہ نصف وقت کام کرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ کل پورے وقت کام کرنا تھا۔ اس جگہ شاید آپ دریافت کریں کہ دن کے کام کو مختصر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے اور بچے ہوئے خالی وقت کو کیسے استعمال کیا جائے؟ — اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی مگر دفعتاً جنگ عالمگیر کا طوفان امنڈ آیا اور یہ کوشش ملتوی ہو گئی

۴۰ سال قبل لوگ دریافت کر رہے تھے کہ ہم زندگی کو طویل بنانے کی کوشش کیوں کریں؟ وہ کہتے تھے کہ بڑھاپے کی مصیبت انگیز بیماریاں اور کمزوری زندگی کے آخری حصہ کو بدترین حصہ بنا دیتی ہیں۔ جس مقام پہ زندگی کی مسرت و لذت ختم ہو جاتی ہے اس سے آگے ایک دن کا بھی اضافہ کیوں کیا جائے؟۔ ڈاکٹر اور طبیب ان سوالات کے سامنے گونگے تھے۔ انھیں کچھ علم نہ تھا کہ آخری سال کیسے مسرت و نظیر

اور دلفریب بن سکتے ہیں

لیکن آج ؟ — میں تمام اچھی اچھی خبریں نہیں بتا سکتا - وہ بہت زیادہ ہیں اور ان تمام ہزاروں راستوں پر بکھری ہوئی ہیں جہاں سائنسداں عالم چپ چاپ محنت و مشقت میں مصروف ہیں - ۵۰ سال قبل سلفا نام کی کیمیاوی ادویات کا نام تک بھی کسی نے سُنا تھا ؟ — صرف ایک یا دو آدمیوں نے — اور یہ آدمی بھی ان دواؤں کو کسی کام میں نہ لاتے تھے - آج سلفا کا استعمال ایک روزمرہ کی چیز ہے - اور ہزاروں انسان جو سلفا کے بغیر مرچکے ہوتے اب اپنی زندگی کا لطف حاصل کر رہے ہیں

۵۰ سال قبل کسی نے بھی "پنسی لین" دوا کا نام نہیں سنا تھا - آج یہ دوا کثیر مقدار میں تیار ہو رہی ہے - لاکھوں انسان اس کی مدد سے قبل از وقت موت سے بچ چکے ہیں اور کروروں انسانی زندگیاں اس کی مدد سے دس سال سے لے کر چالیس برس تک کا اضافہ اپنی عمر میں کرلیں گی

۵۰ سال قبل کون تھا جس نے "اسٹریٹو مائی سن" کیمیاوی جزء کا نام سُنا ہو ؟ — "گرامسی ڈین" یا "کیوریر" کا نام سنا ہو ؟ - یا ہزاروں جدید اور انقلابی کیمیات میں سے کسی ایک بھی دوا کا نام سنا ہو ؟ — یقیناً کوئی بھی نہیں - لیکن آج یہ سب دوائیں معیاری طور پر استعمال ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوا اگر وہ درگروہ زندگیوں کو بچا رہی ہے

۵۰ سال قبل کون تھا جو بڑھاپے کی سب سے زیادہ پریشان کن بیماری گٹھیا کے خلاف کوئی بڑی کامیابی حاصل کرسکا ہو ؟ — یقیناً کوئی نہیں - لیکن آج اہل روس کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک نئے عرق کے ذریعہ لاکھوں گٹھیا کے مریضوں کو اچھا کر چکے ہیں -

۵۰ سال قبل "اپن ڈکس" کے آپریشن کے بعد مریض کو دو ہفتے تک چارپائی

پر پڑا رہنا ضروری تھا۔ آج وہ دو دن بعد اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کچھ مریض تو پہلے ہی دن اسپتال سے چلے جاتے ہیں۔ متعدد قسم کے حیرتناک طریقے گزشتہ ۴۰ برس میں ایسے معلوم کئے گئے ہیں کہ سیکڑوں بڑے بڑے آپریشن اب کوئی خوف و دہشت کی چیز نہیں رہے۔ کل وہ دن آنے والا ہے جب اسپتال ایک ایسی دوکان بن جائے گا جہاں انسان اپنے دانتوں کی طرح اپنے جسم کا کوئی بھی حصہ ذراسی دیر میں تبدیل کرا سکے گا

۴۰ سال قبل کسی نے انفلوئنزا کے ٹیکہ کا خواب بھی نہ دیکھا تھا۔ آج اسکی دوا ہر جگہ معمولی طور پر استعمال ہو رہی ہے۔ یہ ٹیکہ لگ جانے کے بعد ہر چار آدمیوں میں سے تین آدمی مکمل طور پر اس خوفناک مرض سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور باقی لوگوں پر صرف معمولی سا اثر ہوتا ہے

۴۰ سال قبل ایک بار نمونیہ میں مبتلا ہونے کے بعد انسان کو اپنے "بہترین سیل" سے لطف حاصل کرنے کا موقع بہت کم رہ جاتا تھا۔ لیکن آج ؟ — آج نمونیہ کا ماہر ڈاکٹر مریض کے رشتہ داروں سے یہ کہتا نظر آتا ہے۔ "فکر نہ کیجئے۔ کوئی اہم بات نہیں ہے۔ صرف نمونیہ ہے"

۴۰ سال قبل کسی کو کوئی ایسا طریقہ علاج معلوم نہ تھا کہ معدے کے ناسور کو زہریلی ادویہ یا آپریشن کے بغیر ہی اچھا کیا جا سکے۔ آج ایسا طریقہ بالکل عام ہے

۴۰ سال قبل چند جلد باز انسانوں نے یہ دعویٰ کر دیا تھا کہ وہ ایسے کیمیاوی اجزاء طیار کرنے میں بہت جلد کامیاب ہونے والے ہیں جن کی مدد سے کسی قسم کا بھی "آدمی" حسب فرمائش پیدا کیا جا سکے گا۔ آج اگرچہ وہ منزل مقصود پر نہیں پہونچ سکے لیکن پھر بھی وہ اس منزل سے اس قدر قریب پہونچ گئے ہیں کہ جس کی امید کرنے کی ہمت ہم میں سے بہت سے لوگ نہیں کر سکتے۔ یقیناً انھوں نے

۲۰ برس میں پوری ایک صدی کا فاصلہ طے کر لیا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب کچھ لوگ ایک نئے قسم کا "آدمی" تیار کر لیں گے اور ایٹم بم بنانے والوں سے بھی کہیں زیادہ دُنیا کو حیرت میں ڈال دیں گے۔ ممکن ہے وہ دن آپ کی زندگی ہی میں آجائے

۱۴ سال قبل کسی نے نہ تو "راڈر" کا نام سنا تھا اور نہ دوسرے فوق الصوت آلات کا۔ چند ماہرین کے علاوہ کوئی بھی دو یا تین سے زیادہ پلاسٹک نہیں جانتا تھا۔ تین چار سائنسدانوں کے علاوہ کسی کو بھی ایٹم کو ٹکڑے کر دینے کا خواب نظر نہ آیا تھا

لیکن آج ؟ — ایٹم بم گرین لینڈ کے برفستانوں کی تمام برف کو پگھلا سکتے ہیں اور اگر ایک بار یہ میدان برف سے صاف ہو گئے تو سائنسداں کہتے ہیں کہ برف پھر کبھی نہ جم سکے گی۔ اس کے اثرات سے انگلستان روشن دھوپ میں نہائیگا اور اسکاٹ لینڈ کے باشندے خود اپنے ملک میں سنترے پیدا کر سکیں گے۔ لیکن یہ اسی وقت ہوگا جبکہ برف پگھلانے کا کام صرف گرین لینڈ تک ہی محدود رکھا جائے اور اپنے جوش میں انسان آگے نہ بڑھے۔ اگر قطبی سمندروں کی برف بھی پگھلا دیگئی تو لنڈن۔ نیویارک۔ شنگھائی۔ بمبئی۔ کلکتہ اور ہزاروں دوسرے بندر گاہ صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے کیونکہ پگھلے ہوئے برف کا پانی ایک ۱۵۰ فیٹ گہرا سمندر بن کر ان شہروں کو ڈبو دے گا

۱۴ سال قبل سرطان کے لئے کوئی امید نہ تھی — لیکن اب ؟ — اب بیشتر مریض یا تو صحت یاب ہو جاتے ہیں یا ان کی حالت بالکل تبدیل کر دی جاتی ہے آیندہ چند سال میں ایٹم کی قوت اس بدترین بیماری کو پوری طرح مٹا دیگی۔

اس سے بھی زیادہ اغلب اور اہم ترقی کا قدم یہ ہے کہ بہت جلد سرطان اور بوڑھاپے کی زندگی کے دیگر امراض کا علاج انتہائی طاقت ور شعاعوں کے

ذریعہ کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں اٹیمی طاقت کو استعمال کرنے کے لئے لاکھوں روپیہ تحقیقات پر صرف کیا جا رہا ہے۔ اس کا نتیجہ بہت جلد ظاہر ہوگا

ان تمام حیرتناک کارناموں کو سن کر میرے بوڑھے نقادوں کی آنکھ میں ایک آنسو چمکنے لگتا ہے اور وہ کہتے ہیں ۔" بہت ہی دلچسپ ہے یہ کہانی — دوست! لیکن اس سے ہمیں یا تمھیں کیا فایدہ ؟ — یہ سب کچھ ہماری زندگی میں نہیں ہوگا ان نعمتوں کو عام لوگوں تک پہونچتے پہونچتے ابھی نہ جانے کتنے برس لگیں گے !"

میرا بھی ایک زمانہ تک یہی خیال تھا۔ لیکن اب یہ نہیں — میری رائے کی تبدیلی کی وجہ کیا ہے ؟ — اول تو ہوائی جہازوں کی رفتار کی حیرتناک ترقی — دوئم صنعت و حرفت کے طریقوں وہ ترقی جن کو ایک عام انسان سمجھ ہی نہیں سکتا

صرف گیارہ سال قبل کچھ منچلے لوگوں نے یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ اگلی نسل کی زندگی کے اندر اندر ہی ہوائی جہازوں کی رفتار پانچ سو میل فی گھنٹہ ہو جائے گی۔ دوستوں نے ہمیں اس دیوانگی سے خبردار کیا۔ حکومت ایسے دیوانوں کو مقفل کر دیتی ہے

لیکن جنگ کے ایک سال بعد ہی لوگ چھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑ رہے تھے اور خوش تھے۔ ایک منچلے نے تو ۷ سو میل فی گھنٹہ تک کی خبر لی۔ ہر ایک انجنیر کا خیال ہے کہ آیندہ بیس چالیس برس کے اندر ایسے دیو قامت ہوائی جہاز بن جائیں گے جو زمین کے چاروں طرف مسافروں کو مستقل ۵ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لیجا سکیں گے اور اس سے قبل کہ دوسری جنگ کا اعلان ہو جنگی ہوائی جہاز ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار تک پہونچ جائیں گے۔ آج کل کوئی ماہر اسوقت تک منچلا اور سنکی نہیں کہا جاتا جب تک وہ کوئی ایسی بات نہ کہے کہ انسان ایک رات ہی میں چاند تک دونوں طرف کا سفر پورا کر سکتا ہے

۱۴ سال قبل ایک ہوائی جہاز زمین کے کسی ایک مقام سے دوسرے مقام تک تقریباً

۵ گھنٹوں میں پہونچ سکتا تھا بشرطیکہ وہ اتنا کافی پیٹرول لے جاسکے یا راستہ میں پیٹرول لے سکے۔ لیکن چونکہ یہ دونوں باتیں ممکن نہ تھیں اس لئے وہ ایسی پرواز نہ کرسکتا تھا سفر صرف چند ہزار میل تک محدود تھا جس میں کئی جگہ قیام کرنا ہوتا تھا۔ ۵ سال قبل ماہرین نے یہ اعلان کردیا کہ اُن کے ہوائی جہاز کسی بھی ایک مقام سے کسی دوسرے مقام تک پہونچنے میں زیادہ سے زیادہ ۵۲ گھنٹے لیں گے — اتنا ہی سُن کر دنیا چلا اُٹھی "یہ کیسے ممکن ہے؟"

لیکن آج ؟ — آج ہمارے پاس ایسے ہوائی جہاز موجود ہیں جو اس چھوٹی دنیا کے سب سے دور والے گوشے میں تقریباً ۳۰ گھنٹے کے اندر پہونچ جائیں گے۔ شاید اس وقت تک کہ آپ یہ سطور پڑھیں ایک ایسا ہوائی جہاز آزمایا جارہا ہوگا جو خطِ استواء کے چاروں طرف ۴۵ گھنٹے میں پرواز کرسکے

اب ذرا وہ باتیں بھی سنئے جو سمجھ میں آنے والی نہیں

میں خود ان کو کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ صرف ایک دھندلا سا احساس ہوتا ہے کہ یہ سمجھ میں نہ آنے والے طریقے سیکڑوں قسم کی صنعت وحرفت میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر رہے ہیں۔ راز کی تفصیل راز میں ہے۔ اِدھر اُدھر کچھ اشارات مل جاتے ہیں لیکن یہ اشارات ہی ایک کند دماغ تک کے انسان کو چونکا دیتے ہیں

ایٹم کو ٹکڑے کر دینے کے راز کی چھان بین جب سے شروع کی گئی اس وقت سے اب تک تقریباً ۵ ہزار ایسے نئے آلات اور نئے طریقے معلوم کئے جاچکے ہیں جو سیکڑوں قسم کی صنعتوں کے لئے مفید ہیں۔ ان سب کی داستان بہت طویل ہے اور عام انسان کی فہم سے بالاتر۔ میں صرف چند طلسمی چیزوں پر اکتفا کروں گا۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ صرف گیس کے ذریعہ بالکل ٹھوس چیزوں کو ذروں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ ایک دوسرا طریقہ ہے جو بالکل ٹھوس چیزوں کو کسی بھٹی کے بغیر ہی گیس اور

دھوئیں کی شکل میں بدل دیتا ہے - ہائیڈروجن فلورائڈ کے بارے میں کچھ ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں جن کی مدد سے مشینوں کو گھسنے اور زنگ لگنے سے محفوظ کیا جائے گا اور کارخانوں کو اس طرح لاکھوں روپیہ سالانہ کی بچت ہو جائے گی

زیادہ دباؤ ڈالنے والے پمپ بھی بالکل بدل گئے ہیں - انجینئر کہتے ہیں کہ صرف پمپوں کے سستے - محفوظ اور زیادہ تیز رفتار ہو جانے سے اتنا روپیہ بچ جائے گا کہ ایٹم کی پوری تحقیقات کے خرچہ کو پورا کر دے گا - پٹرول کی پوری صنعت از سر نو ہو گئی اور اس کا تمام سامان ہمیں آجکل سے کہیں زیادہ کم قیمت پر مل سکے گا - اسی طرح متعدد صنعتیں ہیں - ریفریجریٹر کی صنعت - اشیاء کی حرارت قایم رکھنے کی صنعت - ٹینک اور بائلر کی صنعت - کیمیات کی صنعت - وغیرہ وغیرہ

کیا ۵ ہزار نئے آلات کے یکجائی اثر کا تصور کر سکتے ہیں آپ ؟ -- نہیں ! - یہ کام آئنسٹن بھی نہیں کر سکتا - چھوٹے انسان کا چھوٹا دماغ ایک ہی عمل میں ۵ ہزار آلات کو استعمال نہیں کر سکتا - صرف تین مختلف چیزوں کو بیک وقت کوئی انسان تربیت کے بغیر استعمال نہیں کر سکتا - اگر پانچ مختلف چیزوں کو ایک ساتھ استعمال کرنا ہے تو یہ کام تربیت بھی نہیں سکھا سکتی --- پھر بھلا پانچ ہزار مختلف آلات کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے !

ہاں ایک بات کا اندازہ و احساس پورے وثوق سے ساتھ ہو سکتا ہے - اور وہ یہ کہ مستقبل کا ہر ایک مہینہ عام انسانوں کے استعمال کے لئے عجیب عجیب چیزیں لائے گا - زندگی ہی وہ ایک اور زیادہ ناقابل فہم ہوتی جائے گی - ہر آنے والا سال پرانی دنیا کے ایک حصہ کو ختم کرتا چلا جائے گا اور اسی مقدار سے نئی عادتیں نئے رجحانات اور نئے خیالات پیدا کر دے گا -

اور اس تمام انقلاب سے سب سے زیادہ فایدہ کس کا ہوگا ؟ - یقیناً ان

لوگوں کا جو نئی چیزوں قیمت کو سمجھتے ہیں - جو نئی چیزوں میں سے زیادہ تر کو بنانے کی قوت رکھتے ہیں اور جو نئی چیزوں کی قیمت ادا کرنے کے لئے کافی مالدار ہیں - یعنی دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ فایدہ سب سے زیادہ ان کا ہوگا جو ۵۰ سال یا اس سے زیادہ عمر رکھتے ہیں اور جن کا گروہ سب سے زیادہ آمدنی والے لوگوں کا ایک تہائی حصہ ہے - مشاہدہ کرنا - غور کرنا - روپیہ پیس انداز کرنا اور عمل کرنا - ان کی زندگی کا یہی دستور عمر کے گزشتہ ۵۰ سال تک رہا ہے - تقریباً تمام دولت اور تمام حقیقی جائداد انکے قبضے میں ہے - تمام بڑی کمپنیوں پر ان کا اختیار ہے - ان کو بہترین مشیر کار حاصل ہیں - تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ایٹمی زمانہ کے انعامات کو سب سے پہلے حاصل نہ کریں؟

گزشتہ ۴۳ سال کی مدت میں ان بوڑھے لوگوں نے زندگی کے ہر شعبے میں اسقدر فاصلہ طے کیا ہے کہ گزشتہ صدی میں کوئی بھی نہ کر سکا تھا - اس کے بعد سے یہ لوگ اپنی ترقی و محنت کے پھل اپنے بچوں اور بچوں کے بچوں تک پہونچاتے رہے ہیں - انکی اولاد ہر ایک گزشتہ نسل سے زیادہ طویل اور اعلیٰ زندگی بسر کر رہی ہے - ۱۹۳۲ء میں ایک انسان کو اپنی چالیسویں سالگرہ کے بعد خود اپنی زندگی شروع کرنے کا موقع صرف ۱/۳ تھا آج اسے اس کام کے لئے ۱/۲ موقع حاصل ہے - کچھ زمانہ کے بعد اس کے بچوں کو اس کام کے لئے ۳/۵ موقع حاصل ہوگا - اور اس جگہ یہ رفتار رک جائے گی کیونکہ زندگی کی تمام حرکتوں کا یہی اصول ہے - لیتو بڑھتے بڑھتے ہاتھی نہیں بن جاتے - ہاتھی بڑھتے بڑھتے پہاڑوں کی برابر نہیں ہو جاتے - کوئی بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا

ان تمام امور کے مد نظر یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ آخری زندگی کے بہترین سال حاصل کرنے کے لئے تمام ضروری ذرایع آپ کے پاس موجود ہیں - ساری دنیا آپ کی ہے - لیکن پھر بھی کوشش اور عمل کی ضرورت ہے - اگر آپ ہاتھ نہ ہلائیں گے تو میز پر چنا ہوا کھانا خود اپنے منھ میں نہیں آسکے گا " بہترین سال " صرف ان انسانوں کے

حصے میں آسکتے ہیں جوان کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور اپنی معلومات کے ذریعہ اپنی دولت سے زیادہ سے زیادہ فایدہ حاصل کرتے ہیں۔ ہمیں افسوس کے ساتھ یہ ماننا پڑتا ہے کہ ۵۰ سال سے زیادہ عمر والے لوگ اپنے سرمایہ کا صرف ایک فی صدی حصّہ صرف کر رہے ہیں ـــ اور یہ ایک فی صدی بھی صرف ایک فی صدی بوڑھے لوگ استعمال کر رہے ہیں۔ باقی سب کے سب لوگ اسی دوپایہ جانور کی دنیا میں پڑے ہیں جو تاریک۔ گندی اور بدمست ہے

کیا اب بھی آپ کو شبہ ہے اس حقیقت پر کہ ۵۰ سال کی عمر پانے کے بعد آپ کی زندگی میں "بہترین سال" آسکتے ہیں؟ - اگر ایسا ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کے چاروں طرف جو مواقع و ذرائع کی دنیا ہے آپ اس کا اندازہ نہیں کرتے۔ دُنیا کا لطف زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لئے صرف حرارت اور طاقت ہی کافی نہیں۔ اس کے لئے روشنی کی بھی ضرورت ہے

کیا آپ کی روشنی ناکامیاب ہو رہی ہے؟ ـــ اگر ایسا ہے تو آپ یقیناً ابھی ایک تقریباً ۳۰ سالہ نوجوان جانور ہیں۔ بہرحال گھبرائیے نہیں - صبر و انتظار کیجئے۔ روشنی آجائے گی - اس سے پیشتر کہ آپ کی پچاسویں سالگرہ آئے انسان چار گھنٹہ روزانہ کام کرکے اس سے کہیں زیادہ اچھی اور زیادہ مقدار میں چیزیں بنا سکے گا جتنا کہ اب آٹھ گھنٹے روزانہ کام کرکے بنا رہا ہے۔ عورتیں اولاد پیدا کرنے کا کام ۲۰ اور ۳۰ برس کی درمیانی عمر میں پورا کر لیا کریں گی - بچے ۱۶ برس کی عمر تک پہونچتے پہونچتے اپنی ساری ذمہ داریاں خود سنبھال لینا سیکھ لیا کریں گے - والدین اپنی زندگی کے چالیسویں سال کے بعد فوراً ہی تمام ذمہ داریوں کے بوجھ سے سبکدوش ہو جائیں گے اور اس لمبی چوڑی دُنیا میں آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں جا سکیں گے جو چاہیں کر سکیں گے۔ وہ گھر پر صرف ایک یا دو گھنٹے کام کیا کریں گے صرف اس لئے کہ کہیں کام کی عادت بھول نہ جائیں۔ وہ

صبح کو ناشتے میں برف لگائے ہوئے آم۔ دوپہر کے طعام میں قطبی برفستانوں کے بارہ سنگھے کا گوشت اور رات کو یورپ کے کارخانوں کی بنی ہوئی روٹی کھایا کریں گے۔ ساری دنیا میں پیدا ہونے والی کھانے پینے کی چیزیں ساری دُنیا کی غذا بن جائیں گی۔ ہر جگہ کا انسان ہر جگہ کی غذا کھا سکے گا

ساری دنیا کے لئے ایک ہی پولیس ہوگی اور اس کے اخراجات کے لئے ساری دُنیا کے لوگ ایک بالکل حقیر سا ٹیکس ادا کیا کریں گے۔ دنیا میں فوج کا کوئی وجود نہ ہوگا۔ جنگی جہازی بیڑوں میں سے صرف چند گشتی کشتیاں اور کچھ ہوائی جہاز لیجانے والے سمندری جہاز باقی رہ جائیں گے۔ حکومت کے صنعتی کارخانے اٹیمی آلات طیار کرکے اس قدر سرمایہ فایدہ میں حاصل کرسکیں گے کہ وہ تمام اخراجات کو پورا کردیگا اپنی مرضی سے اپنی دلچسپی کے شغل یا سائنس کی کھوج میں وقت گزارنے کے علاوہ ایسا انسان کمیاب ہوجائے گا جو ایک ہزار گھنٹے سالانہ کام کرتا ہو۔۔۔۔ بیمار اور حادثات کی وجہ سے اپاہج ہوجانے والے بدقسمت انسان بھی اتنے ہی کم ہو جائیں گے۔۔ انسانوں کا سب سے زیادہ عام اور فرسودہ جملہ یہ ہوگا:۔ "گزشتہ ۵۰ سال کی عمر میں بیماری سے میرے صرف ۴ دن کا نقصان ہوا ہے"

ایسی عجیب باتیں کہنے کی ہمت مجھے کیوں ہوئی ؟

ہمت اس لئے ہوئی کہ گزشتہ چند برسوں میں اور انسانی نسل کی تاریخ میں پہلی مرتبہ عقلمند انسانوں کو خود اپنی قوت کا احساس ہوا ہے۔ اُنھیں اب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہفتہ بھر کا ایک زندہ انسانی بچہ پیدا کرنے کے علاوہ وہ ہر ایک باقی کام صرف ۵ منٹ میں کر سکتے ہیں۔ ان کو فطرت پر مکمل اختیار حاصل ہے اور اب وہ ایسا ہی اختیار انسانی فطرت پر حاصل کرنے کی کوشش بڑی تیزی سے کر رہے ہیں۔ چند سال کے بعد ہی ۵۰ سالہ بوڑھے انسانوں کو ایک مسرت انگیز تعجب کے ساتھ یہ

معلوم ہو جائے گا کہ ایک منظم جماعت کی حیثیت سے وہ حکومت اور دوسرے معاملات پر کس قدر زبردست اختیار و اثر حاصل کر سکتے ہیں۔ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ۵۰ سال کی عمر سے زیادہ ہے۔ اگر ان لوگوں کی صرف ایک چوتھائی تعداد متحد ہو کر سیاسی جماعتوں کو یہ اطلاع دیدے کہ جو جماعت ان کی خواہشات کو پورا کرنے کا وعدہ کرے اُسے چند لاکھ ووٹ ملیں گے تو الیکشن کے کس تجربہ کار ماہر کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ اس مطالبہ کو نظر انداز کر دے۔ پھر صرف اتنا ہی نہیں — سرمایہ کا بیشتر حصہ ۵۰ سال سے زیادہ عمر والوں کے قبضے میں ہے۔ اگر اس سرمایہ کا محض ایک حقیر سا حصہ ایک جدید سیاسی اور سماجی نظام بنانے کے لئے لگا دیا جائے تو یہ بوڑھے لوگ بڑی آسانی سے زمین پر ایک جنت طیار کر سکتے ہیں

لیکن دولت اور سیاست دنیا کے بہترین زمانہ کو اس قدر تیزی سے نہیں لا سکتی جتنی کہ قوت تخیل اور ہنر مندی — اور یہ دونوں نعمتیں ۵۰ سالہ بزرگوں کی سب سے بڑی امتیازی خصوصیات ہیں۔ جن حیرتناک طلسمی ایجادات کی ایک جھلک میں نے سابق سطور میں آپ کو دکھلائی ہے ان میں سے بیشتر عجائبات ۵۰ سال سے زیادہ عمر والے انسانوں کے دماغ کی پیداوار ہیں۔ اگر آپ ان میں اُن بوڑھے لوگوں کو بھی شامل کر لیں جو بیس چالیس برس ہوئے مر چکے ہیں اور جو موجودہ زندہ لوگوں کے ساتھی تھے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ موجودہ دُنیا کی ہر ایک جدید چیز اُس نسل انسانی کے دماغ اور ہاتھ کی پیداوار ہے جو ۱۸۶۰ء سے شروع ہوئی اور جس میں آج تک کی دُنیا کے سب سے بڑے دماغ شامل تھے۔ یہ دماغ و عقل کے میدان کے وہ مہیب پہلوان ہیں جنھوں نے "ریڈیائی عمل" کی دریافت کی۔ حیرتناک انجن بنائے۔ ہوائی جہاز اور آبدوز کشتیاں ایجاد کیں۔ "ٹیلی وژن" اور ناطق مشینیں بنائیں۔ ہوا سے نائٹروجن اور سمندر سے برومائن حاصل کیا۔ درجنوں پلاسٹک طیار کئے۔

"فوق الصوت" آلات اور برقپارہ والے آلات بنائے اور آخرکار تمام زمانوں کی سب سے بڑی فتح حاصل کی یعنی ایٹم کے ٹکڑے کر دئے اور "قدیم انسان" کو پوری طرح مٹاکر اس کے تمام بوزنہ صنعت کاروبار کو فنا کر دیا

یہ وہ نسل ہے جو اپنے آخری "بہترین سال" سے پورا پورا لطف اُٹھا سکتی ہے۔ یہ لوگ ایسے نہیں ہیں کہ شام زندگی کی تاریکی میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چپ چاپ بیٹھے رہیں اور اپنی موت کا انتظار کریں۔ یہ افیمی طریقہ تو ایٹمی زمانہ سے قبل کے لوگوں کو مبارک ہو۔ پچاسویں سالگرہ کے بعد کی زندگی بہترین زندگی ہوگی اور یہ لوگ اس کو ایسا بنا کر رہیں گے

جب یہ لوگ امداد کے لئے پکاریں گے تو آپ لبیک کہیں گے۔ اور آپ یقیناً کامیاب ہوں گے کیونکہ آپ کل کے عام لوگوں سے اسی قدر اعلیٰ ہیں، جس قدر کہ یہ بوڑھے دماغی پہلوان پُرانے زمانوں کے دماغی پہلوانوں سے اعلیٰ ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم "غیر معمولی انسان" کی صدی میں داخل ہو چکے ہیں۔ آج لاکھوں آدمی ایسے موجود ہیں جو کل کے عام انسان سے اُتنے ہی بلند ہیں جتنا کہ کل کا عام انسان بندر سے اعلیٰ تھا

دُنیا کے بیشتر ملکوں میں آج ایک ساٹھ سالہ انسان اس سے کہیں زیادہ کمسن نظر آتا ہے جتنا کہ اس کا پر دادا اپنی چالیس برس کی عمر میں نظر آتا تھا۔ اسی طرح آج ایک چالیس برس کا انسان ۲۰ برس کے نوجوان سے زیادہ قابل و اہل نظر آتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ کودنے۔ بھاگنے اور کشتی لڑنے میں ایک نوجوان کا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن محض جسمانی قوت برتر حیوانیت کی دلیل نہیں ورنہ ایک نوجوان انسان کو ایک نوجوان گوریلا بندر سے پست رتبہ ماننا پڑے گا

جب دوسری "جنگ عالمگیر" کا پورا افسانہ مرتب ہو جائے گا تو ساری دُنیا

کے عام لوگوں کو بھی یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس مہیب جنگ میں خالص جسمانی محنت و مشقت کا تمام کام نوجوانوں کو کرنا پڑا لیکن تمام فیصلہ کن ذہنی کام اور فوجی نقل و حرکت کی تمام بہادرانہ تدبیریں اُن لوگوں نے کیں جن کی عمر ۲۰ کے مقابلہ میں ۷۰ برس سے زیادہ قریب تھی اور انقلابی جدت و ذہانت کے تمام کارنامے ان لوگوں نے دنیا کو دکھائے جو ۶۰ اور ۷۰ برس کے درمیان عمر رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ پہلی "جنگ عالم" کی طرح اس دوسری جنگ میں بھی یہ دیکھا گیا کہ نازک ترین اور اہم موقعوں پر نوجوانوں کی بہ نسبت زیادہ عمر کے لوگ زیادہ عمدہ سپاہی ثابت ہوئے سفید بالوں والے تجربہ کار سپاہیوں نے بھاگتی ہوئی فوجوں کو روک دیا اور سہمے ہوئے نوجوانوں کو پھر ایک مرکز پر جمع کر دیا۔ درمیانی عمر کے لوگوں نے ایک بار پھر ماہرین نفسیات کے اس قول کو صحیح ثابت کر دیا کہ اُن تمام موقعوں میں جبکہ حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہوں ایک سنجیدہ۔ مستقل اور پختہ قوت فیصلہ بہت زبردست کامیاب اثرات رکھتی ہے

مشینیں اور مشینی طریقے انسان کے کاموں کو ہر روز زیادہ سہل و سادہ بناتے جاتے ہیں اس لئے زیادہ عمر والے لوگ اب پورے وقت والے کاموں کو قدیم زمانہ کی بہ نسبت زیادہ مدت تک کر سکتے ہیں اور نصف وقت والے کام اب اُن کو آسان معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلے پورے وقت کے بجائے نصف وقت کے کام کا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد ایسے کام اختیار کئے جا سکتے ہیں جن میں اس سے بھی کم جسمانی قوت لیکن ذہنی قوت اس سے زیادہ ضروری ہو۔

بہر حال یہ بالکل ظاہر ہے کہ زیادہ عمر والے لوگ آج کل زندگی کا وہ لطف اُٹھاتے ہیں جو ان کے آبا و اجداد میں سے کسی کو بھی نہیں مل سکا۔ وہ دُنیا میں اصلاح و ترقی بھی پیدا کرتے ہیں کیونکہ اس کے ذرائع اور بصیرت

اُن کو حاصل ہے اس لئے زندگی کے "بہترین سال" جب آتے ہیں تو یہ لوگ ایک تازہ جذبے کے ساتھ ان کا استقبال کرتے ہیں اور گزشتہ زمانہ کے بوڑھے انسانوں کی طرح ایک اپاہج بن کر زندگی کے آخری دور میں داخل نہیں ہوتے انکو نوجوان نسل کسی گرد آلود الماری میں ایک "پرانی چیز" کی طرح ڈال کر بھول نہیں سکتی

اس انقلاب نے ان لوگوں کو ذرا گھبرا دیا ہے جنھوں نے معاشی جدوجہد کے بعد کی زندگی کا اندازہ آج سے ۳۰ برس یا اس سے زیادہ مدت بیشتر کیا تھا اور جن کے خیالات اس معاملہ میں ۳۰ برس پرانے ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ معاشی جدوجہد کو ختم کرنے کے بعد جو زندگی آتی ہے اس کے بارے میں کیا غلط رویہ لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

تلخ حقیقت

۶۰ سال کے ایک بڑے کاروباری شخص سے میں نے پوچھا۔ "آخر آپ کب اپنے کاروبار سے ریٹائر ہوں گے ؟"

اپنے صحت مند چہرے کو اور زیادہ سرخ بناتے ہوئے اس نے جواب دیا۔ "میں ابھی تک آپ جیسے نوجوانوں سے زیادہ مضبوط ہوں۔ کیا آپ مجھے بالکل گیا گزرا سمجھتے ہیں ؟۔ زندگی کا موجودہ ہر پہلو میرے لئے اسی طرح دلچسپ ہے جیسا آپ کے لئے"

اس بظاہر جری جواب میں آخری زندگی کی دہشت و نفرت چھپی ہوئی ہے۔ ان الفاظ میں گزری ہوئی صدیوں کے وہ مہمل خیالات بول رہے ہیں جنکے نزدیک زندگی کے آخری سال ردی کی ٹوکری تھے جس میں صرف بیکار کاغذ ہی پھینکا جاتا ہے

وہ کونسا خوف ہے جو لوگوں کو اپنی کاروباری اور معاشی زندگی کو چھوڑ کر "اپنے بہترین سال" حاصل کرنے سے روکتا ہے ؟۔ وہ کونسی دہشت ہے جو ان لوگوں کو اپنے فردوس کی سمت قدم بڑھانے سے باز رکھتی ہے ؟

یہ خوف اور دہشت نتیجہ ہے غلط خیالات کا اور یہ غلط خیالات ان لوگوں کے دماغ میں مندرجہ ذیل چار قسم کے انسانوں کو دیکھ کر [illegible]

اول وہ کارخانہ کا ملازم جو ۴۸ برس کی عمر کے بعد اچانک قوت و صحت کھو بیٹھا اور باقی زندگی ردّی کی ٹوکری میں بسر کرتا رہا۔ دوئم کسی دفتر کا وہ ملازم جو ۵۵ سال کی محنت کے بعد بھی آخری زندگی میں ایک فقیر ہی رہا۔ سوئم وہ قابل و ہنرمند انسان جو زندگی کے صرف ایک کام میں قابل و ہنرمند تھا اور اسلئے جب آخری زندگی میں اُسے یہ کام چھوڑنا پڑا تو اس کے بعد اب وہ کسی کام کے قابل نہ رہا اور دولت کے باوجود دنیا اس کے لئے اجنبی اور غیر دلچسپ بن گئی۔ چہارم وہ پُرقوت انسان جو صرف اپنی جد و جہد سے ترقی کر کے بلند رتبہ کو پہونچا اور ہمیشہ لوگوں پر حکومت کرتا رہا لیکن ۵۰ برس کی عمر میں ریٹائر ہونے کے بعد وہ ایک ایسی دُنیا میں پہونچا جہاں کسی پر بھی وہ حکومت نہیں کر سکتا تھا اب اپنے اقتدار اور غیظ و غضب کا شکار وہ خود اپنی ذات ہی کو بنا سکتا ہے اور اس لئے مسرت سے محروم ہے

انسانوں کی یہ چار قسمیں موجودہ تہذیب کی خاص پیداوار ہیں۔ ان کی آخری زندگی کی مصیبت زیادہ تر خود ان کی لاپروائی کا نتیجہ ہے اور آپ اس تکلیف و مصیبت کو دیکھ کر ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ کاروباری یا معاشی زندگی کے بعد کا زمانہ لازمی طور پر ان تکلیفوں کو لاتا ہے

ان میں سے پہلی قسم کے انسان درحقیقت اپنی بداحتیاطی و غفلت کی سزا بھگت رہے ہیں۔ ان لوگوں کے جسم کے تمام اعضاء حد سے زیادہ کھانے۔ حد سے زیادہ کام کرنے۔ حد سے زیادہ پریشان ہونے سے اپنی صحت و قوت کھو بیٹھے

دوسری قسم کے لوگوں کی مفلسی ان کی فضول خرچی اور پس انداز نہ کرنیکا نتیجہ ہے۔ ایک حقیر مزدور بھی تھوڑی سی رقم اپنے آخری بہترین برسوں کے لئے جمع کر سکتا ہے

تیسری قسم کے لوگوں کی مصیبت اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے صرف اپنے معاشی شغل میں قابلیت حاصل کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا اور اس طرح اپنے سارے دماغ کو صرف اپنی معاش کے لئے وقف کر دینے کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے۔ لوگ صرف ایک راستہ والے دماغ کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے پیشے یا ملازمت کی چہار دیواری میں ایک ننھی سی مہارت حاصل کر لیتے ہیں جو اس بیرونی وسیع دنیا میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی جہاں وہ ریٹائر ہونے کے بعد پہونچتے ہیں

چوتھی قسم کے لوگ پہلی تینوں قسموں کے انسانوں سے زیادہ ناقص ہیں۔ ان کا دماغی توازن درست نہیں اور وہ شان و شوکت کے مریض ہیں۔ ان کے ساتھیوں نے ان کا دماغ خراب کر دیا ہے

انسانوں کی یہ چاروں قسمیں انقلاب سے پہلے کی ہیں اور ایٹم بم سے قبل کی دنیا میں ان کا دور دورہ تھا۔ اس مخلوق کو ۱۹۴۰ء سے قبل والی زندگی تعلیم اور کاروبار کے حالات نے پیدا کیا اور آج بھی ان میں سے بہت سے افراد ہمیں نظر آتے ہیں۔ ان بھیانک اور ڈراؤنی مثالوں کو اپنے سامنے دیکھ کر ہر شخص زندگی کے آخری دور سے خایف ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اگر معاشی زندگی کو چھوڑ کر یہ مصیبت انسان کو بھگتنی پڑتی ہے تو اچھا یہ ہے کہ معاشی زندگی کو کبھی چھوڑا ہی نہ جائے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ کون ہے جو ایسے ہزاروں لڑکھڑاتے۔ بڑبڑاتے اداس اور خاموش بوڑھے ڈھانچوں کو دیکھ کر زندگی کے آخری دور کو بہترین تصور کر سکے ؟

لیکن یہ سب کچھ پرانی یادگاریں ہیں۔ زندگی کے جس تصور پر ان کی بنیادیں قایم ہیں وہ ایٹمی زمانہ کے دھماکے نے اڑا دی ہیں۔ جو لوگ ان خوفناک مثالوں کو دیکھ کر آج بھی ۵۰ سال کے بعد کی عمر کو ایک بھیانک خواب سمجھتے ہیں وہ

بوڑھا ہونے کے باوجود بچے ہیں جو کہ قدیم دنیا میں جی رہے ہیں - آپ اپنی زندگی کی گاڑی کو ایٹم کے گھوڑے سے چلائیے - کیا آپ سمجھتے ہیں کہ معاشی زندگی کے بعد انسان کی زندگی بالکل ساکت ہو کر رہ جاتی ہے اور انسان ایک بیکار ہستی بن کر اپنی تمام طاقت و اثر کھو دیتا ہے اور نوجوان لوگوں کی نظر سے گر جاتا ہے ؟ - کیا آپ سمجھتے ہیں کہ معاشی زندگی کے بعد انسان کے پاس صرف گزری ہوئی باتوں کی یاد رہ جاتی ہے اور زندگی کے پاس کوئی مستقبل نہیں رہتا ؟ — سراسر بے بنیاد اور مہمل ہیں یہ خیالات ! - زندگی کے ہر ایک دور میں آپ وہی بن سکتے ہیں جو آپ بننا چاہتے ہیں

آج انسان پوری مادی کائنات پر حکومت کر رہا ہے - راڈر کے ذریعہ چاند تک انسان کا پیغام پہونچ چکا ہے - چاند کے پہاڑوں کی پیمایش ہو چکی ہے - سورج کا درجۂ حرارت معلوم کیا جا چکا ہے اور سورج سے بہت آگے تاریک آسمانی خطوں میں انسانی نگاہیں پہونچ گئی ہیں - اور فولاد کو ذرا سی دیر میں دھواں یا گیس بنا کر اُڑایا جا چکا ہے - پھر یہ سب کچھ تو صرف ابتدا ہے - ہم سب ابھی نامعلوم سمندروں کے کنارے کھڑے ہیں - وہ دن جلد آنے والا ہے کہ دُنیا کے کارخانوں میں یہ چیزیں اتنی آسانی سے اور اتنی سستی بنیں گی کہ بدترین بھکاری بھی ان کو خرید سکے گا - روپیہ کی قیمت گدھے کی آواز سے زیادہ نہ ہوگی - دولت پر غرور کرنے والے لوگ ایک مذاق کی چیز بن جائیں گے - مفلسی کا رونا رونے والے انسان دولت مندوں سے بھی زیادہ حیرت و مذاق کا ہدف ہوں گے - دنیا میں مفلس لوگ صرف وہی ہوں گے جو بالکل احمق یا دیوانے ہیں کیونکہ انسان ایک رتی بھر عقل سے بھی دولت کے انبار پیدا کر سکے گا - محنت و مشقت کے گھنٹے کم سے کم ہوتے چلے جائیں گے - زندگی کے آخری دور کا تصور از سرِ نو پیدا ہوگا اور موجودہ

خوفناک بوڑھوں کا زمانہ ختم ہو جائے گا

گزشتہ بیان کئے ہوئے چار خوفناک قسم کے بوڑھے انسانوں میں سے پہلی قسم کے لوگ غائب ہو جائیں گے۔ ان کی مصیبت کی حقیقی وجہ حد درجہ محنت اور حد درجہ پریشانی ہے۔ ان دونوں چیزوں کی کوئی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ کھیتوں میں، کارخانوں میں اور دفتروں میں ایک آدمی تھوڑی سی محنت سے ۱۰۰ آدمیوں کا کام کر سکے گا، کیونکہ اٹمی زمانہ کی ایجادات ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب پیدا کر دیں گی۔ اس طرح موجودہ ہر سو انسانوں میں سے ایک آدمی مصروف اور باقی ۹۹ آدمی بغیر کام کے رہ جائیں گے۔ ان حالات میں بیروزگاری سے بچنے کے لئے یہ ضرور ہو گا کہ کام کرنے والے لوگ جلد سے جلد اپنی کاروباری زندگی سے ریٹائر ہو جائیں اور دوسروں کے لئے جگہ خالی کر دیں۔ آج ہم شاید ۶۵ سال کی عمر کو معاشی جدوجہد سے دست بردار ہونے کے لئے مناسب سمجھتے ہیں۔ کل یہ حد ۶۰ سال ہو جائے گی۔ کچھ دنوں کے بعد یہی حد ۵۵ سال اور اس کے بعد ۵۰ سال ہو گی۔ پچاسویں سالگرہ کے بعد معاشی جھگڑوں میں پڑے رہنا بالکل غیر ضروری اور ایک حماقت سمجھا جائے گا۔ ایسا ہونا بالکل یقینی ہے کیونکہ دُنیا کی ضرورت کا سامان جتنے لوگ آجکل بنا رہے ہیں اُسے آیندہ صرف ان لوگوں کی ½ تعداد طیار کرے گی۔ باقی لوگ اتنے بیوقوف ہر گز نہیں ہو سکتے کہ کام میں لگے رہیں اور اتنی زیادہ چیزیں بناتے رہیں جن کو خریدنے والا ہی کوئی نہ ہو

دوسری قسم کے خوفناک بوڑھے لوگ مفلسی کے ساتھ ساتھ غائب ہو جائینگے شاید کچھ ایسے لوگ رہ جائیں جن کی جگہ دماغی اسپتال ہو گا

تیسری قسم کے خوفناک بوڑھے انسان صنعت کے بہترین طریقوں اور بہتر تعلیم کی وجہ سے غائب ہو جائیں گے۔ صرف ایک راستہ والا دماغ دنیا میں

باقی نہ رہے گا۔ اسکول کی تعلیم کے بعد ہمارے نوجوان درجنوں قسم کی ہنرمندی حاصل کر کے دُنیا میں آئیں گے

چوتھی قسم کے خوفناک بوڑھے لوگ سب سے آخر میں غائب ہوں گے۔

اٹیمی زمانہ میں حصول طاقت کے دیوانے ہمارا سب سے بڑا خطرہ ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ہماری پوری زمین کو اُڑا دے۔ لیکن ہٹلر نے دُنیا کو ان کے وجود سے خبردار کر دیا ہے اور امید ہے کہ آیندہ کسی نئے جرمنی میں کسی نئے ہٹلر کو اُگنے کی اجازت نہ دی جائے گی

وہ کامیاب اور پختہ عمر انسان جو ابھی آیندہ ۱۰۰ برس تک اپنی معاشی جدوجہد کو چھوڑ کر اپنے "بہترین سال" حاصل کرنا نہیں چاہتا، بہت جلد شاہی اسپتالوں میں بند کر دیا جائے گا اور وہاں اسے اٹیمی زمانہ کا پیغام سننا سکھلایا جائے گا۔ اُن ۵ ہزار ایجادوں کو یاد رکھئے جو اٹیم کی تحقیقات نے زمانہ امن کے لئے کی ہیں - یہ ایجادات اس مغرور ضدی انسان کے ہوش درست کر دیں گی۔ جلد اُسے معلوم ہو جائے گا کہ جن چیزوں کو جاننے اور بنانے کا اُسے گھمنڈ ہے اٹیمی زمانہ میں ان کا وجود ہی ختم ہو گیا ہے۔ چمڑے کی جگہ ایک مصنوعی پلاسٹک کام دے رہا ہے کپڑے اور کپاس کی جگہ "نیلن" استعمال ہو رہا ہے۔ چمڑے کے کام کے پُرانے طریقے ناکام ہو رہے ہیں۔ بازار کا رنگ بھی بدل رہا ہے۔ رقیق مرکّب کو سانچے میں ڈال کر ۳ منٹ میں پورا جوتہ طیار ہو رہا ہے۔ کپڑے کو بننے کے بجائے رولرس میں دبا کر کاغذ کی طرح پورے تھان چند منٹ میں طیار کئے جا رہے ہیں — اور یہی حال دُنیا کی دوسری تمام صنعتوں کا ہے۔ پُرانے طریقے مٹ رہے ہیں۔ نئے طریقے پیدا ہو رہے ہیں

اس زبردست اور تیز رفتار انقلاب کو دیکھ کر ہر اُس کامیاب اور پختہ عمر

کے انسان کو جو خود کو "ہمچو من دیگرے نیست" سمجھتا ہے یہ واضح ہو جانا چاہئے کہ جس قدر جلد ہو سکے وہ اپنی جگہ چھوڑ دے کیونکہ ابھی ایسا کرنے سے کوئی نقصان نہیں - ابھی تو وہ اپنے زمانہ سے صرف ایک یا دو سال پیچھے ہے۔ لیکن کل وہ ۵ سال پیچھے ہوگا۔ پرسوں ۱۰ دن پیچھے ہوگا۔ اس وقت اس کے کاروبار کی رپورٹ کے دس جملوں میں سے صرف ایک جملہ صرف یہ ہوگا کہ —— "اگر کارخانہ کا مالک اپنی جگہ کسی نئے انسان کو نگراں مقرر کر کے ریٹائر ہو جاتا تو کارخانہ کی حالت بد سے بدتر نہ ہوتی جاتی"

اگر اس کے باوجود بھی کوئی ۵۰ سالہ ضدی انسان ایسا ہے جو اپنی ہنرمندی قوت اور قابلیت کے زعم میں آکر معاشی شغل سے جدا ہونے کے لئے تیار نہیں تو مجھے مجبوراً یہ تلخ و ناگوار حقیقت بتانی پڑے گی کہ جن لوگوں کے پاس زندہ رہنے کا کوئی مقصد نہیں ہوتا صرف وہی لوگ آخر دم تک روٹی پیدا کرنے کے ہنگامہ میں پھنسے رہتے ہیں —— کیا آپ ایسے ہی لوگوں میں شامل ہیں ؟ —— اگر ایسا ہے تو صاف صاف سن لیجئے کہ خواہ آپ دفتر میں ایک جابر حاکم - کاروباری انجمنوں میں ایک اہم لیڈر اور اپنے خاندان میں ایک بڑے پالنہار ہی کیوں نہ ہوں لیکن حقیقی زندگی میں آپ کی کوئی وقعت نہ ہو سکے گی - اصلی زندگی روٹی سے پہلے اور روٹی کے بعد واقع ہے۔ جیسے ہی آپ مجبور ہو کر ریٹائر ہوں گے اور تنہا سدھار جائیں گے دنیا کے لئے آپ غائب ہو جائیں گے - آپ کی تمام پونجی زندگی کا وہ پیچیدہ جال ہے جسے آپ کاروبار کہتے ہیں - اپنی شخصیت کو اہم بنانے کے لئے آپ معاشی زندگی کو اہم بنا رہے ہیں

آپ کی جگہ اسپتال ہے

پہلا قدم

زندگی کے آخری دور کی طیاری ابتدا ہی سے کرنی ہے آپ کو

اپنی چھٹی سالگرہ کے بعد ہی سے آپ اپنے اندر وہ مزاجی کیفیت پیدا کرنا شروع کر دیجئے جو ۵۵ سال کے بعد یعنی معاشی جد و جہد کو چھوڑنے پر ضروری ہے اگر آپ نے ایسا کیا تو بوڑھاپے میں داخل ہوتے وقت ایک جھٹکا سا آپ کو نہیں لگے گا اور آپ کو محسوس کبھی نہ ہوگا کہ کاروباری ہنگامہ سے کنارہ کش ہو کر آپ نے کوئی نئی زندگی شروع کی ہے

اس طیاری کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنے شب و روز میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر تنہائی میں اور خود اپنے فطری رجحان کے مطابق گزاریں- آپ اپنا بستر خود کرنا- اپنا کھانا خود پکانا- اپنا کمرہ خود صاف کرنا اور عام طور پر اپنا ذاتی کام خود کرنا سیکھئے- سب سے اہم یہ کہ خود اپنے دماغ سے سوچنا سیکھئے- آرام کیجئے- سکون و سنجیدگی کی مشق کیجئے- دوسرے لوگوں کی باتوں سے دق ہونا یا بھڑک اٹھنا چھوڑتے جائیے- جہاں تک ہو سکے دوسروں کے محتاج ہونے سے بچئے— اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کی زندگی کے آخری سال "بہترین سال" بن جائیں گے

افسوس یہ ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے والوں میں شاید ہی کوئی چھ برس کا ہو، بہر حال اگر آپ ۳۰ یا ۴۰ برس کی عمر رکھتے ہیں تو آپ کے لئے بھی اس کی گنجائش ہے کہ

آپ اپنے اندر معاشی زندگی کے بعد والی زندگی کی مزاجی کیفیت پیدا کر سکیں۔ اسکے لئے کیا طریقۂ کار ہونا چاہئے ؟۔ سنئے :۔

معاشی جدوجہد کے زمانہ کے بعد انسان کی زندگی جس مزاجی کیفیت کی ضرورت رکھتی ہے وہ بہت کچھ عظمت و قابلیت سے ملتی جلتی ہے۔ یہ مزاجی کیفیت کچھ لوگ اپنے ساتھ لیکر پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اسے حاصل کرتے ہیں اور کچھ لوگوں پر یہ زبردستی نازل ہوتی ہے

ان میں پہلی قسم کے انسان دُنیا میں سب سے زیادہ خوش نصیب ہیں۔ وہ مختلف قوتوں کے مالک اور بیک وقت مختلف چیزوں میں دلچسپی محسوس کرنے کے اہل ہوتے ہیں۔ وہ کبھی اپنے دماغ اور اپنے جسم سے حد سے زیادہ کام نہیں لیتے۔ غالباً ان میں فطری طور پر وہ جذبہ نہیں ہوتا جو انسان کو زندگی کے بڑے بڑے رتبے حاصل کرنے پر اُکساتا ہے۔ اس لئے یہ مبارک و خوش نصیب انسان شہرت کی تلاش میں خود کو ختم نہیں کرتے۔ بلکہ ایک مستقل۔ پُرسکون اور پُر لطف رفتار سے زندگی کے راستے پر بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ مشہور اور بڑے انسان مرتے ہیں اور مجسمے بن کر رہ جاتے ہیں لیکن یہ خوش نصیب لوگ ایک صدی کی عمر تک پہونچتے ہیں

تیسری قسم کے لوگ جن پر آخری زندگی کی مزاجی کیفیت زبردستی نازل ہوتی ہے ہمارے لئے مطالعہ کا ایک کافی اچھا سامان ہیں۔ آپ نے خود ایسے لوگوں کو بہت دیکھا ہوگا۔ کسی حادثہ یا کسی بیماری کا شکار ہو کر جب انسان کو اپنا کاروبار طویل مدت کے لئے چھوڑنا پڑتا ہے تو اُسے زبردستی یہ سیکھنا پڑتا ہے کہ اس طویل مدت میں جبکہ وہ خود کو بیکار محسوس کر رہا ہے اُسے کسی طرح اپنی زندگی کو خوشگوار و دلچسپ بنانا چاہئے۔ اس طرح یہ لوگ اپنی طویل فرصت کے زمانہ کو مفید و پر لطف بنانا سیکھ لیتے ہیں۔ بیماری سے اچھا ہونے کے بعد جب یہ لوگ پھر اپنی

کاروباری دنیا میں جاتے ہیں تو اپنا یہ زبردستی سیکھا ہوا سبق بھی ساتھ لیجاتے ہیں اور جب آخرکار زندگی کا آخری دور آتا ہے تو یہی سیکھا ہوا سبق اُن کے کام آتا ہے۔

ان کے بعد اب آپ دوسری قسم کے لوگوں کو لیجئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو معاشی زندگی کے بعد مزاجی کیفیت اپنی مرضی سے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں ذرا مفصل تجزیہ سے کام لینا ہوگا

ایک اوسط درجے کے انسان پر غور کیجئے۔ آپ خود اپنے اوپر غور کیجئے کیونکہ غالباً آپ خود ایک اوسط قسم کے انسان ہیں۔ فطرت نے آپ کو کچھ قوتیں عطا کیں۔ بچپن میں وہ قوتیں بے لگام تھیں۔ جوانی کے آغاز میں آپ نے اپنی ان قوتوں کو کسی معقول مقصد کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ ایک پیشہ یا شغل کا انتخاب کیا اور آپ اس میں لگ گئے۔ پیشے میں ترقی ہوئی اور اس کے ساتھ ہی آپ خود کو ایک اہم انسان سمجھنے لگے۔ ہر کامیابی آپ کی نظر میں آپ کی اہمیت کو بڑھاتی چلی گئی۔ کاروبار میں ترقی ہوتے ہی دوسرے لوگوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اس مقابلہ نے آپ میں اور بھی زیادہ اپنی اہمیت کا احساس بڑھایا کیونکہ اپنے حریفوں کو نیچا دکھا کر آپ نے سمجھا کہ مقابلہ میں بہترین آدمی ہی فتح پاتا ہے اور اس لئے آپ بہترین آدمی ہیں۔ جانتے ہیں آپ کہ آپ کی اس پوری جدوجہد کی تہ میں کون سا جذبہ کام کر رہا ہے؟۔ سُنئے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کو ابتدائے شباب ہی میں اقتدار و طاقت کا ذائقہ معلوم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد جس قدر زیادہ اقتدار آپ نے حاصل کیا اتنی ہی زیادہ اسکی ہوس بڑھتی گئی۔ آپ کو معلوم نہیں تھا کہ اقتدار و طاقت کی ہوس انسان کی فطرت کی سب سے زیادہ خطرناک و خوفناک چیز ہے۔ یہ ہوس فرعون کو خدا بنا سکھاتی ہے۔ ہٹلر کو سارے یورپ کی تباہی پر آمادہ کرتی ہے۔ اس ہوس کے اشارے پر انسان پہلے ایک لاکھ روپیہ پانے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اس کے بعد دو لاکھ۔ تین لاکھ

تین لاکھ۔ چار لاکھ۔ پانچ لاکھ۔۔۔ یہاں تک کہ لکھ پتی مر جاتا ہے اور اس کے سارے "جمع کئے ہوئے لاکھ" رہ جاتے ہیں

اپنی قوت زندگی کو ختم کر کے اقتدار و طاقت حاصل کرنے کا یہ طریقہ بہت جلد کچھ عادتیں پیدا کر دیتا ہے ۔۔۔ محنت کی عادتیں ۔ لوگوں پر حکومت کرنے کی عادتیں ۔ حد سے زیادہ وقت تک مصروف رہنے کی عادتیں ۔ جھوٹ کی عادتیں ۔ چالبازی کی عادتیں ۔ لڑنے کی عادتیں ۔۔۔ عادتیں ۔ عادتیں ۔ عادتیں !!۔۔ اس طرح ساری زندگی ایک عادت بن جاتی ہے ۔ گویا آپ کی زندگی وہ نہیں رہتی جو فطرت نے دی تھی بلکہ ایک مستعار اور مصنوعی زندگی بن جاتی ہے ۔ ہر کامیاب کاروباری انسان ۱۰ فی صدی "فطرت" ہے اور ۹۰ فی صدی "عادت" ۔۔ عادتوں کا بنا ہوا یہ انسان اپنے کاروبار کے لئے خود کو بے حد اہم بلکہ ناگزیر سمجھنے لگتا ہے ۔ اس قسم کا ایک تاجر ایک افسر ۔ ایک منیجر ۔ ایک مدرس ۔ ایک ماں اور ایک باپ یہ یقین رکھتا ہے کہ اپنے اپنے کام میں وہ اس قدر قابل ہے کہ اس کے بغیر وہ کام چل ہی نہیں سکتا ۔ حالانکہ اگر واقعی اس کے بغیر وہ کام نہیں چل سکتا تو یہ بات اس شخص کی قابلیت کی دلیل نہیں بلکہ نااہلیت کا ثبوت ہے ۔ اگر وہ قابل و اہل ہوتا تو اس کام کے نظام کو اس طرح قایم کرتا کہ اس کی غیر موجودگی میں بھی کام بدستور خوبی کے ساتھ جاری رہ سکے ۔ جس تاجر ۔ افسر ۔ منیجر اور مدرس نے اپنے ماتحتوں کو یہ نہیں سکھایا کہ وہ کسی وقت اس کی عدم موجودگی میں اس کی کمی پوری کر سکیں تو وہ یقیناً اپنے کام کے لئے نااہل ہے ۔ جن والدین نے اپنے بچوں کو خود اپنے سہارے چلنا نہیں بتلایا وہ نااہل ہیں

یاد رکھیے کہ ہر ایک عادت ایک بار بننے کے بعد ایک آزاد و مطلق العنان بادشاہ بننے کی کوشش کرتی ہے ۔ وہ دماغ کو سوچنے کی اجازت نہیں دیتی ۔ وہ انسان کے لئے زندہ نہیں رہتی بلکہ انسان اس کے لئے زندہ رہتا ہے ۔ ایک عادت اپنے خلاف

کسی دوسری عادت کو بھی برداشت نہیں کرتی - سب سے پہلے عادتوں کے اس اقتدار کو توڑنے کی ضرورت ہے - اس لحاظ سے یقیناً وہ بلکہ ایک عقلمند عورت تھی جو ہر صبح اُٹھ کر چھ ناممکن چیزوں کا تصور کیا کرتی تھی - اس سے بھی زیادہ عقلمند ولیم جیمیس تھا جو کہ ہر روز کم از کم ایک کام ایسا کرتا تھا جو اس کی تمام عادتوں کے خلاف ہوتا تھا اگر آپ بھی خلاف عادت باتیں کرنی شروع کریں تو ابتدا میں آپ کی عادتوں کی صدائے احتجاج بہت بلند ہو گی لیکن رفتہ رفتہ یہ کمزور پڑتی چلی جائے گی

ہر معمولی جسم و دماغ کا انسان عادتوں کی ایک بڑی تعداد رکھتا ہے - وہ سمجھتا ہے کہ اُسے کسی خاص کام کے جس طریقہ سے کرنے کی عادت ہے وہی طریقہ سب سے اچھا اور مناسب ہے اور اس کے خلاف تمام طریقے نا ممکن - لغو - احمقانہ - مجرمانہ اور گنہ گارانہ ہیں - چنانچہ مغربی نظموں کے بوس و کنار کے مناظر سے ایک ہندوستانی شخص منہ پھیر لیتا ہے اور ہندوستانی نظموں کے عشقیہ گانوں کی بھرمار ایک مغربی تماشائی کو بیہودہ معلوم ہوتی ہے - بالکل اسی طرح ہم اپنے معاشی کام اور اس میں کامیابی کے عادی ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ اسی طریقہ سے کام کرنے پر قایم رہنا چاہتے ہیں - کام کرنا اچھا ضرور ہے لیکن کام کے ایک ہی طریقے پر پورے استقلال سے ہمیشہ ہمیشہ قایم رہنا اچھا نہیں - زندگی ہر قدم پر بدلتی جاتی ہے اس لئے زندگی کے مختلف زمانوں میں کام کے طریقے بھی بدلنا ضروری ہیں - کام کے پرانے طریقوں میں تبدیلی کرنے کے لئے آپ کو اپنی عادتوں سے جنگ کرنا پڑے گی - اس لئے زندگی کی بدلتی ہوئی فضا کا ساتھ دینے کے لئے ہم کو اپنے کام کے طریقوں کو بدلنا پڑے گا اور ان طریقوں کو بدلنے کے لئے ہمیں اپنی عادتوں کی طاقت کو توڑنا پڑے گا

لیکن عادتوں کی طاقت کو ایک دم سے توڑنا دشوار ہی نہیں بلکہ نقصان دہ بھی ہے - آپ ۵۵ سال کے بعد اچانک اپنی تمام عادتوں کو ختم نہیں کر سکتے - عادت

ایک تیز رفتار "طوفانی میل" ہے۔ اس کو ایک دم روکنے سے تباہی ضروری ہے۔ اس لئے رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ اس گاڑی کو بریک لگانے کی ضرورت ہے۔ یعنی زندگی میں بہت پہلے ہی آخری دور کی طیاری شروع کر دیجئے۔ اگر آپ سات برس کی عمر سے یہ طیاری شروع نہیں کر سکے تو ۲۰ برس کی عمر میں سہی۔ ۲۰ برس میں نہیں تو ۳۰ برس میں سہی

اس طیاری کو شروع کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی تمام عادتوں اور طریقوں پر زبردست تنقید شروع کیجئے۔ جو دلایل آپ اُن لوگوں کے خلاف پیش کرتے ہیں جو آپ کو معاشی زندگی کے چھوڑنے کا مشورہ دے رہے ہیں اُن تمام دلایل کی ایک فہرست بنائیے اور اپنے بدترین دشمن سے مشورہ لیکر اپنے ان دلایل کی تردید میں خود نئے دلایل سوچئے

اس کے بعد آپ کا دوسرا قدم یہ ہے کہ آپ روزانہ کم از کم ایک عادت کو توڑئے۔ یہ کام آپ پہلے بالکل معمولی اور سادہ عادتوں سے شروع کیجئے۔ اور پُرانی اور بڑی عادتوں کی طرف بڑھتے جائیے۔ مثلاً روزانہ ایک نئے راستہ سے جانا خواہ اس میں کچھ دقت اور طوالت ہو۔ اس کے بعد ہر مرتبہ نئے ہوٹل میں چائے پینا۔ پھر ناپسندیدہ غذائیں کھانا۔ پسند کے خلاف کتابیں پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ چند سال کے بعد اس طرح پُرانی عادتوں کا قلع قمع ہو جائے گا اور آپ جو مصنوعی زندگی بسر کر رہے تھے اس سے آپ کو نجات مل جائے گی

علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اُن چار خوفناک قسم کے بوڑھے لوگوں کی زندگی پر غور و خوض کریں جن کا تذکرہ سابقہ سطور میں ہو چکا ہے اور اُن غلطیوں سے بچنے کی کوشش کریں جن کی وجہ سے وہ لوگ معاشی جدوجہد ہی میں اپنی تمام قوتیں برباد کر بیٹھے

ان امور کے ساتھ ساتھ تعطیل یا آرام کے وقفہ کا اصول بھی بہت اہم ہے اس اصول پر عمل کرنے سے زندگی کے آخری دور کی ذہنیت و مزاجی کیفیت بڑی خوبی سے آپ کے اندر پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ کی عمر جس قدر اجازت دے اتنی ہی بڑی تعداد میں آرام کے چھوٹے چھوٹے وقفے حاصل کیجئے۔ سرسری طور پر ۵۰ سال کی زندگی میں انسان کو ایک لاکھ ایسے وقفے حاصل کرنے چاہئیں۔ یہ تعداد مختلف لوگوں کیلئے مختلف ہو سکتی ہے مگر اصول یہی ہے کہ جس قدر زیادہ عمر بڑھتی جائے آرام کے وقفے اتنی ہی زیادہ تعداد میں ہوں۔ زندگی کے ابتدائی ۴۰ سال میں ان وقفوں کی تعداد کم ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن ۴۰ سال کے بعد ایک دن میں آرام کے ۴ وقفے ہونے چاہئیں جن کی مجموعی مقدار ۸ گھنٹے ہو۔ ان چار وقفوں میں سے ایک وقفہ ۲ گھنٹے کا مکمل نیند کے لئے ہونا چاہئے اور باقی تین وقفوں میں انسان اپنی پسند سے اپنی دلچسپی کا کوئی کام کر سکتا ہے۔ آرام کے وقفوں کو آپ جسقدر زیادہ مکمل طور پر استعمال کریں گے زندگی کی جد و جہد کے لئے آپ اتنے ہی زیادہ تازہ دم ہو جائیں گے۔ چھ گھنٹے کی مجموعی مقدار کے اندر اندر آرام کے وقفوں کی تعداد جتنی زیادہ ہو گی اتنا ہی بہتر ہے لیکن واضح رہے کہ آرام کا کوئی ایک وقفہ ایک یا دو گھنٹے سے جس قدر زیادہ طویل ہو گا اتنا ہی خراب بھی ہے۔ کام کی طویل مدت اور آرام کی طویل مدت یہ دونوں چیزیں نقصان دہ ہیں اور اب سے نصف صدی قبل کی پیداوار ہیں۔ آرام کا طویل وقفہ بہت کچھ نقصان کا سبب ہو سکتا ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو بہت دنوں تک اسپتال میں پڑے رہنے کے بعد آرام طلب بن گئے۔ اسلئے چند مریضوں اور خصوصاً دق کے مریضوں کے علاوہ آرام کے مختصر وقفے تمام انسانوں کے لئے طویل وقفوں سے زیادہ مفید ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ انسان کی عمر جس قدر زیادہ طویل ہوتی جاتی ہے اس کو محنت کے بعد تازہ دم ہونے کے لئے

اُسی قدر طویل آرام کی ضرورت ہوتی ہے لیکن یہ قانون صرف ایسی محنت پر صادق آتا ہے جس میں انسان کو اچانک ایک بڑی کوشش کرنی پڑی ہو۔ بیشتر بوڑھے لوگ آہستہ آہستہ دن بھر اتنی ہی آسانی سے چل سکتے ہیں جتنی کہ ۲۰ برس کی عمر میں چل سکتے تھے لیکن اچانک دوڑنے میں ان کا دم پھول جاتا ہے

۵۵ سال کے بعد کی کامیاب زندگی ایک ایسی مزاجی و ذہنی کیفیت چاہتی ہے کہ انسان اپنے کام میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں آرام کے وقفے پیدا کر سکے۔ اگر آپ کے اندر قدرتی طور پر یہ اہلیت نہیں ہے تو اس کو عادت کی طرح پیدا کرنا ہوگا۔ ۵۵ سال کی عمر میں اچانک تمام کام کو روک کر انسان کامیاب و بہترین سال نہیں پا سکتا۔ ۱۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہوئی گاڑی ایک دم نہیں روکی جا سکتی۔ آخری زندگی میں کام کو بالکل روک دینے کے لئے ہمیں کام کو روکنے کی مشق بہت پہلے سے شروع کرنی پڑے گی اور اس مشق کے لئے آرام کے چھوٹے چھوٹے وقفے بہترین ذریعہ ہیں

اگر آپ اسکول کے نوعمر طالب علم ہیں تو آرام کے وقفوں کا کرشمہ آپ نے خوب سمجھ لیا ہوگا۔ اپنے استاد کی زندگی پر غور کیجئے۔ وہ اس کی بہترین مثال ہے تعلیم کے محکمے میں آرام کے وقفے شاید سب سے زیادہ ملتے ہیں اور اس لئے ایک مدرس کو اپنی آخری زندگی بسر کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی مشق کا موقع اسی دن سے ملنا شروع ہو جاتا ہے جس دن وہ کام شروع کرتا ہے۔ یقیناً مدرس اپنی زندگی کے آخری بہترین سال ضرور پائے گا۔ وہ عمر بھر اسی کی مشق کرتا رہا ہے ——— آپ بھی کیوں نہ ایسا ہی کریں؟

۵۵ سال کے بعد کی زندگی کی صلاحیت و مزاجی کیفیت پیدا کرنے میں اسکول کے استاد وش کے بعد دوسرا نمبر عورتوں کا ہے۔ ان کو بھی بہت پہلے سے زندگی کے

آخری دور کی تیاری اور مشق کا موقع ملتا ہے۔معمولی آمدنی والے خاندان میں عورت کو بچوں کی پرورش سے لیکر باورچی خانہ تک سیکڑوں مختلف کام روز کرنے پڑتے ہیں۔ مالدار خاندانوں میں بھی عورت صبح سے شام تک مختلف مشاغل میں مصروف رہتی ہے۔اس طرح عورت کو درمیان میں بہت سے وقفے ملجاتے ہیں۔علاوہ ازیں اپنے بچوں پر حکومت نہ کرسکنے کا احساس ایک مرد کو تو اُسوقت اچانک ہوتا ہے جبکہ وہ بوڑھا ہوتا ہے لیکن ایک عورت کو بہت پہلے اور رفتہ رفتہ ہوتا رہتا ہے کیونکہ وہ مرد کی بہ نسبت اپنی اولاد کے ساتھ زیادہ رہتی ہے

ان عورتوں کا حال جن کی زندگی بغیر شادی کے گزری ہے شادی شدہ عورتوں سے مختلف ضرور ہے لیکن پھر بھی ایک مرد کے مقابلہ میں ان کو زندگی کے آخری دور کی مزاجی کیفیت پیدا کرنا زیادہ سہل ہوتا ہے۔اس لئے عورتیں عموماً اس معاملہ میں زیادہ خوش قسمت واقع ہوئی ہیں۔لیکن اگر وہ اپنی جنسی امتیازی خصوصیت کو چھوڑ کر مرد کے دوش بدوش مرد کی طرح دُنیا میں کام کرنا چاہتی ہیں تو پھر ان کو بھی وہی کرنا چاہئے جو مرد کے واسطے سابقہ سطور میں تجویز کیا گیا ہے

ایک مہلک غلطی

۶۰ سال کے ایک کامیاب انسان کی زندگی پر غور کیجئے۔

اُس نے پوری نصف صدی تک دولت حاصل کرنے کے لئے محنت کی ہے فارغ البالی۔ شہرت۔ کامیابی یہ سب کچھ اسے نصیب ہیں۔ ۵۵ سال کے بعد وہ اپنی کاروباری جدو جہد کو ترک کر کے زندگی کے آخری دور سے پوری طرح لطف و مسرت حاصل کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اور اس کے لئے وہ جو طریقہ اختیار کرتا ہے یہ ہے :۔

وہ اپنی گزشتہ زندگی کی اُن تمام چیزوں کو از سرنو شروع کر دیتا ہے جو پہلے اُس کی لطف و مسرت کا سبب رہ چکی ہیں۔ گزشتہ زندگی کے مشاغل کھیل کود تفریحات۔ پُرانے دوستوں کی صحبتیں۔ گزشتہ زمانہ کی یادگاریں۔ ماضی کے سیر و تفریح کے مقامات۔ بچپن اور جوانی کے پسندیدہ لباس۔ کتابیں۔ طور طریقے ۔ وہ ان سب کی طرف ساٹھویں سالگرہ کے بعد پھر پوری توجہ سے مائل ہوتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ زندگی میں جتنی اچھی اور پُر لطف باتیں ممکن ہوسکتی ہیں وہ سب گزری ہوئی عمر کے ساتھ چلی گئی ہیں اس لئے اب مستقبل کو مسرور بنانے کے لئے ان گزشتہ چیزوں کو پھر واپس لانا چاہیئے

یہ ایک بڑی مہلک غلطی ہے !

۶۰ سال کے بعد پھر ۲۰ سال۔ ۳۰ سال۔ ۴۰ سال کی زندگی بسر کرنے کی کوشش اپنی قدیم عادتوں کی غلامی کو برقرار رکھنا ہے اور خطرناک بھی ہے۔ زندگی کے آخری دور کو بہترین بنانے کا یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ آپ کمسنی اور جوانی کے تمام پرلطف مشاغل کو واپس کھینچ لانے کی کوشش کریں۔ ایسا کرنے کے معنے یہ ہوں گے کہ ساٹھویں سالگرہ کے بعد آپ اپنی زندگی کو اُلٹے پاؤں واپس ڈھکیلنا شروع کر رہے ہیں اور زندگی کی گنگا کو اُلٹا بہانے کی کوشش کرتے ہیں۔ زندگی صرف ایک ہی طرف چلنا جانتی ہے۔ یعنی آگے کی طرف!۔ اسے پیچھے کی طرف ڈھکیلنا تباہی کو دعوت دینا ہے۔ آپ زندگی کی گاڑی کو پیچھے ڈھکیلتے ہیں اور وقت آگے کی طرف۔ اس کشمکش کا نتیجہ اس غریب گاڑی کے لئے کیا ہوگا؟ ــــ ماضی کو واپس لانے کی کوشش آپ کو مستقبل کھا جائے گی

اس قسم کی کوشش کرنے والے لوگ دراصل ایسا اس مغالطہ کی وجہ سے کرتے ہیں کہ اُن کے عقیدے میں زندگی کا بہترین حصہ ان کا ماضی ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دیکھنے۔ سننے۔ کھانے پینے۔ اور لطف و مسرت حاصل کرنے کی جس قدر چیزیں دنیا میں انسان کے لئے ممکن ہوسکتی ہیں وہ سب ساٹھویں سالگرہ سے پہلے کی زندگی ہی میں شامل ہیں۔ لیکن اگر ذرا سا بھی غور کیا جائے تو قدیم زمانہ کا یہ خیال بالکل لغو معلوم ہوگا "بچپن اور جوانی انسان کی زندگی کی بہاریں ہیں" اس قدیم مہمل عقیدے نے انسانوں کی ذہنیت کو ایک بڑا زہریلا دھوکا دیا ہے۔ زندگی کے ہر دور کی مسرتیں اور نعمتیں مختلف ہیں اور اپنی اپنی جگہ کوئی بھی دوسری سے زیادہ کم نہیں۔ کائنات میں ایسی اچھی چیزیں گنتی میں کتنی ہیں جو انسان کو صرف ۵۵ سال سے پیشتر نصیب ہوتی ہیں؟ اس کے جواب کے لئے اگر آپ کاغذ پر ایک ہندسہ لکھیں اور اس کے بائیں طرف دس لاکھ صفر بنا کر آخر میں اعشاریہ کی علامت لگا دیں تو تب بھی شاید جواب ایک مبالغہ ہی ہوگا ــــ اس لئے آج جبکہ اُٹھی زمانہ کا آغاز ہو چکا ہے ہم کو

اس بے بنیاد قدیم عقیدے سے آزاد ہو جانا چاہئے کہ زندگی کی تمام اچھی اچھی چیزیں پچاسویں سالگرہ سے پہلے ہی آتی ہیں۔ اور ایک بوڑھے انسان کی زندگی کا بہترین حصہ اس کا ماضی ہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ زندگی کی بہت سی اچھی چیزیں ایسی ہیں جن کو ہم پچاسویں سالگرہ سے پہلے کی زندگی میں حاصل نہ کر سکے۔ بچپن میں اور جوانی میں ہمارے اندر بہت سے ایسے کاموں کے کرنے کی خواہش پیدا ہوئی تھی جن کو حالات سے مجبور ہو کر ہمیں ترک کرنا اور بھول جانا پڑا اور ان کاموں سے ہمیں جو مسرتیں اور کامیابیاں مل سکتی تھیں وہ نہ مل سکیں۔ کیا اگر ۵۵ سال کے بعد پھر ان بھولی ہوئی باتوں اور ترک کئے ہوئے رجحانات کو اختیار کیا جائے تو زندگی کی نئی مسرتیں اور شاید زیادہ بڑی مسرتیں نہیں مل سکتیں؟۔ یقیناً مل سکتی ہیں اور اس کے ثبوت میں ایسے بہت سے بوڑھے انسانوں کو پیش کیا جا سکتا ہے جنھوں نے ابتدائی زندگی کی ترک کردہ راہوں کو بالکل نئے طریقہ پہ اختیار کر کے بڑی شاندار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس لئے آپ جو کام ۵۵ سال سے پہلے نہیں کر سکے وہی اب کرنے کی کوشش کیجئے۔ ماضی کے کئے ہوئے کام اب واپس نہیں آ سکتے۔ لیکن زندگی صرف اُن تک ہی محدود نہیں۔ ماضی کے نہ کئے ہوئے کاموں میں آپ کے بہت سے دبے ہوئے ارادے اور آپ کی بہت سی چھپی ہوئی قوتیں بیکار پڑی ہیں۔ گرینڈما موزز ایک کسان عورت تھی۔ ۸۰ برس تک ایک کسان کی زندگی بسر کرنے کے بعد اس نے معاشی جدوجہد کو چھوڑ دیا اور مصوری شروع کی مصوری کی قابلیت اس کے اندر ۷۸ برس تک پڑی سوتی رہی، لیکن اب وہ ابھر کر بھڑکی اور گرینڈما موزز نے اس کے ذریعہ اس قدر شہرت و دولت پیدا کی جو گزشتہ پوری زندگی میں نہ کما سکی تھی۔ ان امور کے تحت یہ امر یاد رکھئے کہ زندگی کے آخری "بہترین سال" کو بہترین بنانے کا طریقہ یہ نہیں کہ ماضی کو واپس لایا جائے یا یہ سمجھ لیا جائے کہ زندگی کی ساری نعمتیں ۵۰ سال سے پہلے واقع ہیں۔ جو کچھ آپ ۵۵ سال کی عمر سے پہلے نہیں کر سکے اسے اب شروع کر دیجئے۔ جو چیز آپ کو بظاہر ناممکن محسوس ہوتی ہو اسی کو آزمائیے۔ یہ زمانہ ناممکن چیزوں کا زمانہ ہے۔

چند قیمتی راز

وہ انسان دانشمند ضرور تھا جس نے سب سے پہلے یہ کہا کہ "تنوع یا تبدیلی زندگی کی لذت ہے"

لیکن وہ زندگی کو نہیں جانتا تھا

تنوع یا تبدیلی زندگی کی لذت نہیں بلکہ زندگی کی غذا ہے۔ زندگی کی زندگی ہے۔ دُنیا کی ساری نفسیات۔ تمام تاریخ۔ سارے تجربات اس کے شاہد ہیں۔ ہر مزدور۔ ہر کلرک اور کارخانہ کا ہر ایک منتظم اس اصول کا گواہ ہے

زندگی کے آخری بہترین برسوں کو کسی ایک ہی شغل میں گزارتے چلے جایئے آپ کی قبر خود اپنے ہاتھوں طیار ہو جائے گی۔ ہر کام کو دن کے صرف ایک جزوی وقت کے لئے کرنا بہترین طریقہ کار ہے۔ تغیر و تبدیلی زمانہ کا قانون ہے۔ آپ کے دن کا بھی یہی اصول ہونا چاہئے اور رات کا بھی ۔۔ بہترین گہری نیند سونے والے لوگ وہ ہیں جو ہر ۱۵ منٹ بعد کروٹ بدلتے رہتے ہیں۔ ایک مہیب گرے ہوئے درخت کی طرح سونے والا انسان ڈاکٹروں کو پریشان کرتا ہے

اس لئے زندگی کا یہ سنہرا اصول یاد رکھئے۔ ہر کام صرف ایک خاص وقت تک کام رہتا ہے۔ دن بھر صرف ایک ہی کام میں ختم نہ کر دیجئے بلکہ دن کے اوقات کو مختلف کاموں پر تقسیم کر کے ہر کام کو جزوی وقت تک کیجئے۔ ۵۵ سال کی عمر کے

بعد یہ اصول زندگی کو بہترین طور پر دلچسپ بنا سکتا ہے۔ کھیل اور تفریح ۔ کتابوں کا مطالعہ ۔ سیر و تماشا ۔ علوم اور سائنس کا شغف ۔ ایجادات کا شوق ۔ سیاسیات کی سرگرمیاں وغیرہ وغیرہ سے ان میں سے آپ جو کام بھی کریں وہ صرف ایک محدود حصۂ وقت تک کریں ۔ اگر آپ مالی حالت کو سنبھالنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنے پر مجبور ہیں تو یہ کام بھی ایک محدود حصۂ وقت کے لئے کیجئے ۔ تنوع ۔ تبدیلی ۔ تنوع ۔ تبدیلی ۔ ان الفاظ کو اپنے ذہن پر ثبت کر لیجئے ۔ زندگی کے آخری دور کی بہاریں بہت کچھ ان ہی الفاظ میں پوشیدہ ہیں ۔ یکسانیت سے زندگی پر اوس گر تی ہے ۔ لاکھوں انسان ایسے ہیں جو صرف ایک ہی کام بار بار کرتے رہنے کی وجہ سے مر گئے ۔ کسی کام کو حد سے زیادہ بار بار دہرانا اس کی دلچسپی کو ختم کر دیتا ہے ۔۔ دلچسپی ختم ہونے سے کام کا فطری جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور کام ایک عذاب بن جاتا ہے ۔ پھر ایسے عذاب میں انسان کتنے دن جی سکتا ہے ؟ اس عذاب کا علاج ہے تنوع اور تبدیلی ۔ کام کی تبدیلی ۔ مشاغل کا تنوع ۔

اگر آپ ۵۵ سال سے آگے بڑھ چکے ہیں تو اپنے نئے دورِ حیات میں تفریح اور کھیل کا وقت ضرور بچائیے ۔ کھیل کے لئے کتنا وقت ہونا چاہیئے یہ بات خود آپ پر منحصر ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ خود کام ہی میں کھیل کا لطف آپ کو ملتا ہو ۔ یا صرف تھوڑی دیر کا کھیل کافی ہو ۔ یا پھر کچھ زیادہ وقت کی ضرورت ہو ۔ بہر حال اس کا فیصلہ آپ خود ہی بہتر کر سکتے ہیں ۔ لیکن اس موقع پر ایک زبردست خطرہ سے آگاہ کر دینا ضروری ہے ۔ اس کھیل اور تفریح کا مقصد از سرِ نو جوان بننا ہرگز نہیں ۔ ستر اسی سال کے بہت سے بوڑھے لوگوں کو آپ نے ایسے کھیلوں میں پوری تندہی اور لطف کے ساتھ شریک ہوتے دیکھا ہو گا جو جوانی کے لئے موزوں ہیں ۔ ان بوڑھے ہشاش بشاش لوگوں کو دیکھ کر ہی شاید کسی گمراہ کن فلسفی نے یہ کہہ دیا کہ

انسان دراصل اسی قدر بوڑھا ہوتا ہے جس قدر کہ اس کے مقاصد و خیالات --- اور جب انسان اپنی جوانی کے مقاصد و خیالات کو بھولنے لگتا ہے تو اسی وقت وہ بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے - یہ عقیدہ بظاہر بہت صحیح اور دلفریب محسوس ہوتا ہے لیکن دراصل ایک بڑی غلط فہمی پر قایم ہے - زمانۂ شباب کے مقاصد و خیالات خود نوجوانوں کے اپنے ذاتی مقاصد و خیالات بہت کم ہوتے ہیں - مقاصد و خیالات دراصل والدین اور اساتذہ عطا کرتے ہیں جو خود نوجوان نہیں ہوتے جوانی کے پاس خود کوئی اپنا مثالی مقصد نہیں ہوتا - جو بوڑھے لوگ شاداں اور جوانوں کی طرح کھیل کود میں مصروف ہیں وہ اپنی جوانی کے مقاصد کی پیروی نہیں کر رہے ہیں - یہ ان کے والدین و اساتذہ کی تعلیم کا نتیجہ ہے

کاہلی کی زندگی ایک موت ضرور ہے لیکن چند خوش قسمت بوڑھوں کو دیکھکر آپ خود جوانوں کی طرح ہمہ تن مصروف ہونے کی کوشش نہ کیجئے - کھیل اور تفریح کے جو طریقے کچھ لوگوں کو مناسب ہو سکتے ہیں وہ دوسروں کے واسطے تجہیز و تکفین کا سامان بن سکتے ہیں - ۵۵ سال کے انسانوں میں سے بیشتر لوگ صرف ہلکی قسم کی تفریحات کے لئے موزوں ہیں

موجودہ نسل کے لئے ایک افسوسناک امر ہے یہ کہ ہم میں سے بیشتر لوگ اپنی ٹانگوں سے چلنا بھول گئے ہیں - موٹروں - سائیکلوں اور طرح طرح کی گاڑیوں کے وجود نے انسان کو اپاہج بنانا شروع کر دیا ہے اور چہل قدمی کرنے کے زریں اصول کو ہم بھولتے جا رہے ہیں - چہل قدمی سب سے زیادہ سستا کھیل ہے اور غالباً سب سے زیادہ مکمل کھیل --- چہل قدمی کے دوران میں انسان ہر قدم پر پوری طرح آزاد ہے - وہ جو کچھ کرتا ہے صرف اس لئے کرتا ہے کہ وہ ایسا کرنا چاہتا ہے - کیا یہ مکمل کھیل نہیں ؟

اگر ایک طویل چہل قدمی بھی آپ کے جسم کی کمزوری پر بار ہوتی ہے تو چند سنجیدہ و معقول کھیل آپ کے لئے موجود ہیں۔ فوج کے ایک پنشن یافتہ جنرل کی کہانی سنئے:۔ دُنیا کی دو بڑی جنگوں میں لڑنے کے بعد وہ صحیح و سلامت واپس آیا۔ اب اس کا کھیل یہ ہے کہ اپنی خراد کی مشین پر مختلف پُرزے اور چیزیں بناتا ہے مثلاً بٹن۔ مشین کے معمولی پُرزے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اپنا سارا وقت وہ اسی ایک شغل میں ختم نہیں کر دیتا۔ وہ اتنا بیوقوف نہیں۔ وہ ہر کام کو ایک محدود وقت تک کرنے کا راز خوب سمجھتا ہے۔ اس لئے اس کے دیگر مشاغل بھی ہیں۔ مثلاً مطالعۂ کتب۔ مضمون نگاری۔ دوستوں سے ملاقاتیں۔ ہمسایہ لوگوں کے بچوں کو پڑھانا وغیرہ

تفریح کا ایک اور شغل موسیقی بھی ہے۔ ۵۵ سال کی عمر کے بعد اور موسیقی کا سبق؟۔۔ ہاں۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بہت سے ۵۵ سالہ لوگوں نے اس کی کوشش کی اور کامیاب ہوئے۔ آپ گا نہیں سکتے تو مختلف سازوں کو بجانا سیکھ سکتے ہیں۔ موسیقی بہر صورت روح کی غذا ہے

اس کے بعد سفر و سیاحت کی باری ہے۔ لیکن بہترین سفر و سیاحت وہی ہے جو جزوی وقت کے لئے کیا جائے۔ ڈاکٹروں کا قول ہے کہ دنیا میں بیماریاں نہیں صرف بیمار ہیں۔ مقنن کہتے ہیں کہ دُنیا میں قوانین نہیں بلکہ صرف وکلاء ہیں۔ یہی حال سفر و سیاحت کا بھی ہے۔ سیاحت و سفر کچھ چیز نہیں۔ صرف سیاح ہیں۔ اسلئے سفر و سیاحت کو اچھا یا بُرا کہنے کے معنی سیاحوں کو بُرا یا اچھا کہنا ہے۔ تھوریو کے نزدیک سفر و سیاحت ایک حماقت ہے۔ موجودہ زمانہ میں یہ حماقت اور بھی زیادہ بڑی حماقت بن گئی ہے۔ سفر و سیاحت بہت سے اخلاقی بزدلوں کی پناہ گاہ بن گئی ہے۔ جن کو کھلم کھلا شراب نوشی۔ بدکاری۔ قمار بازی اور دیگر گناہوں کی ہمت

اپنے گھر اور وطن میں میسر نہیں وہ سفر و سیاحت میں ان ارمانوں کو پورا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو سیاحت سے کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ ایک احمق انسان چاند سورج تک سفر کرنے کے بعد بھی احمق ہی رہے گا۔ سیاحت آپ کو وہی چیزیں دے سکتی ہے جو آپ اس سے لینا چاہیں

موجودہ اٹیمی زمانہ نے سفر و سیاحت کے مقصد میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ آپ اپنی زندگی کے ۵۵ برس بسر کرنے کے بعد اس زمانہ کے مسایل سے کافی واقفیت کا موقع پا چکے ہیں۔ دُنیا کی دو عالمگیر لڑائیوں سے آپ گزر چکے ہیں اور آپ کو یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ دُنیا کے مصائب کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ دُنیا والے عام طور پر دنیا کو نہیں جانتے ہیں۔ نا واقفیت ہی خوف کا دوسرا نام ہے۔ ممالک کا درمیانی باہمی خوف و شبہ موجودہ سیاسی و معاشی مصائب کا ذمہ دار ہے۔ روس اور امریکہ کی باہمی دوستی کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ دونوں ملکوں کے باشندے ایک دوسرے کے ملک کی سیاحت کریں۔ دنیا کے مختلف انسانوں کے گھروں میں کیا ہو رہا ہے؟ زندگی صحراؤں۔ جنگلوں اور نخلستانوں کے آغوش میں کیسے گزر رہی ہے؟۔ دُنیا کی مختلف قومیں کن مقامات میں کیسے پرورش پا رہی ہیں؟۔ کیا یہ پوری دنیا ایک ہی دنیا ہے یا محض انتشار ہی انتشار ہے؟۔ یہ ہیں وہ مقاصد جو اٹیمی زمانہ نے ایک متفکر سیاح کے لئے پیش کئے ہیں اور ان سے سیر و سیاحت کے جذبے میں ایک ایسا خلوص پیدا کر دیا ہے جو پہلے کسی صدی میں نہ تھا۔ سفر زندگی کے کاروبار کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ سیر و سیاحت اب امراء کی عیش و عشرت کا ایک سرچشمہ اور زندگی سے اکتائے ہوئے لوگوں کی جائے پناہ نہیں۔ اب انسانوں کے لئے حروف اور ہندسوں کے بعد اگر تعلیم کی کوئی اہم شے ہے تو وہ سفر و سیاحت ہے

رہا سفر و سیاحت کے ذرائع کا سوال تو غالباً ۵۵ سالہ انسانوں کو اس

معاملہ پر کچھ زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ سفر و سیاحت کے ذرائع میں جو انقلاب ہو رہا ہے اور ہونیوالا ہے اس کے مدنظر یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ ساری دنیا آپ کے قدموں میں آرہی ہے اور سفر کرنا سفر نہ کرنے سے زیادہ سستا ہو رہا ہے۔ موٹریں ٹرینیں۔ کشتیاں۔ بحری جہاز ایک حیرتناک اور انتہائی سستے طور پر سیر و سیاحت کو آسان بنا رہے ہیں۔ ہوائی جہازوں کا پوچھنا ہی بیکار ہے۔ اٹیمی زمانہ میں انکی ترقی کی دوڑ اس قدر تیز ہے کہ یہاں جو کچھ لکھا جائے گا وہ قارئین تک پہونچتے پہونچتے پرانا ہو جائے گا۔ لمبے فاصلے۔ چھوٹے فاصلے۔ تمام فاصلے اپنے معنی بدل رہے ہیں۔ وقت۔ قیمت تکلیفیں ـــ سفر میں ان کا مفہوم ہی کچھ اور ہوتا جا رہا ہے۔ آج آپ بمبئی کے تاج محل ہوٹل میں ہیں تو اگلے ہفتے لندن کے ہائڈ پارک میں محو تفریح۔ اس کے بعد ہی روم کے تاریخی ماحول میں گم اور...... نہ جانے کہاں کہاں ـــ آبادی کے ساتھ ساتھ ایک جگہ قیام کرنے کا خرچ بھی بڑھ رہا ہے۔ مکانات کا کرایہ بہت اونچا اُڑ رہا ہے۔ شاید ایک ہفتہ تک ٹرین میں گھومنے سے اب اتنا خرچ نہ ہوگا جتنا ایک ہفتہ کے لئے کسی مقام پر رہنے میں

لیکن اس سفر و سیاحت سے آپ لوٹے گا کیا؟ ـــ سب کچھ اور کچھ نہیں! سفر کو آپ جیسا بنائیں گے وہی بن جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ یہی ایک ذریعہ ساری دنیا کو ایک ملک اور ایک حکومت بنا دے ـــــــــــــــــــ

ـــــــــــــــ آپ چاہیں تو اسے دنیا کے سمجھنے اور امن و سکون کی مضبوط بنیادیں رکھنے میں استعمال کر سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

سفر کے بعد مطالعہ کتب کا نمبر ہے۔ ناقابل برداشت مصائب کے ہجوم میں کتابیں دوست ہیں۔ بوڑھاپے کی معلم ہیں اور ہنرمندوں کی ترقی کا سرچشمہ ہیں۔ اگر آپ کا دماغ اپنے آخری نقطہ پر پہونچ چکا ہے تو کتابوں کی تلاش کیجئے۔ کتابیں دماغ

و روح کو پیتا تو نہیں سکتیں لیکن روح و دماغ کی دوائیں ضرور ہیں - ایک عمدہ کتب خانہ سے بہتر کوئی شفاخانہ نہیں - کونسی کتابیں پڑھی جائیں ؟ بہت مشکل سوال ہے - " نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی " - البتہ اتنا ضرور خیال رہے کہ پیٹینٹ دواؤں کی طرح کتابوں کو استعمال نہ کیجئے - اگر کوئی شخص آپ سے کہے کہ " یہ ایک سَو بہترین کتابوں کی فہرست ہے - اس میں نمبر ایک سے شروع کیجئے اور فہرست کو ختم کرنے پر آپ بی - اے ڈگری کے مستحق ہو جائیں گے " - تو ایسے شخص کا ہرگز یقین نہ کیجئے کیونکہ یہ شخص یا تو کوئی اشتہاری ایجنٹ ہے یا ایک گراموفون ریکارڈ - واقعہ یہ ہے کہ کوئی کتاب بھی سب کے لئے بہترین نہیں ہو سکتی - کوئی بھی کتاب سب مقاصد کے لئے بہترین نہیں ہو سکتی - پڑھنے والے نوجوان ہوں یا بوڑھے سب کو اپنی بہترین کتابیں خود تلاش کرنا ہیں - پہلے اپنی خواہشات اور مقاصد کی فہرست بنائیے اور پھر ان کے مطابق کتابیں تلاش کیجئے خواہ وہ کتابیں عام دنیا میں مشہور ہوں یا گمنام - کیونکہ ایک بالکل غیر معروف کتاب آپ کے لئے بہترین اور ایک مشہور ترین کتاب آپ کے واسطے بالکل ردی کاغذ کا پلندہ ہو سکتی ہے - جان رسکن کے یہ الفاظ آپ نے سنے ہوں گے کہ - " زندگی مختصر ہے اور سکون و تنہائی کے اوقات بہت ہی کم - اس لئے ہمیں ان کو بیکار کتابوں پر ضایع نہ کرنا چاہئے " - یہ الفاظ اپنے اندر ایک شریفانہ احساس ضرور رکھتے ہیں لیکن آپ رسکن جیسے علما سے دھوکا نہ کھائیے - کیونکہ خود رسکن نے سیکڑوں بیکار کتابیں لکھی ہیں - کتابیں مشہور مصنفوں کے لکھنے سے اچھی نہیں ہو جاتیں

اگر آپ کو محبت کے افسانے - جاسوسی اور حیرتناک کارناموں کی داستانیں رات کو میٹھی نیند سلاتی ہیں تو آپ کے لئے یہی مناسب ہیں - اگر آپ کو " حاجی بغلول " کے قصے قہقہے عطا کرتے ہیں تو ان ہی کو پڑھئے - اگر آپ ارسطو کی تصنیفات میں سکون و دلچسپی پاتے ہیں تو ان ہی کو اٹھائیے - غرض کتابوں کا انتخاب مطالعہ کے مقصد

پر منحصر ہے - جتنے مقاصد اتنی ہی کتابیں - اگر آپ محض تفریح کے لئے نہیں پڑھ رہے بلکہ کوئی سنجیدہ کتاب دیکھ رہے ہیں تو اس کو پڑھئے ہرگز نہیں - اس کا مطالعہ کیجئے۔ اس کو اپنے سبق کی کتاب سمجھئے - اس پر نشانات لگائیے - اس کے اہم حصے حفظ کر لیجئے۔ اس کے ہر باب کا خلاصہ لکھئے - یعنی سنجیدہ کتابوں کو دھیرے دھیرے اور اکثر پڑھئے۔ اور ہو سکے تو اس کے متعلق اپنے احباب سے تبادلہ خیالات کیجئے

مطالعہ کتب کے علاوہ آپ کو کافی وقت محض سوچنے کے لئے بھی بچانا ضروری ہے - سوچنے کے معنی محض کاہل طور پر ایک افیمی کی طرح اونگھنا نہیں ہے - سوچنے کے معنی ہیں کسی مسئلہ کو "اپنے دماغ میں" حل کرنا اسکے لئے پہلی ضروری چیز ہے کوئی مسئلہ - جب تک صاف طور پر دماغ کے سامنے کوئی مسئلہ نہیں ہے سوچنا مہمل ہے - مسئلہ کو بنانے اور صاف طور پر دماغ کے سامنے پیش کرنے کی آج تک کوئی مشین ایجاد نہیں ہوئی - انسان نے حساب لگانے والی حیرتناک مشینیں بنائی ہیں لیکن یہ سب مشینیں صرف اتنا کر سکتی ہیں کہ انسان جو سوالات ان کو دے وہ حل کر دیں - وہ دئے ہوئے سوالات و مسایل کو حل کرتی ہیں - سوالات و مسایل کے حصے اور اجزاء علٰحدہ علٰحدہ نہیں کر سکتیں - صرف انسان ہی مسایل کو محسوس کر سکتا ہے

کسی معاملہ پر کوئی اپنی رائے رکھنے کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ ہم نے اس رائے کو سوچکر قایم کیا ہے - بیشتر رائیں پرانی عادتوں سے پیدا ہوتی ہیں اور عادتیں ہمکو والدین استادوں - رسایل و جراید - ریڈیو کی تقریروں اور افسروں کی نصیحتوں سے پیدا ہوتی ہیں - اس لئے اگر آپ صاحب رائے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کو سوچنے کی ضرورت نہیں - سوچنا ایک ذہنی کثرت و ضبط کا ذریعہ ہے - اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ ساٹھ برس کی عمر کے بعد آپ سوچنے کے لئے عام و مشہور مسایل کو انتخاب نہ کریں آپ سوچنے کے لئے خود اپنا کوئی حقیقی مسئلہ لیجئے - اس کے ہر پہلو پر غور سے مطالعہ کیجئے اور پھر نتیجہ کو بڑی احتیاط سے اخذ کیجئے اور آخر میں اخذ کردہ نتایج کے بارے میں

اپنے تمام دلایل کو تحریر کر لیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے سوچا ہی نہیں۔ آپ نے خود کچھ نہیں سوچا بلکہ اپنی کسی سابقہ رائے کا سہارا لیتے رہے یا محض قیاس آرائی کرتے رہے

سوچنا بہت محنت کا کام ہے اس لئے سب لوگوں کے لئے اسے تجویز نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر آپ کی فطرت فکر پسند واقع ہوئی ہے تو آپ کو ایسا کرنا ضروری ہے۔ اپنے پیشے اور ہنر کے مسایل پر کچھ دیر سوچنے سے ہم زندگی میں بڑی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ زندگی کے سیکڑوں مسایل سوچنے والوں کے محتاج پڑے ہیں

متذکرہ بالا مشاغل کے علاوہ تھوڑا سا وقت لوگوں میں اُٹھنے بیٹھنے کے لئے بھی بچانا ضروری ہے۔ اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں جیساکہ عام طور پر کیا جاتا ہے کہ آپ دس پانچ آدمی ایک جگہ جمع ہو کر اپنے پالتو جانوروں پر گفتگو کریں۔ چائے پانی یا سکرٹ سے شغل کریں۔ پرانے قصّے دہرائیں اور شراب سے بدمست ہو کر رات کسی ہوٹل ہی میں گزار دیں۔ نوجوان لوگ تحریک و اشتعال کے لئے شراب پیتے ہیں اور بوڑھے لوگ بھولنے کے لئے۔ یہ سب مقاصد تباہ کن ہیں۔ لوگوں کی صحبت کو بہترین طور پر استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی مفید کام کیا جائے۔ اور اس مفید کام کا انتخاب خود آپ پر منحصر ہے۔ کسی مفید شے کو چھانٹ لیجئے اور دوسروں سے اس کے بارے میں بے تکلف گفتگو کیجئے۔ دیکھئے وہ کیا خیال کرتے ہیں۔ ان کے مشوروں پر غور کیجئے

اگر آپ کو متحرک فلم۔ ریڈیو۔ مصوری اور انشا پردازی میں لطف محسوس ہوتا ہے تو موجودہ ایٹمی زمانہ میں آپ اپنی پچاسویں سالگرہ کے بعد ان کاموں میں ترقی کرنے کے بہت سے موقعے پا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر سینما فلم ہی کو لیجئے۔ کاروباری زندگی سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ اپنا کچھ وقت اس صنعت کی طرف لگائیں تو وقت کی ایک بڑی ضرورت پوری ہو سکتی ہے اور خود آپ کی تفریح طبع اور مالی منفعت

کا سبب ہو سکتا ہے۔ سینما فلم سے مقصد یہاں اُس قسم کے فلم نہیں جو بڑی بڑی فلم کمپنیوں ہی میں لاکھوں روپیہ کی طیاری سے بن سکتے ہیں۔ بلکہ میرا مقصد تعلیمی فلم سے ہے۔ بہترین تعلیمی فلم کسی ہالی ووڈ میں طیار ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے لئے تجربہ کار بوڑھے انسانوں اور استادوں کا وجود ضروری ہے۔ یہ کام فلم کمپنی کے اداکار نہیں کر سکتے۔ اسلئے اپنی واقفیت اور حلقۂ احباب میں سے آپ بڑی آسانی سے اداکار۔ افسانہ نگار۔ ڈائرکٹر وغیرہ مجتمع کر سکتے ہیں۔ ان فلموں کے لئے خرچہ بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ چھوٹے فلم (

کی ایجاد نے اس کام کو بہت سستا بنا دیا ہے۔ ادھر اسکولوں میں تعلیمی فلموں کی ضرورت کا احساس بڑھتا جا رہا ہے۔ ذرا سی ہمت کی ضرورت ہے۔ آپ کی تفریح بھی ہو گی اور ایک مفید صنعت کی ترقی بھی

اس کے بعد انشاپردازی اور تحریری کاموں کو لیجئے۔ یہ کام فلمسازی کی طرح دلچسپ و زرخیز تو نہیں لیکن پھر بھی آپ کی زندگی کے آخری بہترین حصے میں ایک راحت انگیز روشنی پیدا کر سکتا ہے۔ ملک میں خراب رسایل و جرائد اور خراب کتابیں حد سے زیادہ پیدا ہو گئی ہیں۔ اگر ملک کے بوڑھے افراد متحد ہو کر رسایل جاری کر دیں اور اُن تمام امور کو روشنی میں لائیں جن کو اب یا تو مسخ کر دیا جاتا ہے یا چھپایا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دُنیا میں انقلاب پیدا نہ ہو۔ دنیا میں پریس کی آزادی محض نام کی ہے۔ ہر اخبار ہر رسالہ اور ہر کتاب پر سیاسی بندشوں کے علاوہ سرمایہ داروں اور سماجی ٹھیکے داروں کا سنسر لگا ہوا ہے۔ صرف وہی کتابیں اور وہی رسایل و جرائد شایع ہو سکتے ہیں جو تجارتی مصلحتوں پر پورے اُترتے ہیں خواہ ان سے عام مذاق بگڑے یا بنے۔ اگر ۵۵ سالہ تجربہ کار و دانش مند انسان اخراجات کے لئے متحد ہو کر ان حالات کے خلاف جد و جہد کریں اور آزادانہ طور پر لکھیں تو اپنی وقتی تفریح کے علاوہ مالی فایدہ کا بھی بہت بڑا موقع ہے۔ دُنیا میں ایٹم کے علاوہ اور بہت سی

چیزیں ہیں جن کو ایٹم کی طرح توڑ دینے کی ضرورت ہے۔ جن باتوں کو سماجی اور تجارتی مصلحتیں "ناقابلِ اشاعت" سمجھتی ہیں ان ہی کو لکھنا اور شایع کرنا ایٹمی زمانہ کی ایک مفید صنعت ہوگی اور ان باتوں کو پڑھنے کے لئے ساری دنیا دیوانہ وار دوڑتی ہوئی آئے گی

ممکن ہے یہ باتیں آپ کو محض خواب معلوم ہوں — خواب جو صرف بوڑھے لوگ ہی دیکھتے ہیں — لیکن یاد رکھئے کہ یہ خواب کسی ایک فرد کا خواب نہیں بلکہ پوری انسانی نسل کا خواب ہے۔ ایسے خواب آنے والی حقیقتوں کے سائے ہیں جو ہمیشہ حقیقتوں سے کچھ پہلے آتے ہیں۔ آپ اُن کے آنے تک طیار نہ ہو سکے تو ریلوے ٹرین کی طرح وہ بھی آپ کا انتظار نہیں کر سکتے ہیں

اب بھی وقت ہے

کہ آپ "من و یزداں" کے دونوں حصے تیرہ روپیہ میں معہ محصول حاصل کر سکیں گے۔

ورنہ

غالباً دو ماہ کے بعد آپ کو یہ کتاب کسی قیمت پر نہ مل سکے، کیونکہ اب صرف ... نسخے اس کے باقی رہ گئے ہیں اور آیندہ اتنی بڑی کتاب کا چھپنا آسان نہیں

"من و یزداں"

ایک صحیفۂ انسانیت ہے جس کے مطالعہ کے بغیر آپ مذہب کی صحیح روح نہیں سمجھ سکتے۔

مینجر نگار لکھنؤ

محنت و قوّت کا توازن

عمر کے آخری دور کو بہترین بنانے کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ آپ اپنی کاروباری زندگی کے وہ تمام کام رفتہ رفتہ چھوڑتے جائیں جن کی قوتیں آپ کے اندر عمر کی رفتار کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جارہی ہیں - اپنی کاروباری محنت کو اپنی قوتوں کے مطابق بناتے چلے جایئے - اگر آپ ۴۰ سال کی عمر کے بعد بھی وہی کام کرتے چلے جاتے ہیں جس کے واسطے ۲۰ سالہ نوجوان کی قوتوں کی ضرورت ہے تو انجام تباہی ہے - دُنیا میں ایسے انسانوں کی کمی نہیں جنھوں نے اس طرح خودکشی کرلی - عمر کے گزرنے والے ہر ایک سال کے ساتھ انسان کی جسمانی اور ذہنی قوتوں کے ذخیرے میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ہوتی رہتی ہے - اس تبدیلی کو محسوس کر کے اپنی کاروباری زندگی کے کاموں میں تبدیلی پیدا کرنا ہی کامیاب راز ہے ——— ورنہ ہوسکتا ہے کہ آپ متعدد سال تک وہ کام کرتے رہیں جو آپ کے جسم کے لئے ایک ناقابل برداشت بوجھ اور آپ کی ذہنی قوتوں کے واسطے ایک بربادی ہے - اس کا نتیجہ دل و دماغ کا ضعف اور اس لئے زندگی کے آخری دور کی مسرتوں کو حاصل کرنے کی صلاحیت کا ختم ہوجانا ہے - اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ زندگی میں ایک دم ساکت اور پتھر کی طرح جامد ہوکر رہ جائیں - جیسا کہ بیشتر تفصیل سے بتایا جاچکا ہے کوئی شخص بھی ایک دم اپنی کاروباری زندگی کو بند کر کے عادتوں کے زبردست جھٹکے کو

برداشت نہیں کرسکتا - یہ چیز تیز دوڑتی ہوئی ٹرین کو بالکل ایک دم روکدینے کی کوشش کے مشابہ ہوگی جس کا نتیجہ تباہی ہے - ضرورت اس کی ہے کہ ہم اپنی قوتوں کے مطابق اپنی کاروباری زندگی کے کاموں میں رفتہ رفتہ کمی کرتے چلے جائیں تاکہ پچاسویں سالگرہ کے بعد ان سب کاموں کو ایک دم بند کرنے کی خطرناک ضرورت ہی نہ پڑے۔

محنت کو رفتہ رفتہ کم کرتے چلے جانے کی خواہش انسان میں فطری طور پر موجود ہے - تہذیب کی ابتدا سے لیکر آج تک انسان اسی مقصد کے لئے لامتناہی کوشش کرتا آیا ہے کہ کام کے اوقات کم اور محنت زیادہ آسان ہوجائے - ایک صدی قبل کا کسان طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک مسلسل عرق ریزی کرتا تھا ____ کارخانوں میں بھی اسی لئے کام کی مدت ایسی ہی مقرر کی گئی - لیکن دنیا کے بیشتر ملکوں کی صنعتی تاریخ گواہ ہے کہ کام کے گھنٹے کم سے کم ہوتے جاتے ہیں - قدیم خیالات کے لوگ چلاتے رہے کہ کام کی مدت کم کرنے سے ملکی صنعت و پیداوار برباد ہوجائے گی لیکن ان کے اندیشے غلط ثابت ہوئے اور ہفتہ بھر میں صرف ۴۸ گھنٹے کی مدت مقرر ہونے کے بعد بھی کوئی بربادی نہ ہوئی - شاید جلد ہی آپ دیکھیں گے کہ یہ ۴۸ گھنٹے کی مدت اور کم ہوتے ہوتے ۲۴ گھنٹے رہ جائے گی ___ ہفتے میں صرف ۲۴ گھنٹے ___ صرف ۲۰ گھنٹے ___!! یعنی تقریباً ۳ گھنٹے روزانہ !! ___ اور یہ کرشمہ حکومت کے قوانین کا نہیں بلکہ ان "دیوانوں" کی دیوانگی کا نتیجہ ہوگا جن کو دنیا سائنسدان کہتی ہے - یہ مبارک اور قیمتی دیوانے قدیم زمانہ کے اس عقیدے کو باطل کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ ہر خوبصورت تہذیب انسان کے پسینے سے تعمیر ہوتی ہے اور ہر حسین تمدن میں مفلسوں کا وجود ضروری ہے - حیرتناک مشینوں اور آلات نے انسان کے پسینے کی ضرورت کو تو مہمل بنا ہی دیا ہے لیکن اب قدیم عقاید کا

پول کھولنے والے یہ گستاخ سائنسداں مفلسی کو مٹانے پر آمادہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ نیک انسان کو بھی دولت مند بنا دیا جائے !!

قوت اور محنت میں مناسبت رکھنا نفسیاتی لحاظ سے بھی بہت اہم ہے۔ اپنی قوت یا اہلیت سے زیادہ محنت کا کام کرنا جس قدر نقصان دہ ہے اتنا ہی مضر وہ کام ہے جو اہلیت سے کم ہے۔ ان میں سے پہلی صورت آپ کی قوتوں کو کھا جائے گی اور دوسری صورت ان کو خشک کر دے گی۔ اس لئے ایک نوجوان کو وہ کام ہرگز نہ دیجئے جو ایک بوڑھا آدمی بھی اچھی طرح یا بہتر طور پر کر سکتا ہے۔ جو کام ایک احمق انسان مناسب طور پر کر سکتا ہے وہ کبھی ایک عقلمند کو نہ دینا چاہئے

کاروباری محنت کو رفتہ رفتہ کم کرتے چلے جانے میں انسان کو اس کی دولت یقیناً بڑی امداد پہونچاتی ہے۔ وہ لوگ جو کافی مالدار نہیں اپنی محنت کو کم کرنے سے ڈرتے ہیں کیونکہ ان کو آمدنی کے کم ہونے کا اندیشہ ہے حالانکہ اگر وہ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بہترین آمدنی بہترین کام پر مبنی ہے اور بہترین کام وہی ہو سکتا ہے جو انسان کی قوتوں کے بالکل مناسب ہو۔ اس لئے اگر لوگ حد سے زیادہ محنت کے بہت سے کاموں کو رفتہ رفتہ ترک کر کے صرف ان چند کاموں پر اکتفا کریں جن کے واسطے ان کی قوتیں مناسب ہیں تو آمدنی اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہوگی۔ مثال کے طور پر ایک کسان کو لیجئے۔ ۲۵ سال کی عمر میں وہ دن بھر اپنے کھیت میں کام کر سکتا ہے لیکن ۵۰ سال کی عمر میں اگر وہ اسی کام پر قایم رہتا ہے تو خود اپنے کام کی مقدار کو کم کرتا ہے۔ اگر وہ شروع ہی سے اپنے لڑکوں کو کاشتکاری کا ایک ایک کام رفتہ رفتہ سپرد کرتا چلا جائے تو اس کے نوجوان لڑکے ایک دن پورا کام سنبھال لیں گے اور کسان محض تھوڑے وقت کام کر کے یقیناً پہلے سے کہیں زیادہ نفع پا سکے گا۔ خود لڑکوں کو بھی ایکدم سے کام کا بوجھ سنبھال لینا نہ پڑے گا اور باپ سے لڑکوں پر کام اس طرح منتقل ہو جائیگا

کہ کسی کو بھی احساس نہ ہوگا

دولت مند لوگ اس معاملہ میں زیادہ خوش قسمت واقع ہوئے ہیں۔ انھوں نے ۴۵ اور ۵۰ برس کی عمر کے درمیان اپنی کاروباری جد و جہد کو رفتہ رفتہ کم کرکے اپنی زندگی کو طویل اور مسرور بنا لیا۔ ایسے لوگوں میں سے ایک خاص شخص کی مثال قابل غور ہے۔

وہ ایک بڑے کاروباری دفتر کا نگراں تھا۔ اپنی پچاسویں سالگرہ سے پیشتر اس نے اپنے دو تین ماتحتوں کو بلاکر حکم دیا کہ وہ باہم ملکر ہر جمعرات کو دفتر کا انتظام خود کیا کریں کیونکہ آیندہ کسی جمعرات کو وہ دفتر نہیں آئے گا۔ اس کے کچھ مدت بعد اس نے بدھ کے دن کے لئے بھی ایسا ہی کیا۔ ۶۵ سال کی عمر میں وہ ہفتہ میں صرف دو بار دفتر جاتا تھا

ان امور کے مدنظر کاروباری زندگی سے ریٹائر ہونے کے لئے آپ دو اصول ہمیشہ یاد رکھئے۔ اول یہ کہ ریٹائر ہونے سے کم از کم ۵ سال پہلے ہی آپ یہ طے کر لیجئے کہ آپ کو کہاں اور کب اس زندگی کو چھوڑنا ہے، دوسرے یہ کہ آپ اس کے بعد درجہ بدرجہ اور رفتہ رفتہ کاروباری زندگی کو چھوڑتے چلے جائے تاکہ کسی وقت بھی آپ کو اپنے طریقہ زندگی کو اچانک زبردستی بدلنا نہ پڑے۔ یہ ضرور ہے کہ یہ دونوں باتیں بہت دشوار ہیں لیکن حتی الامکان ان پر عمل کرنے سے ہم بڑی حد تک زندگی کے آخری دور کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک عقلمند عورت کا واقعہ سنئے :-

یہ عورت آج کل اپنی پچاسویں سالگرہ کے قریب ہے۔ گزشتہ ۲۰ سال سے وہ اشتہارین کی ایک ایجنسی میں رفتہ رفتہ ترقی کرکے اب منیجر کے نائب کے عہدے تک پہونچ گئی ہے۔ اس کا شوہر چند سال ہوئے مرگیا اور اس کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑ گیا۔ وہ خود اپنی کفیل ہے اور اس میں اس کو راحت و لطف بھی محسوس ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدا ہی سے اس نے اپنی زندگی کے آخری دور کی طیاری شروع کر دی تھی اور رفتہ رفتہ خود کو اس طرح تبدیل کیا کہ کسی موقع پر اس کو ایک دم تبدیل ہونے کی ضرورت

نہ پڑے۔ اس نے مختلف کاموں کو اختیار کیا۔ مصوری۔ موسیقی۔ زراعت۔ جائیداد کا انتظام وغیرہ ۔۔ اور ان سب میں کافی دخل حاصل کر لیا۔ مصوری میں اس کی مہارت کا یہ حال ہوا کہ چند دولت مند لوگوں کی تصاویر بنانے کے بعد وہ مشہور ہو گئی اور کافی رقم پیدا کر سکی۔ ان تمام امور سے اپنی پیدا کی ہوئی رقم کو وہ مختلف کاموں میں لگاتی ہے اور جائیدادوں کے انتظامات میں ماہر ہونے کی وجہ سے اس رقم سے کافی پیدا کر رہی ہے۔ اس کی یہ تمام کامیابیاں نتیجہ ہیں صرف اس امر کا کہ اس نے اپنی کوششوں اور محنت کو اپنی قوت سے آگے بڑھنے نہیں دیا

رفتہ رفتہ کاروباری جدوجہد کو ترک کرتے چلے جانے اور عمر کے مطابق محنت کرنے کے سلسلے میں ایک یہ اصول بھی یاد رکھئے کہ آپ اُن تمام کاموں سے بچئے جو کبھی کبھی آپ کو انتہائی محنت پر ناگہاں مجبور کر دیتے ہیں۔ بوڑھے اور نوجوانوں میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ نوجوانوں کے پاس قدرتی طور پر قوت کا ایک فالتو محفوظ ذخیرہ ہوتا ہے۔ اگر کسی کام کے دوران میں ان کو اچانک بیحد محنت کی ضرورت آپڑتی ہے تو یہ فالتو قوت کا محفوظ ذخیرہ کام آتا ہے اور نوجوانوں کے نظام جسمانی پر کوئی صدمہ نہیں آنے دیتا۔ لیکن بوڑھے لوگوں کے پاس یہ ذخیرہ نہیں ہوتا۔ نوجوان لوگ اچانک ضرورت پر اپنی معمولی قوت سے ڈھائی گنا زیادہ کام کر جاتے ہیں۔ وہ نوجوان جو معمولی طور پر ۱۰ سیر کا وزن اُٹھا سکتا ہے ناگہاں ضرورت پر ۲۵ سیر کے پتھر کو ہلا سکتا ہے۔ لیکن یہ کام کوئی شخص اپنے ارادہ سے نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے غیر معمولی حالات کی ضرورت ہے مثلاً زندگی و موت کا سوال یا دہشت ناک نقصانات کا خوف ۔ اگر بوڑھے لوگ ایسے کام کرتے ہیں جن میں ایسے ناگہاں موقعے حد سے زیادہ محنت کے آجاتے ہیں تو ان کے لئے یہ چیز بڑی تباہ کن ہے۔ اسلئے اگر آپ ۵۰ برس کی عمر سے قریب ہیں تو ایسے تمام مرحلوں سے پرہیز کیجئے اور ان

باتوں میں دخل نہ دیجئے جو اچانک کوئی ایسی خطرناک صورت اختیار کرلیں کہ آپ کو اپنی حیثیت سے زیادہ قوت کا استعمال کرنا پڑے

فالتو قوت کا یہ محفوظ ذخیرہ ۱۵ برس کی عمر کے بعد ۴۰ سال کی عمر تک دھیرے دھیرے مگر یقینی طور پر کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ چالیسویں برس کے بعد یہ تیزی کم ہونے لگتی ہے لیکن معمولی طور پر یکساں کام کئے جانے کی رفتار کم نہیں ہوتی۔ معمولی کام معمولی یکساں رفتار سے کرنے کی اہلیت ساٹھ سال تک بہت دھیرے دھیرے کم ہوتی ہے اور اس کے بعد ذرا تیز ہو جاتی ہے۔ ۵۰ سال کی عمر کے بعد اچانک طور پر حد سے زیادہ قوت کا کام کرنے سے جسم کے کسی خاص حصہ خصوصاً قلب کو بہت بڑا نقصان پہونچ سکتا ہے۔ میرے علم میں ایک ایسا شخص ہے جس نے صرف ایک گھنٹہ کی اچانک شدید محنت کے کام سے اپنی زندگی کے آیندہ ۲۰ سال کو تباہ کر دیا۔ وہ ریٹائر ہونے کے بعد ایک چھوٹے سے فارم پر تنہا کام کرتا تھا۔ اس نے ایک عمدہ چھوٹا سا ٹریکٹر خریدا تھا۔ ایک دن جبکہ وہ کھیت میں ہل چلا رہا تھا ٹریکٹر میں کوئی خرابی ہوگئی۔ اس کو مجبوراً ٹریکٹر کے حصے علٰحدہ علٰحدہ کرنے پڑے ان کو پھر ایک دوسرے سے جوڑا۔ پہیوں کو اُٹھایا اور آخر میں تقریباً تین میل کا فاصلہ طے کر کے ایک مستری کے پاس جانا پڑا۔ اس محنت نے اس کے قلب پر بہت زیادہ بوجھ ڈالا۔ اس وقت سے آج تک وہ بالکل معمولی کاموں کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکا

کاشتکاری بڑی محنت اور توجہ کا کام ہے۔ مشینیں۔ آلات۔ بیل وغیرہ کسی وقت بھی اچانک بگڑ سکتے ہیں اور اس دشواری کو دور کرنے کے لئے اچانک شدید محنت کرنا پڑتی ہے۔ ایک نوجوان انسان جس کے پاس فالتو قوت کا ذخیرہ محفوظ ہے اس اچانک محنت کو برداشت کر سکتا ہے لیکن ایک پچاس سالہ انسان کو اسکی

بدولت اپنی زندگی کے آیندہ زمانہ کو برباد کرنا پڑتا ہے۔ کاشتکاری کے علاوہ یہی صورت دوسرے بہت سے کاموں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے اگر آپ کو مجبوراً یا مصلحت کے لئے ایسے کام کرنے ہی پڑیں تو پوری احتیاط سے پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ قرب وجوار میں آپ کو فوراً مدد مل سکتی ہے یا نہیں

اس تمام تذکرہ سے مقصد صرف یہ ہے کہ اچانک پیدا ہو جانے والے شدید محنت کے کاموں سے سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ یکساں معمولی رفتار پر جاری رہنے والے کاموں کی دُنیا میں کمی نہیں۔ ان کاموں کو آپ ہمیشہ اس طرح ترتیب دیں کہ محنت رفتہ رفتہ کم ہوتی چلی جائے۔ کام کی رفتار محنت و قوت کے لحاظ سے بلندی سے پستی کی طرف ہونا چاہیئے۔ ابتدا میں زیادہ ــ پھر اس سے کم۔ پھر اس سے کم ــ درمیان میں اچانک ٹھوکروں کا لگنا خطرناک ہوگا

رفیق صحت

کا پہلا نمبر تپ دق نمبر ہے جس کو پڑھ کر آپ حفظ ماتقدم سے لیکر علاج تک کی ساری منزلوں کو سمجھ کر بڑی حد تک اس بلا سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

سالانہ چندہ دو روپیہ ــ نمونہ مفت

حکیم اقبال حسن۔ روبرو دربار داتا گنج بخش

لاہور

رموزِ فطرت

اس باب میں ہمیں ایک ایسے اہم مسئلہ پر بحث کرنا ہے جو کہ ۵۰ برس کی عمر کے بعد والے انسانوں کی زندگی کے سب سے اہم مسایل میں شامل ہے۔ اس مسئلہ میں مزید دشواری اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ اس کی نوعیت ہر فردِ انسانی کے لئے ایک جداگانہ قسم کی ہوتی ہے اور اس کے حل کرنے میں انسان کو خود اپنی ہستی کا تجزیہ کرنا پڑتا ہے اس باب میں جو باتیں آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کی گئی ہیں وہ بہت غور طلب ہیں اگر آپ کو ان میں سے کچھ باتوں کو جلدی سے سمجھنے میں دشواری ہو تو ہمت نہ ہارئے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق کوئی انسان بھی کچھ زیادہ نہیں جانتا اور کوئی بنے بنائے اصول ان کے بارے میں موجود نہیں

مسئلہ یہ ہے کہ پچاسویں سالگرہ کے بعد خود اپنی زندگی کو بہترین بنانے کا آپ کے لئے بہترین خصوصی طریقہ کون سا ہے ؟

اس اہم ترین اور دشوار ترین مسئلہ پر جو کچھ سطور آیندہ میں آپ مطالعہ کرنے والے ہیں ان کے سمجھنے میں شاید آپ کو آسانی ہو اگر آپ مندرجۂ ذیل الفاظ کو حفظ کر لیں :۔

"بوڑھاپا انسان کا دوسرا بچپن کہلاتا ہے۔ اس دوسرے بچپن کی دہشتوں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ پہلے بچپن کو زندہ رکھیں"

مستقبل قریب میں ایک دن وہ آنے والا ہے جب ہر انسان اس حقیقت کو محسوس کرے گا کہ وہ خوفناک قسم کا بوڑھاپا جو دوسرا بچپن کہلاتا ہے صرف ان بدقسمت لوگوں پر نازل ہوتا ہے جو اپنے پہلے بچپن کی ہر ایک علامت و خصوصیت کو کھو چکے ہیں

کیا یہ الفاظ آپ کو ایک معمہ معلوم ہوتے ہیں؟ - اگر ایسا ہے تو براہ کرم آیندہ سطور کا مطالعہ کرتے وقت ان الفاظ پر بھی غور کرتے جائیے

علاوہ ازیں آیندہ صفحات کو پڑھتے وقت ان سب باتوں کو بھی اپنے ذہن میں رکھیئے جو ہم نے قوت و محنت کے توازن کے متعلق - آرام کے متعلق تنہائی کی عادت اختیار کرنے کے متعلق اور باقی ماندہ امور کے متعلق گزشتہ ابواب میں بتلایا ہے کیونکہ انھیں بنیادوں پر زیادہ تر اس بات کا تعین کیا جا سکتا ہے کہ پچاسویں سالگرہ کے بعد آپ کے لئے کونسا کام بہترین ثابت ہو سکتا ہے

آپ کو خود اپنی حقیقی فطرت کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا ہے اسے ہمیشہ اپنے خیالات کے روبرو رکھیئے کیونکہ انسان اپنے متعلق خود ہی سب سے بہتر سمجھ سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنی حقیقی فطرت کے متعلق تجربے سے جو کچھ سیکھا ہے وہی آپ کی نجات کا ذریعہ ثابت ہو - آپ خود اپنی قوت سے اس دنیا میں جس قدر اضافہ کریں گے اتنا ہی کم آپ کو دوسری زندگیوں سے قرض لینا پڑے گا - آپ کی فطری اُمنگیں اور تحریک جس قدر زیادہ قوی ہوں گی آپ کو اپنی زندگی کے آخری دور میں دوسرے لوگوں پر اتنا ہی کم محتاج ہونا پڑے گا - اور بیکار خالی اوقات کا خطرہ اسی قدر کم ہوتا جائے گا - جیسا کہ ہم نے بیشتر تشریح کے ساتھ بتلایا ہے آپ کی فطرت کے ابتدائی رجحانات و خواہشات کو غالباً ان بیشمار عادتوں نے اپنے نیچے دفن کر رکھا ہے جو دنیا اور دنیا کے لوگوں نے زبردستی آپ پر ٹھونس دی ہیں - آپ کا ابتدائی مکان - آپ کے کھیل کود کے ساتھی - آپ کی ابتدائی معاشی جد و جہد - آپ کے

افسر - آپ کے دوست اور آپ کی بیرونی دُنیا کی ہر ایک چیز نے ملکر وہ سانچہ بنا دیا جس میں آپ کو ڈھال دیا گیا ہے اور اس طرح اب آپ درحقیقت وہ نہیں رہے جو کہ فطری طور پر آپ تھے - کیا آپ اب خود اپنے فطری وجود کو حاصل کر سکتے ہیں؟ - یہ چیز دو باتوں پر منحصر ہے - اول تو یہ کہ آپ کی ابتدائی و حقیقی فطرت کچھ قوی ہے یا نہیں - دوسرے یہ کہ جس سانچے میں آپ کو ڈھالا گیا ہے وہ کتنا مضبوط ہے - اگر آپ کی ابتدائی و حقیقی فطرت بہت پر قوت ہے تو آپ سانچہ کو توڑ ڈالیں گے - اپنی فطری شکل اختیار کر لیں گے اور اپنی حقیقی زندگی بسر کرنا شروع کر دیں گے لیکن یہ کام کروڑوں انسانوں میں سے شاید ایک انسان کر سکتا ہے - اگر آپ ایسے خوش قسمت انسان نہیں ہیں تو پھر؟ --- اگر آپ اپنی ساٹھویں سالگرہ تک یہ معلوم نہ کر سکے کہ آپ کو اس کے بعد کیا کرنا ہے تو پھر؟ --- ایسی صورت میں مندرجۂ ذیل اصول کو یاد رکھئے :-

ساٹھ سالہ انسان کی قوتوں سے جو کام باہر ہیں ان کو چھوڑ کر باقی اور مشاغل پر غور کیجئے - اگر ان مشاغل میں سے کسی کی طرف آپ کے اندر ایک پر قوت فطری رجحان محسوس نہیں ہوتا تو پھر آپ ان میں سے کوئی ایسا مشغلہ انتخاب کیجئے جس کی طرف آپکے اندر ایک نسبتاً کمزور فطری خواہش محسوس ہوتی ہے

کسی فطری رجحان کے کمزور ہونے کی دو صورتیں ہیں - یعنی ممکن ہے کہ وہ قدرتی طور پر واقعی کمزور رہی ہو یا پھر اس کو آپ کے قوی تر رجحانات نے کمزور کر دیا ہو - آپ کے قوی تر رجحانات نے اس کو دبا دیا اور اس کے چاروں طرف وسط عمر میں عادتوں کے موٹے موٹے غلاف چڑھا دئے - اگر آپ ان غلافوں کو چاک کر سکیں اور دبے ہوئے ابتدائی رجحان تک پہونچ جائیں تو پھر آپ اس کے لئے راستہ صاف کر سکتے ہیں تاکہ وہ نشو و نما پا کر کم از کم معمولی قوت کے ساتھ بروئے کار آسکے -

اس لئے یہ ضروری ہے کہ آپ اپنی زندگی کے ابتدائی ۲۰ سال کا مطالعہ بڑی احتیاط سے کریں - بہت سے واقعات جو اُن میں دفن ہیں اُن پر غور کریں - یادداشت بناتے جائیں - پُرانے اخبار پڑھیں - پُرانے دوستوں سے گفتگو کریں - اور اس طرح ماضی کی زمین کھودتے چلے جائیں جب تک کہ آپ کا کوئی ابتدائی فطری رجحان دبا ہوا دستیاب نہ ہو۔

ممکن ہے کہ ابتدائی رجحانات کی اس تلاش میں آپ کو اپنے بچپن کا ایک یہ خواب دفن شدہ ملے کہ کاش آپ ایک زبردست پہلوان بنتے - لیکن یہ خواب اب آپکے لئے مفید نہیں ہو سکتا - ساٹھ سالہ انسان کشتی و پہلوانی جیسے شدید قوت و محنت کے کام کو انجام نہیں دے سکتا - اس لئے آپ اسے چھوڑئیے اور ماضی کی زمین کو اور آگے کھودئیے - شاید کچھ اور تلاش کرنے پر آپ کو اپنے زمانۂ تعلیم کی ایک یہ خواہش دبی ہوئی ملے کہ آپ فرنیچر بنانے کی ایک دوکان قایم کرتے - اگر آپ کے پاس اس کام کے لئے مناسب رقم ہے تو یہ رجحان آپ کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے اور موجودہ محنت بچانے والی مشینوں کے ذریعہ آپ اس مقصد میں آسانی سے کامیاب ہو سکتے ہیں - ایک ساٹھ سالہ عورت کی مختصر روداد حیات سنئے، جس نے اپنی زندگی کے آخری دور کو اپنے بچپن کی روشنی سے منور بنا کر ایک مسرور زندگی حاصل کر لی - طفولیت کے زمانہ میں اُسے دوکان بنا کر کھیلنے - کاغذ کے بنڈل بنانے اور چینی گڑیوں کو الماریوں میں سجانے کا شوق تھا - زندگی کی جدوجہد نے اسے کہیں سے کہیں پہونچا دیا - اُس کو ایک وکیل کے سیکریٹری کی حیثیت سے ملازمت کر کے اپنا پیٹ پالنا پڑا - اس زمانہ میں بھی اُس کو چینی گڑیوں کا شوق باقی رہا اور اُس نے ایک کافی تعداد ان گڑیوں کی مجتمع کر لی - اس کے بعد اس کی زندگی میں ایک الم انگیز انقلاب آیا - وکیل مر گیا - ملازمت چھوٹ گئی - مختلف ملازمتوں کی گردش میں اور بہت سے

سال گزارنے پر بھی وہ اپنی آخری زندگی کا کوئی مناسب انتظام نہ کرسکی۔ آخر ساٹھ برس کی عمر میں وہ اس قابل ہوگئی کہ ملازمت کی دنیا میں اس کی کوئی قیمت ہی نہ رہی چینی کی تمام گڑیاں اس کے بکس میں بند پڑی تھیں۔ اب روٹی کے سوال نے اُس کو اس قدر جذب کرلیا تھا کہ ان کی طرف اس کی کوئی توجہ ہی باقی نہ تھی۔۔ باوجود کوشش وہ کوئی ذریعہ معاش نہ پاسکی۔ ایک سال تقریباً نیم فاقہ کشی میں گزرا اور اب وہ خود ایک زرد چینی کی گڑیا بن کر رہ گئی۔ آخر اس نے اپنے محبوب کھلونوں کو فروخت کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ایک صبح وہ اس غرض سے بازار میں نکلی۔ ناگہاں ایک دوکان پر اُسے چینی کے کھلونے سجے ہوئے نظر آئے اور اس کے ساتھ ہی مالک دوکان کا یہ اعلان نظر پڑا کہ دوکان میں ایک ملازمہ کی ضرورت ہے۔ بچپن کا فطری جذبہ و شوق اُبھر آیا اور اس ساٹھ سالہ بوڑھی عورت نے تنخواہ وغیرہ کا خیال کئے ہوئے بغیر ہی دوکان کی ملازمت اختیار کرلی۔ مگر یہ ملازمت اُسے خود اپنے ایک شوق کا شغل معلوم ہوتی تھی۔ گڑیوں کو سجانے کے سلیقے نے دوکاندار کو خوش کردیا اور اس دلپسند شغل نے خود اس بوڑھی عورت کی صحت و زندگی کو بہتر سے بہتر بنادیا۔ آج وہ وہی کر رہی ہے جو اُس نے بچپن میں کرنے کی خواہش کی تھی۔۔ اور وہ کامیاب ہے

ایک اور خوش قسمت شخص کا حال سنئے۔ ابتدائی زندگی میں اُسے موٹر چلانے اور مرمت کرنے کا شوق تھا لیکن زندگی کے سیلاب نے اُسے ایک سپاہی بنادیا اور فوج میں پہونچا دیا۔ ریٹائر ہونے کے بعد جب وہ گھر واپس پہونچا تو اس کے سامنے اب یہ سوال تھا کہ زندگی کے آخری زمانہ کو کس طرح دلچسپ بنائے۔ اچانک اُسے اپنے بچپن کا رجحان یاد آیا اور وہ اسی کام میں لگ گیا۔ اُس نے چاروں طرف گھوم کر ٹوٹی پھوٹی موٹریں کافی قیمت دیکر خریدلیں۔ موٹروں کے مالک حیران تھے کہ یہ کون

دیوانہ ہے جو یہ ٹوٹے ہوئے موٹر اتنی قیمت پر خرید رہا ہے۔ مگر وہ شخص اپنے شوق میں محو تھا۔ اس نے محض تفریح کی خاطر اس کام کو شروع کیا۔ ٹوٹی ہوئی موٹروں کو مرمت کر کے اس نے کام کے قابل بنا دیا اور دلچسپی کے علاوہ مالی فایدہ بھی حاصل کیا

ان مثالوں کو دیکھ کر ممکن ہے کہ آپ کہیں کہ یہ لوگ خوش قسمت تھے لیکن آپ ان کی طرح خوش قسمت نہیں تھے۔ ممکن ہے کہ آپ اپنے ماضی میں تلاش کرنے کے باوجود کوئی ایسا شوق و رجحان کسی سنجیدہ کام کے لئے دریافت نہ کر سکیں۔ ممکن ہے کہ آپ اس قدر بدقسمت ہوں کہ آپ نے اپنی نوعمری میں کوئی ایسا سنجیدہ کام ہی نہ کیا ہو جس کو اب بوڑھاپے میں از سر نو زندہ کر کے اس میں تازہ شوق سے منہمک ہو سکیں۔ اگر ایسا ہے تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ سنجیدہ کام نہیں تو کھیل کود کے کاموں کو تلاش کیجئے۔ اپنی بیسویں سالگرہ سے بیشتر آپ کو کون سے کھیل کا شوق تھا؟ — جہاں تک ہو سکے بہت دور تک اپنے بچپن میں اس کو تلاش کیجئے۔ کیا آپ کو تیرنے کا شوق تھا؟ — لیکن اسے چھوڑ دیجئے۔ یہ کام ایک ساٹھ سالہ انسان کے لئے اکثر نامناسب ہوتا ہے۔ فٹ بال کا شوق؟؟ — ہاں لیکن یہ بھی اب مناسب نہیں — تاش یا گولیاں کھیلنا؟؟ — بیشک یہ ممکن ہے۔ اسی کو آپ کیوں نہ لیں؟ یا اسی قسم کا کوئی اور ذرا پیچیدہ کھیل لیجئے — اس میں جدتیں پیدا کیجئے۔ اسی سے نئے دلچسپ کھیل ایجاد کیجئے اور ان کو تیار کر کے فروخت کیجئے۔ آم کے آم گٹھلیوں کے دام

آپ کو کونسا دلچسپ مشغلہ اختیار کرنا چاہئے اس معاملہ میں کبھی بھی کسی دوسرے انسان سے مشورہ نہ لیجئے۔ اس کا جواب خود اپنے لئے خود اپنے ماضی میں تلاش کیجئے۔ ماضی میں جس قدر دور آپ تلاش کریں گے اتنا ہی اچھا ہے

آپ کو یہ بات ضرور عجیب معلوم ہو گی لیکن یہ واقعہ ہے کہ ایک حد تک ہر ایک انسان کو اپنے بچپن کے زمانہ کو از سرِ نو تازہ کرنا چاہئے۔ بچپن میں خواہ آپ پوری طرح نشو و نما یافتہ نہ ہوں لیکن در اصل آپ وہی تو ہوتے ہیں جو آپ واقعی ہیں۔ پوری طرح نشو و نما پانے پر آپ اس آتش فشاں پہاڑ کے لاوے میں بہہ جاتے ہیں جس کو جذبۂ جنسی کہا جاتا ہے۔ اس پورے دور میں کوئی انسان کبھی اپنے ہوش میں نہیں رہتا۔ وہ ایک آتشیں بے پناہ قوت کا غلام ہوتا ہے جو اس کو آگے ڈھکیلتی چلی جاتی ہے۔ لیکن پچاسویں سالگرہ کے بعد یہ زبردست جذبہ ناکام یا کمزور ہونے لگتا ہے اور اس لئے انسان ایک بار پھر اپنی اصلی حالت میں آجاتا ہے۔ اب اُس کا وہی وجود پھر اُبھرتا ہے جو جنسی جذبہ کی آگ لگنے سے پیشتر موجود تھا۔ اب وہ ایک مشتعل حیوان نہیں رہتا، بلکہ وہی انسان بن جاتا ہے جو در اصل وہ ہے اور اس کی زندگی کے "بہترین سال" وہی ہیں جن میں وہ اپنی حقیقی فطرت کو زیادہ سے زیادہ بروئے کار لاتا ہے

زندگی بہت سی قوتوں کے توازن کا نام ہے۔ یہ قوتیں جتنی زیادہ اور جتنی شدید ہوتی ہیں جنسی جذبہ اسی قدر کم غلبہ پا سکتا ہے۔ اس لئے سابقہ سطور میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا اطلاق بالکل واضح اور یقینی طور پر اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو اوسط درجے کی خواہشات اور قابلیتیں رکھتے ہیں۔ آئندہ سطور میں اب ہم ان لوگوں کا تذکرہ کریں گے جو قوتوں اور قابلیت کے لحاظ سے اوسط درجے کے لوگوں سے بلند ہیں۔ زندگی کے آخری بہترین دور کے واسطے مناسب کام تلاش کرنے کے لئے ان لوگوں کو ایک بالکل مختلف طریقہ پر تلاش کرنی ہوگی

اوسط درجے کے لوگوں سے بلند ہونے کے یہ معنی نہیں کہ انسان ایک نادر عقل و فہم کا مالک ہو۔ اگر آپ زندگی کے کسی ایک کام میں یا کسی ایک ہنر و قابلیت

میں اوسط درجے کے لوگوں سے اعلیٰ ہیں تو آپ بھی اس زبردست نفسیاتی اصول سے فایدہ اُٹھا سکتے ہیں جو آیندہ سطور میں پیش کیا جا رہا ہے اور اس کے ذریعہ اپنے واسطے اپنے آخری دورِ زندگی کا ایک مناسب شغل دریافت کر سکتے ہیں

نفسیات کا علم ہم کو بتاتا ہے کہ انسان میں کوئی خصوصی قابلیت بہت سی قابلیتوں اور قوتوں کے ایک پورے نظام کا مرکز ہوتی ہے۔ یہ جتنی زیادہ قوی ہوگی اتنا ہی اس کا حجم بڑا ہوگا اور اتنا ہی اس کے عمل و اثر کا دائرہ وسیع ہوگا۔ اس کے دائرے میں بہت سی کم قوت والی قابلیتیں موجود ہوتی ہیں۔ یہ کم قوت والی قابلیتیں اپنے نظام کی مرکزی زبردست قوت والی قابلیت سے بالکل اسی طرح طاقت حاصل کرتی ہیں جیسے سورج سے زمین۔ چاند اور ستارے۔ اور یہ قابلیتیں باقی اُن تمام قابلیتوں سے بڑھ جاتی ہیں جو اس نظام اور دائرہ سے باہر ہیں

اسی اصول کے مدنظر مشہور ماہر نفسیات ٹرمین نے جو تحقیقات کی ہیں، ان سے آپ بہت کچھ فایدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ نفسیات کے اس عالم نے انسان کے بچپن کی قابلیتوں پر اور ان قابلیتوں کے آخری دورِ حیات تک قایم رہنے پر بہت کافی روشنی ڈالی ہے۔ اگرچہ اس نے جو کچھ تحقیقات کی ہیں وہ وسطی عمر کے لوگوں کی غرض سے نہیں کی تھیں لیکن پھر بھی اس نے ہمارے لئے بہت سا مفید اور قیمتی معلومات کا ذخیرہ مہیا کر دیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اعلیٰ قابلیت اور پست قابلیت والے لوگوں کے درمیان کوئی حدِ فاصل نہیں بنائی جا سکتی۔ اگر آپ کوئی ایسی حد بنائیں گے اور غور سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس حد کی دونوں طرف ایسے لوگ موجود ہیں جن کو جُدا جُدا کرنے کی غرض سے یہ حد آپ نے بنائی تھی۔ اسلئے اگرچہ ٹرمین نے یہ تحقیقات اعلیٰ قابلیت کے لوگوں کے بارے میں کی ہیں لیکن ان سے

تقریباً سب ہی لوگ استفادہ کر سکتے ہیں۔ قارئین میں سے وہ تمام لوگ جو اپنے بچپن میں ذہنی یا دیگر قسم کی قابلیت رکھتے تھے ٹرمین کے مشوروں سے فائدہ اٹھا کر یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کاروباری زندگی کو ترک کرنے کے بعد انھیں اپنے لئے کونسا شغل انتخاب کرنا چاہئے۔ بچپن میں بالکل معمولی قابلیت رکھنے والے قارئین بھی ٹرمین کے مشوروں میں اِدھر اُدھر کچھ اشارات ایسے پا سکتے ہیں جن کی روشنی میں وہ اپنی معمولی قوتوں سے کوئی عمدہ فائدہ اٹھا سکیں۔ البتہ ٹرمین کی تحقیقات سے اُن لوگوں کو کوئی بھی نفع نہیں پہونچ سکتا جو قابلیت سے بالکل محروم ہیں لیکن چونکہ ایسے لوگوں کے لئے یہ کتاب ہے ہی نہیں اس لئے ان کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم ٹرمین کی نادر تحقیقات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں

سب سے پہلے اُن لوگوں کے بچپن کو لیجئے جو قدرت کی طرف سے نادر ترین عقل لیکر آئے ہیں۔ ایسے لوگوں کی علامت یہ ہے کہ " وہ اپنے مقصد و کوشش پر اٹل ہوتے ہیں۔ اپنی قابلیت پر پورا اعتماد رکھتے ہیں اور ایک بڑے مضبوط کردار کے مالک ہوتے ہیں " ایسے لوگ بچپن میں اکثر پس ماندہ بچے سمجھے جاتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ کبھی بھی پس ماندہ نہیں ہوتے۔ ان کے متعلق لوگوں کا یہ خراب خیال اس وجہ سے قایم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عام بچوں سے مختلف ہوتے ہیں اور اکثر اپنے استادوں اور اسکول کے ساتھیوں کے ساتھ نبھا نہیں سکتے

ایسے لوگوں کا ابتدائی شوق اور بچپن کا رجحان طبع اکثر اسی کام کی طرف ہوتا ہے جس میں اُنھوں نے اپنی آیندہ زندگی میں نمایاں ترقی حاصل کی ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ ہمیشہ متعدد کاموں کی قابلیتیں رکھتے ہیں، اسلئے یہ ممکن ہے کہ اُن کے بچپن کے بعض رجحان ایسے ہوں جن کو کبھی نشوونما پانے کا موقع نہ مل سکا۔ ٹرمین کے ایک شاگرد نے اپنی تحقیقات سے ایک عجیب حقیقت

کا ثبوت بہم پہونچایا ہے - اُس نے نادر ترین قابلیت وعقل کے تین سو انسانوں کا مطالعہ کیا - اور دیکھا کہ جس کام میں اُنھوں نے سب سے زیادہ نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں اس کے علاوہ اور کون کون اور کتنے کاموں کی قابلیتیں ان کے اندر موجود تھیں - اس طرح تجزیہ کر کے اس نے جو فہرست طیار کی اس کا کچھ حصہ درج ذیل ہے اور اس میں کم قابلیت والے بوڑھے انسانوں کے فایدہ کا کافی مواد موجود ہے

غیر افسانوی ادب لکھنے والے ممتاز انشاپرداز سب سے زیادہ تعداد میں قابلیتیں رکھتے ہیں - وہ اکثر دس مختلف قسم کے کاموں کی اعلیٰ اہلیت رکھتے ہیں

مدبروں اور فلاسفروں کا درجہ دوسرے نمبر پہ ہے

مذہبی رہنما - علمار - سائنسداں - شاعر - ناول نویس - ڈرامہ نگار - اور ماہرین علم حساب کا درجہ تیسرے نمبر پہ ہے

ماہرین موسیقی سب سے پست درجہ پر ہیں اور عموماً باقی تمام انسانوں سے کم کاموں کی استعداد رکھتے ہیں - ان کو تقریباً ایک راستہ والا دماغ کہا جاسکتا ہے

اس فہرست پر غور کیجئے اور پچاسویں سالگرہ کے بعد جب آپ اپنے واسطے کسی مفید شغل کی تلاش کریں تو اس فہرست کا استعمال اپنے اوپر کر کے دیکھئے - لیکن ایسا کرنے سے پیشتر آپ کو یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ کون کونسی قابلیتیں کون کون سی دوسری قابلیتوں کے ساتھ انسانوں میں پائی جاتی ہیں یہ ایک عجیب بات ہے کہ جو انسان کسی ایک کام میں بہت اعلیٰ قابلیت رکھتا ہو وہ چند دوسرے کاموں میں بھی اوسط درجے کے لوگوں سے زیادہ اہلیت کا مالک ہوتا ہے - آیئے اب دیکھیں کہ کون کون سی قابلیتیں اکثر انسانوں میں

ایک ساتھ پائی جاتی ہیں - جس طرح بھیڑیں صرف بھیڑوں کے گلے میں اور پرندے صرف پرندوں کے جھنڈ میں رہتے ہیں اسی طرح قابلیتوں کے بھی جداگانہ خاندان یا مجموعے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی ایک قابلیت کسی انسان میں پائی جاتی ہے تو اسی مجموعے کی دوسری قابلیتوں کا بھی تھوڑا بہت پایا جانا ضروری ہے - کوئی نمایاں قابلیت جیسا کہ پیشتر بتایا جا چکا ہے کبھی تنہا نہیں رہتی - اس کا وجود اس کے قبیلہ کی دیگر قابلیتوں کی موجودگی کی دلیل ہے - قابلیتوں کے قدرتی قبیلے یہ ہیں:-

سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ سائنس - علم حساب - ایجاد اور دستکاری کی قابلیتوں کا ہے

اس سے کم طاقتور قبیلہ شاعری - ناول اور ڈرامہ کی قابلیتوں کا ہے

تیسرے نمبر کا طاقتور قبیلہ فلسفہ - تمدنیات - تاریخ اور زبانوں کی قابلیتوں کا ہے

چوتھا قبیلہ مذہبی قیادت - سیاست اور انتظام کی قابلیتوں کا ہے

صرف موسیقی کی قابلیت تنہا رہتی ہے - اس کے چاروں طرف قابلیتوں کا کوئی اجتماع نہیں ہوتا

مندرجۂ بالا سطور کا غور سے مطالعہ کیجئے - اپنے آخری "بہترین سال" کے لئے بہترین کام تلاش کرنے میں یہ سطور آپ کو ایک بیش قیمت امداد پہونچائیں گی - آیئے دیکھیں کہ ہم ان سے کسی طرح امداد حاصل کر سکتے ہیں اور ان کو کیسے استعمال کیا جا سکتا ہے؟

آپ اپنی زندگی کے پچاسویں برس تک زندگی کی جدوجہد میں اپنی جس خصوصیت اور قابلیت کو استعمال کرتے رہے ہیں اس کو مندرجۂ بالا قابلیتوں کے قبیلوں میں دیکھئے کہ وہ کس قبیلہ میں ہے - جس قبیلہ میں آپ کی یہ ممتاز قابلیت موجود ہے اسی قبیلہ کی باقی دوسری قابلیتیں آپ کے اندر ضرور کسی نہ کسی درجے پر موجود ہوں گی اور اسلئے ان میں سے کسی کو اپنے آخری دور زندگی کے شغل کے لئے چھانٹ لیجئے - بہتر یہ ہو کہ

آپ ان میں سے اُس قابلیت کو چھانٹیں جس کا اظہار آپ نے اپنے بچپن میں کیا ہو

آپ کے اندر کوئی قابلیت جس قدر زیادہ نمایاں طور پر موجود ہوگی اسی قدر اس قبیلہ کی دیگر قابلیتوں کی موجودگی آپ کے اندر مشتبہ ہوگی اور اس لئے یہ طریقہ و فہرست آپ کے لئے اسی قدر بیکار ثابت ہوگی - اگر آپ اپنی قابلیت میں کبھی کوئی نمایاں حیثیت نہیں پا سکے تو اس طریقے پر آپ بالکل دھیان نہ دیجئے - اس صورت میں قابلیتوں کے یہ تمام قبیلے آپ کے لئے نہ صرف بیکار ہیں بلکہ نقصان دہ بھی ہو سکتے ہیں

اس نکتہ کو یقینی طور پر سمجھ لیجئے کہ انسان کی فطری قابلیتوں میں دو خاص باتیں پائی جاتی ہیں - ایک بات تو یہ ہے انسانی قابلیتیں ایک قبیلہ یا مجموعہ میں رہنا چاہتی ہیں اور دوسری بات یہ کہ وہ پھیلنا چاہتی ہیں - چونکہ یہ دونوں باتیں ایک طرح ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے ممکن ہے کہ آپ اپنی ذات پر ان کو استعمال کرتے وقت اُلجھن میں پھنس جائیں - لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک دو فرضی مثالوں کو لیکر یہ چیز واضح کر دی جائے

فرض کیجئے کہ آپ مضامین - تاریخی کتابوں - سیاسی مقالوں اور دیگر غیر افسانوی ادب کے ایک ممتاز اہل قلم ہیں - اس صورت میں فہرست نمبر ۱ کے لحاظ سے یہ بالکل اغلب ہے کہ آپ کے اندر دیگر بہت سے کاموں کی قابلیتیں بڑی تعداد میں ہونگی - آپ دس مختلف کاموں میں سے کسی طرف آسانی سے متوجہ ہو سکتے ہیں اس لئے بچپن سال کی عمر کو پار کرنے پر آپ بہت سے مشاغل کو آزما کر دیکھ سکتے ہیں اور ان میں سے بیشتر مشاغل سے زندگی کا لطف حاصل کر سکتے ہیں

لیکن فہرست نمبر ۲ کے مطابق جب آپ اپنی قابلیت کے مخصوص قبیلہ کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا نمبر تیسرے درجے کے قبیلہ سے ہے جس میں فلسفہ - تمدنیات تاریخ اور زبانوں کی قابلیتیں پائی جاتی ہیں - یہ قابلیتیں کسی حد تک ایک کامیاب

غیر افسانوی ادیب میں مجتمع ہوتی ضرور ہیں لیکن ان کا قبیلہ طاقت کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے اور باہمی تعلق کمزور ہے - اس لئے اگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ کو فلسفہ یا تمدنیات سے کوئی کبھی لگاؤ نہیں تو آپ کو تعجب نہ کرنا چاہئے اور نہ ان فہرستوں کو غلط سمجھنا چاہئے - یہ بالکل اغلب ہے کہ طبیعت کا لگاؤ نہ ہونے کے باوجود اگر آپ فلسفہ یا تمدنیات وغیرہ کے شغل کو اختیار کریں تو دیگر بہت سے کاموں کے مقابلہ میں زیادہ کامیاب ثابت ہوں

فرض کیجئے کہ علم کیمیا کے ایک ممتاز ماہر ہونے کی وجہ سے آپ سائنس کی دنیا میں مشہور ہیں - فہرست نمبر ۱ کے لحاظ سے دیگر کاموں کی قابلیتوں کی تعداد آپ کے اندر تیسرے درجے کی ہے - قابلیتوں کی تعداد میں آپ مذہبی رہنماؤں - علماء - شعراء اور ناول نویسوں کے ساتھ ساتھ ہیں - اس لئے ممکن ہے کہ کیمیا کے علاوہ صرف تھوڑے سے کام آپ کر سکیں - لیکن یہ تھوڑے سے کام باہم بہت قوی تعلق رکھتے ہیں کیونکہ فہرست ۲ کے لحاظ سے آپ کا تعلق سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ سے ہے آپ یقیناً فطری طور پر اس چیز کو پسندیدہ پائیں گے کہ سائنس کی کوئی نئی شاخ مثلاً طبیعیات وغیرہ اختیار کر لیں یا علم حساب کی طرف متوجہ ہوں یا ایجاد و اختراع کا کام شروع کر دیں یا کوئی دستکاری اختیار کریں - کیونکہ کیمیا کی قابلیت کے ساتھ یہ تمام قابلیتیں ایک مدت تک متحد رہ چکی ہیں

فرض کیجئے کہ آپ ایک بہترین ماہر موسیقی رہے ہیں - اب آپ اپنی عمر کے ۵۵ سال ختم کر رہے ہیں اور آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی انگلیاں قدرے سخت - آپ کی نگہ دھندلی اور شاید آپ کی سماعت کسی قدر کمزور ہوتی جا رہی ہے - آپ آپ اب بہت عرصہ تک موسیقی سے وابستہ نہیں رہ سکتے - تو پھر اب کیا کیا جائے ؟ آپ کی موسیقی آپ کو کسی دوسرے نئے کام کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتی -

یہ اپنے قبیلہ میں بالکل تنہا ہے - اس کا تعلق کسی دوسری چیز سے نہیں - ایک ماہر موسیقی کچھ بھی ہو سکتا ہے یا کچھ نہیں ہو سکتا - وہ ایک ماہر کیمیا کی بالکل ضد ہے - اس کی قابلیتیں محدود ہیں اور باقی ہر ایک تعلق سے بالکل آزاد ہیں - اسی لئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص موسیقی میں بھی ممتاز درجہ رکھتا ہو اور اسکے علاوہ کسی اور کام میں بھی بالکل اتنا ہی ممتاز ہو — مثلاً وہ ایک اعلیٰ ماہر موسیقی بھی ہو اور ایک دیوانہ یا بلند مرتبہ ماہر حساب بھی — ایک ممتاز موسیقی داں بھی اور ایک اعلیٰ شعبدہ گر یا ایک رشی بھی — اعلیٰ ماہر موسیقی بھی ہو اور ایک سیاہ کار انسان یا متقی راہب بھی — اعلیٰ موسیقی داں بھی ہو اور ایک سماجی بھکاری یا سماجی انقلابی بھی — بدقسمتی سے یہ بھی ممکن ہے کہ موسیقی میں وہ ایک نادر انسان ہو لیکن اس کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو — جب وہ اپنی موسیقی کو ترک کرتا ہے تو گویا خود کو ختم کر دیتا ہے - وہ صرف "ایک راستہ والا دماغ" ہے - اس کی دنیا میں جانے کا اور کوئی راستہ ہی نہیں - آپ نے ایسے بوڑھے ماہرین موسیقی کو دیکھا ہو گا جو بالکل ختم شدہ ڈھانچے ہو کر رہ جاتے ہیں - ان کی مصیبت کا یہی راز ہے

ان امور سے ہمیں کون سے عملی سبق ملتے ہیں ؟ — سب سے اہم یہ کہ موسیقی کو ایک مستقل شغل حیات کی حیثیت سے سیکھنے میں کبھی بچوں کی ہمت افزائی نہ کیجئے - اگر مجبوراً ایسا کرنا ہی پڑ جائے تو یہ بالکل لازمی ہے کہ آپ بچوں میں چند دیگر کاموں کا بھی ایسا شوق ساتھ ساتھ پیدا کر دیں جو بعد کو نشو و نما پا کر بوڑھی زندگی میں ان کا سہارا بن سکے - بوڑھے موسیقی دانوں کی بابت یہ ہے کہ آپ ان کی ہمت افزائی کر کے ان کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ سب چیزوں کو چھوڑنے سے پہلے ہر چیز کو آزما کر دیکھیں - ممکن ہے کہ کوئی کام ان کو ایسا نظر

آجائے جو اب موسیقی کے بعد ان کی زندگی میں رونق پیدا کر سکے

آخر میں ایک خطرہ سے خبردار کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو کچھ سابقہ سطور میں بیان کیا گیا ہے وہ کوئی قطعی چیز نہیں۔ کوئی قطعی اور آخری اصول نہیں بلکہ محض اغلب نتائج کا ماحصل ہے آپ ان بیانات کو پوری سختی کے ساتھ اپنی ذات پر استعمال نہ کریں۔ ممکن ہے کہ وہ ناکام و غلط ثابت ہو جائیں اور آپ کا وجود ان اصول کا ایک استثناء ہو۔ اس سلسلہ میں عورتوں کو خصوصی طور پر احتیاط و آگاہی کی ضرورت ہے۔ ان سے یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ کی گہری قابلیتیں اکثر شادی کی وجہ سے یا والدین کی خدمت کرنے کے سبب یا پھر امور خانہ داری کے ہنگاموں میں ممکن ہے کہ دب کر رہ جائیں۔ آپ میں سے صرف اسی عورت کے لئے یہ اصول مفید ثابت ہو سکتے ہیں جس کو اپنی فطری استعداد کو ترقی دینے کا کافی موقع ملا ہو۔ ۵۰ سال کے بعد والی عمر میں اس کو بھی اپنے پہلے بچپن کو از سر نو زندہ کر کے دوسرے خوفناک بچپن سے بچنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے وہی اصول کافی ہیں جو اس کتاب میں عام لوگوں کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں

رعایتی قیمت

مجموعہ استفسار و جواب

کی تیسری جلد

ضخامت ۵۰۰ صفحات۔ جس کی قیمت علاوہ محصول تین روپیہ ہے
لیکن اب آپ کو مع محصول صرف دو روپیہ میں مل سکتی ہے۔

مینیجر نگار لکھنؤ

ایک اور راز

آج سے ۱۵ سال قبل تک بوڑھے لوگوں کی بابت جو کچھ لکھا گیا ہے اور جسے آپ میں سے بہت سے لوگوں نے اپنی جوانی کے زمانہ میں پڑھا ہے وہ مغالطوں اور غلط فہمیوں کا ایک ایسا سلسلہ ہے کہ پوری انسانی نسل کی ذہنیت خراب ہو کر رہ گئی ہے۔ اس سب کو یکسر فراموش کر دیجئے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ ۵۰ سال کے بعد کی زندگی کا باقاعدہ علمی تجزیہ آج سے ۱۵ برس قبل کبھی کیا ہی نہیں گیا اور بوڑھی زندگی کے مسایل پر جو کچھ لکھا گیا وہ یا تو روایتی اعتقادات تھے یا محض قیاسات یا پھر مشاہدات کے غلط نتائج ــ گزشتہ دس بارہ برس کے اندر انسان پہلی بار اپنے آخری دور حیات کی طرف علمی تحقیق کی روشنی لیکر متوجہ ہوا ہے اور اس سلسلہ میں جو نئی باتیں معلوم کی ہیں وہ اس قدر زیادہ اور اتنی حیرتناک ہیں کہ اس مختصر سی کتاب میں ان میں سے چند باتوں کا بھی تذکرہ تفصیل سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے صرف ایک نئی دریافت اور تحقیق پر اکتفا کی جائے گی۔ اور آپ دیکھیں گے کہ انسانی فطرت کا یہ نیا دریافت شدہ راز کس قدر عجیب ہے اور اس کی مدد سے انسان بوڑھاپے کے زمانہ میں کوئی موزوں شغل منتخب کرنے میں کس قدر آسانی سے کامیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن اس نئی دریافت شدہ حقیقت کو بتلانے سے پیشتر قوت حیات کا ایک اہم قانون سمجھ لینا ضروری ہے کیونکہ یہ نئی حقیقت اسی قانون پر ایک بڑی حد تک مبنی ہے

ہر انسان دُنیا میں قوت کا ایک محدود ذخیرہ لیکر آتا ہے۔ قوت کا یہ ذخیرہ انسانی جسم کی مشین میں کچھ ایسے عجیب طریقے پر رکھ دیا گیا ہے کہ جتنی ضرورت ہوتی ہے فطری طور پر صرف اسی قدر قوت ذخیرہ سے باہر نکل کر اعصاب میں کام آتی ہے۔ یہ قانون "رفتار قوت" کا اصول کہلاتا ہے۔ "رفتار قوت" کا قانون انسانی قوت کا محافظ ہے اور جسمانی مشین کے صحیح عمل کا ضامن۔ اس کی مثال برقی "حرارت خیز" کی طرح ہے۔ جب کمرہ کافی گرم ہو جاتا ہے تو "حرارت خیز" آلہ خود بخود کم گرمی خارج کرنے لگتا ہے لیکن جب کمرہ زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو یہ آلہ زیادہ حرارت پیدا کرنے لگتا ہے۔ چند بالکل نئی قسم کی موٹروں میں بھی کچھ ایسا ہی اصول استعمال ہو رہا ہے۔ زیادہ بوجھ کی حالت میں یا بلندی پر چڑھتے وقت ان موٹروں کی مشین میں پٹرول کی نلکی کا دہانہ خود بخود زیادہ پھیل جاتا ہے لیکن ڈھال پر اُترتے وقت چونکہ قوت کی ضرورت کم ہوتی ہے اس لئے دہانہ خود بخود تنگ ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح "رفتار قوت" کا قانون انسان کے جسم میں کام کرتا ہے اور قوت کے خرچ پر قابو رکھتا ہے۔ عمل و حرکت کے لئے فطرت جتنی قوت کا خرچ مناسب سمجھتی ہے اسی قدر قوت اعصاب میں آجاتی ہے۔ چونکہ قوت کا ذخیرہ عمر کے ہر درجہ میں مختلف ہوتا ہے اس لئے ایک ہی قسم کی حرکت کے لئے عمر کے مختلف درجوں میں مختلف مقداریں قوت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بوڑھے لوگ بہت سے کام اس قدر رفتار سے نہیں کر سکتے جس قدر کہ نوجوان لوگ کرتے ہیں۔ قوت کا قدرتی ذخیرہ عمر کے ساتھ ساتھ کم ہوتا رہتا ہے لیکن اس کمی سے کسی قسم کے خوف اور مایوسی کی ضرورت نہیں۔ یہ کمی بالکل فطری ہے۔ البتہ خطرناک بات یہ ہے کہ آپ "رفتار قوت" کے قانون کی خلاف ورزی کریں۔ اور کسی کام کے لئے آپ کو اپنی آخری زندگی کے ذخیرہ میں سے جس قدر قوت فطری طور پر استعمال کرنے کو ملتی ہے آپ اس سے زیادہ قوت اس ذخیرہ میں سے نکالنا چاہیں۔ اس کی احتیاط رکھئے کہ آپ اس

قدرتی قانون میں کوئی دخل نہ دیں - آپ کی عمر کے جس درجے میں قدرت کا یہ قانون جس قدر قوت فعل و عمل کے لئے دیتا ہے اسی پر قناعت کرنا دانشمندی ہے

اس قانون کے خلاف بغاوت کرنے پر ہمیں سب سے زیادہ ہماری قدیم عادتیں اُبھارتی ہیں - جوانی کے زمانہ میں ہم کوئی کھیل سیکھتے ہیں اور رفتہ رفتہ اسے کھیلنے کے اس قدر شوقین و عادی ہو جاتے ہیں کہ ۴۰ سال کی عمر کے بعد بھی اسی طرح اس کو جاری رکھنا چاہتے ہیں - ایک بیس سالہ نوجوان ہاکی کا گرویدہ ہو کر ۴۰ سال کی عمر میں بھی اس کا سلسلہ توڑنا نہیں چاہتا - وہ محسوس کرتا ہے کہ پہلے کی طرح اب وہ دوڑ نہیں سکتا - مگر پھر بھی دوڑنے کی کوشش کرتا ہے - قوت کے ذخیرہ میں سے فطری طور پر جتنی قوت اسے فطرت دینا چاہتی ہے وہ اس سے زیادہ خرچ کرتا ہے - اس کا نتیجہ ؟ —— تباہی

اس "رفتار قوت" کے قانون کو سمجھنے کے بعد اب آپ اس نئی دریافت شدہ حقیقت پر غور فرمائیں جس کی طرف ابتدا میں اشارہ کیا گیا ہے

انسان کی کوئی فطری قابلیت زندگی میں جس قدر جلد ظاہر ہوتی ہے اتنے ہی بعد تک وہ پھولتی پھلتی رہتی ہے - قابلیت کو زندگی میں جس قدر دیر میں ظاہر ہونے کا موقعہ ملتا ہے اتنی ہی جلد وہ غائب ہو جاتی ہے - اگر کسی بچے میں کوئی فطری قابلیت دسویں برس میں ظاہر ہو جاتی ہے تو سمجھ لیجئے کہ اسی برس کی عمر میں بھی وہ قابلیت بدستور قایم رہے گی - اگر کوئی فطری قابلیت کسی انسان میں سب سے پہلے بیسویں برس میں ظاہر ہوتی ہے تو اغلب یہ ہے کہ پچاسویں سالگرہ کے بعد یہ خوبی بالکل غائب یا بہت کم ہو جائے گی —— اگر کوئی شخص اپنے بچپن میں دس برس کی عمر ہی میں شعر و شاعری کر سکتا ہے تو یقیناً وہ ۸۰ برس کی عمر میں بھی شعر کہہ سکے گا - اگر کوئی انسان پندرہ برس کی عمر میں موسیقی کی قابلیت کا اظہار کرتا ہے تو شاید ۵۰ برس کی عمر کے بعد وہ موسیقی کا

ماہر نہ رہ سکے۔ جس شخص کی شاعری سب سے پہلے ۲۰ برس کی عمر سے شروع ہوئی ہے وہ شاید ۵۰ برس کے بعد اس قابلیت کا ایسا اظہار نہ کر سکے

انسانی فطرت کی یہ حقیقت چونکہ ابھی حال ہی میں دریافت ہوئی ہے اس لئے ضرور عجیب معلوم ہوگی لیکن اگر واقعات پر غور کیا جائے تو اس حقیقت میں شبہ کی گنجایش نہیں رہتی۔ بہترین اور کامیاب بوڑھے شاعر و ادیب۔ ممتاز بوڑھے ماہرین موسیقی اور اداکار وغیرہ وغیرہ وہی ہیں گے جن کے کمالات کا اظہار بچپن میں جلد سے جلد شروع ہو چکا تھا۔ بوتھ ٹارکنگٹن اپنی ۷۵ برس کی عمر میں بھی اعلیٰ درجے کی کتابیں لکھتا رہا۔ ساٹھ سال کی عمر کے بعد اُس نے ۱۶ ناول لکھے۔ ولیم ڈین ہاولز نے اپنی بہترین ادبی زبان ۸۰ سال کی عمر کے بعد پیش کی۔ امریکن اسٹیج کے تین زبردست اداکار جارج جیفرسن۔ اسکنر۔ اور جان ڈریو اپنے بڑھاپے ہی میں چمکے ــــ اور یہ سب وہ لوگ تھے جن کی قابلیتیں بالکل ابتدائی عمر میں ظاہر ہونی شروع ہو گئی تھیں

اسی طرح ممتاز مرتبہ ماہر نفسیات کارل سی سٹور نے ۷۰ برس کی عمر کے بعد ۵ بہترین کتابیں لکھیں۔ بلند پایہ فلاسفر جان ڈیوی جو آیندہ نسلوں پر یقیناً بہت گہرا اثر چھوڑ جائے گا۔ اپنی ۷۰ برس کی عمر کے بعد ۱۰ اعلیٰ تصنیفات پیش کر چکا ہے۔ یہ سب لوگ زندگی میں بہت جلد اپنے کام میں لگ گئے تھے اس لئے اِن کی خصوصی قابلیتیں زندگی میں بہت آخر تک قایم رہی ہیں

۱۸۷۶ء میں ایک بارہ برس کی لڑکی لندن کے باشندوں کے سامنے کھڑی تقریر کر رہی تھی۔ لوگ حیرت میں تھے اور ساکت۔ اونچا ہونے کے لئے وہ ایک کرسی پر کھڑی تھی اور اس کی تقریر کی روانی لوگوں کے قلوب پر جادو کر رہی تھی۔ ۱۹۴۵ء میں یہ مقرر لڑکی ۸۰ سال کی عمر کو پہنچ گئی۔ وہ اب بھی آتش بیان اور جادو زبان ہے۔ اس کا نام ایون جلین بوتھ ہے وہ "سالویشن آرمی" کی قاید ہے اور

بوڑھاپے کے باوجود جوان

زندگی کی منزل میں جو شخص جس قدر جلد روانہ ہو جاتا ہے اُسی قدر بعد تک چل سکتا ہے

ممکن ہے کہ ان مثالوں کو آپ تقلید کے لئے نا ممکن بتائیں ۔ اگر آپ خود ایسا نہیں بن سکتے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی طرف سے بالکل ہی بے تعلق رہیں ۔ سمندروں پر چلنے والے جہاز ستاروں کو دیکھ کر ان کی سمت چلتے ہیں ۔ وہ کبھی ستاروں تک تو نہیں پہونچتے لیکن خود اپنی منزل مقصود پر ضرور پہونچ جاتے ہیں ۔ یہ مثالیں بھی اگر ایسے ہی ستارے ہیں کہ آپ اُن تک نہ پہونچ سکیں تو کوئی پروا نہیں ۔ ان کو نگہ کے سامنے رکھئے اور بڑھے چلے جایئے ۔ آپ اپنی منزل مقصود کو پالیں گے

جس حقیقت کے ثبوت میں یہ مثالیں پیش کی گئی ہیں اُسے ایکبار پھر سن لیجئے

زندگی میں انسان کی جو فطری قابلیت عمر کے بہت ابتدائی حصے میں ظاہر ہوتی ہے وہ عمر کے بالکل آخری حصے تک ظاہر ہوتی رہتی ہے ۔ پھلتی پھولتی ہے اور مزید ترقیاں حاصل کر سکتی ہے ۔ زندگی کی اس اہم حقیقت کو آپ کیسے استعمال کرینگے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ یہ سوچنے بیٹھیں کہ ۶۰ سال کی عمر کے بعد کیا کام کیا جائے تو آپ اپنے بچپن کی طرف متوجہ ہوجیے اور دیکھئے کہ کونسی قابلیتیں سب سے پہلے ظاہر ہوئیں ۔ بچپن کے تقریبًا بارہ برس تک ظاہر ہونے والی تمام قابلیتوں پر غور کیجئے اور ان میں سے کسی ایک کو اپنی ساٹھ سالہ زندگی کی بنیاد بناکر کام میں لگ جایئے یہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گی

اس سلسلہ میں ایک بڑی بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو قدرت تو بہت عمدہ اور پرقوت قابلیتیں دیکر پیدا کرتی ہے لیکن بعض مفلسی کی وجہ سے عمر کے ابتدائی حصہ میں جلد ظاہر نہیں ہونے پاتیں کیونکہ مفلسی کی وجہ سے ان لوگوں کو ایسے کاموں میں

پھنس جانا پڑتا ہے جو ان کی طبیعت کے پسندیدہ نہیں بلکہ دوسروں کے پسندیدہ ہیں۔ دولت کا ایک بہت بڑا فایدہ یہ ہے کہ یہ ہمیں ایسے کاموں سے آزاد کر دیتی ہے جو دوسرے لوگوں کی خواہش سے مجبور ہو کر ہمیں کرنا پڑتے ہیں اور اس طرح ہمیں خود اپنی پسند کے کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ یہ موقع شروع عمر ہی سے ہماری فطری قابلیتوں کے اظہار کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے اور اس لئے یہ قابلیتیں عمر کے آخری دور تک ترقی کی منزلیں طے کرتی چلی جاتی ہیں۔ اس طرح زندگی کے آخری سال بہترین سال بن جاتے ہیں اور عمر کا احساس بچپن کی طرح باطل ہو جاتا ہے

لیکن اس معذوری سے تہی مایہ انسانوں کو مایوسی کی ضرورت نہیں۔ اٹیمی زمانہ کی صبح ہو چکی ہے۔ آفتاب کی روشنی جلد ہی تمام اندھیرے کو فنا کر دیگی مفلسی کا خاتمہ کرنا اٹیمی زمانہ کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ ایجادات و اختراعات کی بھرمار سے وہ نوبت جلد آئے گی کہ جب کسی کو بھی بہت زیادہ محنت نہ کرنی پڑے گی اور ہر شخص ہر خواہش کی چیز آسانی سے خرید سکے گا کیونکہ کوئی چیز بھی بہت قیمت کی نہ ہوگی

اس کتاب کے پہلے باب سے یہاں تک آپ کے سامنے انسانی فطرت کے متعلق جو حقایق بیان کئے گئے ہیں اب اُن کی روشنی میں آپ خود ہی دیکھیں کہ بوڑھاپے کی بابت جو خراب خیالات صدیوں سے انسان کی دُنیا میں چلے آرہے ہیں وہ کس قدر بے بنیاد ہیں۔ اور انسان اگر کوشش کرے تو ۵۰ برس کی عمر کے بعد کی زندگی صحیح معنی میں بہترین زندگی بن سکتی ہے

کچھ نہ کچھ کئے جائیے

انسانی مسرت کا سب سے بڑا راز کچھ نہ کچھ کرتے رہنے میں پوشیدہ ہے۔
ہماری ہنرمندی اور کمالات جو ہم نے بہیم عمل کے ذریعہ اپنی فطری قابلیت کو پرورش کر کے حاصل کئے ہیں ہماری زندگی کی رونق ہیں اور ان کے بغیر ہماری زندگی بالکل ایک تاریک خلا بن کر رہ جائے گی۔ لیکن یہ حاصل کردہ ہنرمندی و کمالات صرف اسی حالت میں ہمارے قبضہ میں رہ سکتے ہیں جب ہم بہیم اُن کو استعمال کرتے رہیں قدرتی قابلیتیں تو ایک بڑی مدت تک خوابیدہ رہنے کے بعد بھی بہت کم مرتی ہیں لیکن ہنرمندی و کمال جو قدرت کا عطا کیا ہوا نہیں ہوتا بلکہ ہم اپنی محنت اور مسلسل عمل کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اگر ایک مدت تک استعمال نہ کیا جائے تو سمجھ لیجئے کہ اُسے پھر دوبارہ زندہ کرنا بہت دشوار ہوگا۔ اگر ہم نے اسے اس طرح بے عمل ہو کر کھو دیا تو گویا زندگی کی مسرت و دلچسپی کو کھو دیا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی ہنرمندی و کمال کو جو ہماری حیات کی بہار ہے ہم ہمیشہ استعمال کرتے رہیں۔ زندگی کا آہنی قانون ہے کہ "استعمال کرو ورنہ محروم ہونا پڑے گا"۔ یہ قانون انسان کی قدرتی صلاحیت کے علاوہ اور تمام ہنرمندیوں اور کمالات پر جاری و ساری ہے۔ اگر آپ نے مسلسل محنت و مشق کے ذریعہ فن تقریر میں کمال پیدا کر لیا ہے لیکن اس کے بعد ایک بڑی مدت اس کمال کی مشق کو چھوڑے رکھا تو آپ کچھ عرصہ کے بعد

——— جب کسی بڑے مجمع کے سامنے تقریر کرنے کھڑے ہوں گے تو لوگوں پر کوئی گہرا اثر نہ ڈال سکیں گے۔ اگر ایک افسانہ نگار مسلسل مشق کے ذریعہ افسانہ نگاری میں کمال حاصل کرنے کے بعد اپنی مشق کو ایک بڑی مدت کے لئے روک دیتا ہے اور اس کے بعد پھر افسانہ لکھتا ہے تو یقین ہے کہ اس کی کہانی میں وہ خوبیاں پیدا نہ ہو سکیں گی جو پہلے تھیں حالانکہ اُس کے اندر افسانہ نگاری کی فطری قابلیت بدستور موجود ہوگی۔ اب ایک مقرر کو اپنی جادو بیانی کے ختم ہونے اور ایک افسانہ نگار کو اپنی سحر نگاری کے سلب ہو جانے سے زندگی کی کتنی بڑی دلچسپی سے محروم ہونا پڑیگا اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔ یہی حال اور باقی تمام ہنرمندیوں اور کمالات کا ہے۔ اس لئے زندگی کے اس فولادی قانون کے بموجب کہ "استعمال کرو ورنہ محروم ہو جاؤ" ہمارے لئے یہ سمجھ لینا اشد ضروری ہے کہ ہمارے کمالات صرف اسی صورت میں قایم رہ سکتے ہیں جبکہ ہم ان کو کسی نہ کسی طرح مسلسل استعمال کرتے رہیں

۵۵ سال کی عمر والوں کے لئے اس قانون زندگی کو اچھی طرح ذہن میں رکھنا لازم ہے۔ کاروباری اور معاشی زندگی سے ریٹائر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہئے کہ آپ نے ۵۵ سال کی طویل مدت میں جو ہنرمندی و کمال حاصل کیا اس کے استعمال کو بند کر دینا چاہئے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا تو یہ کمالات ختم ہو جائینگے اور ان کے ساتھ ہی زندگی کی دلچسپی پر اوس پڑ جائے گی

دانشمندوں کا کہنا ہے کہ عمل و مشق انسان کو کامل بناتا ہے لیکن اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی صحیح ہے کہ عمل و مشق کا جاری رہنے والا سلسلہ انسان کو زندہ رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانہ سے دُنیا کے سمجھدار لوگ مستقل و مسلسل عمل کی ضرورت پر زور دیتے آئے ہیں۔ آج سے تقریباً آٹھ سو برس قبل گیلن نے لکھا تھا کہ

"عمل فطرت کے دوا خانے کی سب سے بہتر دوا ہے اور انسان کی مسرت کے لئے لازم ہے "۔ یہ الفاظ آج بھی اسی قدر صحیح ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ۵۵ سال کی عمر پر اپنی معاشی جد و جہد کو ترک کرنے کے بعد جب لوگ ریٹائر ہوتے ہیں تو ان الفاظ کی اہمیت کو فراموش کر دیتے ہیں۔ ان کی نظر میں ۵۵ برس کی عمر کے بعد عمل و مشق کی سرحدیں ختم ہو جاتی ہیں اور ریٹایر ہونے کا مفہوم ہی ان کے دماغ میں یہ ہوتا ہے کہ تمام عمل کو ختم کرنے کا زمانہ آگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے عمل کے سلسلے کے بند ہو جانے کی وجہ سے ان کے تمام سابقہ کمالات کا دم گھٹنے لگتا ہے اور اس سے نہ صرف ان لوگوں کی زندگی افسردہ ہو کر رہ جاتی ہے بلکہ بوڑھاپے کے بہت سے توہمات اور امراض ان کو شکار کر لیتے ہیں

آپ نے ایسے بوڑھوں کو ضرور دیکھا ہوگا جو ریٹائر ہونے کے ایک ہفتہ بعد ہی عمل کے تمام سلسلوں کو توڑ کر بوڑھی زندگی کی طیاریوں میں لگ جاتے ہیں ایک ایسے ہی بد قسمت انسان کی مثال دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ وہ ایک بہت اچھی پنشن لیکر ریٹائر ہوا اور اس کے بعد ایک ہفتہ کے اندر ہی اس نے اپنے تمام کام اور عمل کے دروازے بند کر کے صرف ایک شغل کو اختیار کر لیا۔ اس کا شغل اب صرف یہ رہ گیا تھا کہ سر سے پاؤں تک روزانہ اپنا معائنہ کرتا تھا اور بوڑھاپے کے آثار کو دیکھ کر ان کی فکر میں لگ جاتا تھا۔ دسترخوان پر رکھی ہوئی ہر ایک پلیٹ کو دیکھ کر وہ سوچتا تھا کہ اس کو کھانا ٹھیک ہوگا یا نہیں ؟ ــ چائے اور قہوہ سے کوئی نقصان تو نہ ہوگا ؟ ــ چلتے وقت اپنے ہر قدم کو ناپتا تھا اور سوچتا کہ اتنی گرمی میں اتنی دور چلنا مناسب ہوگا یا نہیں ؟ ۔ بارش میں باہر نکلنا کچھ خطرناک تو نہیں ہوگا ؟ ــ وہ مشین پر اپنا وزن تولتا۔ روزانہ اپنی زبان کے رنگ کا معائنہ کرتا۔ اپنے چہرے کے رنگ کو دیکھتا۔ اور ہر مہینے میں کم از کم دو مرتبہ

ڈاکٹر کے پاس جاتا تھا۔ مختلف قسم کی دواؤں کی شیشیاں خرید خرید کر اس نے اپنے کمرے کی الماری میں ایک چھوٹا سا دواخانہ بنا لیا تھا

لیکن چند برس ہی میں وہ ایک ٹوٹا ہوا ڈھانچہ ہو کر رہ گیا! ——

بحرِ حیات کے کنارے ایک شکستہ سفینہ!

اسوقت اس کے گزشتہ کاروباری ساتھیوں نے اس کی جان بچائی۔ اس شخص کے قدیم کاروبار میں جھوٹ موٹ ایک فرضی نقصان عظیم پیدا کیا گیا اور بوڑھے شخص سے درخواست کی گئی کہ کاروبار میں واپس آکر پھر اس گاڑی کو چلائے۔ بادل ناخواستہ ایک لڑکھڑاتے ہوئے ڈھانچہ کی طرح وہ پھر کارخانہ میں واپس آگیا۔ اُس نے اپنا پُرانا کام پھر سنبھال لیا۔ ہر روز اُسے یقین ہوتا تھا کہ آج اسکی زندگی کا آخری دن ہے۔ لیکن آٹھ ماہ کے بعد وہ ایک نیا انسان بن گیا۔ تندرست و توانا۔ مسرور و شاداں!!

زندگی موت سے پہلے ختم نہیں ہوتی اور زندگی نام ہے مسلسل عمل کا۔ اسلئے عمل بھی کسی منزل پر ختم نہ ہونا چاہیئے۔ زندہ رہنے کا یہی راز ہے۔ عمر کی کسی منزل میں اور خصوصًا بڑھاپے میں اگر آپ وقت کو تباہ کریں گے تو وقت آپ کو کھا جائے گا۔ اگر آپ اپنی زندگی کے کمالات کا استعمال نہ کریں گے تو آپ اپنے کمالات اور انکے ساتھ ساتھ اپنی زندگی سے محروم ہو جائیں گے۔ اگر ریٹائر ہونے پر آپ ایک دم قطعی ساکت ہو جائیں گے تو اپنی موت کو دعوت دیں گے

"مسلسل کچھ نہ کچھ کرتے رہیئے۔ برابر کچھ نہ کچھ سوچتے رہیئے۔ جب تک آپ بالکل معذور نہ ہوں اپنے کاموں کے لئے کبھی بھی دوسروں کے محتاج نہ ہوجیئے۔ اپنے دماغ کو مسلسل مستعد و باعمل رکھیئے" یہ وہ الفاظ ہیں جو ڈاکٹر برنارڈ ساش نے تقریبًا ۸۰ برس کی عمر میں کہے۔ وہ خود ۸۶ برس کی عمر کے بعد بھی ان الفاظ پر

عمل کرتا رہا

پچاسویں سالگرہ کے بعد انسان کا سب سے زیادہ خطرناک فعل یہ ہے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ جائے اور مایوسی سے کہے کہ "بس بھائی! — اب میں ختم ہو چکا"۔ اگر آپ کبھی ایسے لفظ سنیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ ایک مُردے کی آواز ہے۔

انسان کو مسلسل عمل پر کون سی چیزیں آمادہ کرتی ہیں؟ — اول تو خود انسان کا اندرونی جذبہ و تحریک — دوسرے بیرونی حالات کا دباؤ۔ اسلئے دُنیا میں دو قسم کے خوش قسمت انسان ہیں۔ ایک تو وہ جو عمل کے لئے خود اپنا ایک اندرونی جذبہ و تحریک رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جن پر بیرونی حالات کا دباؤ قایم ہے۔ سب سے زیادہ بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کو نہ اندرونی جذبہ میسر ہے اور نہ بیرونی حالات کا جبر

اندرونی تحریک و جذبہ سب سے زیادہ ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اعلیٰ ترین خداداد جوہر رکھتے ہیں۔ بیرونی حالات کا دباؤ سب سے زیادہ مفلسی میں ہوتا ہے۔ دُنیا کی پیدائش سے آج تک انسان کو مسلسل عمل پر آمادہ کرنے والی کوئی چیز ان دو چیزوں سے زیادہ تیز اثر اور پر قوت نہیں مل سکی۔ انسانی عمل و کوشش کی گاڑی کے سب سے زیادہ طاقتور گھوڑے یہی دو ہیں — اعلیٰ ترین فطری جوہر اور مفلسی! — شاید قدرت نے ان دونوں کو توام پیدا کیا ہے۔ مفلسی ایک عذاب اور مرض ہے۔ اسکی تعریف تو کوئی بھی نہیں کر سکتا لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دُنیا میں انسانی عمل کو جاری رکھنے والی دو سب سے زیادہ طاقتور چیزوں میں ایک یہ بھی ہے مفلسی سے مطلب فاقہ کشی نہیں بلکہ صرف وہ مالی حالت ہے جب انسان کے پاس صرف کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات کے علاوہ ایک پائی بھی نہیں ہوتی۔ فاقہ کشی تو انسان کو کھا جاتی ہے لیکن مفلسی کی یہ حالت یعنی بمشکل کافی آمدنی کی صورت انسان کو

اوپر اُبھرنے پر اکساتی ہے۔ اسی لئے عظیم الشان انسانی کارناموں کو پیدا کرنے میں جنگ کے بعد اسی مفلسی کا نمبر ہے

ممکن ہے کہ فسطائی خیالات کے لوگ مندرجہ بالا سطور میں اپنے عقیدے کا جواز تلاش کرنے لگیں اور دعویٰ کریں کہ جب مفلسی لوگوں کو باعمل بنانے کا سب سے زیادہ طاقتور ذریعہ ہے تو یہ بالکل مناسب ہے کہ مسلک اور سوسائٹی کے اونچے طبقے نیچے طبقے والے لوگوں کو جبریہ طور پر مفلس ہی بنائے رکھیں تاکہ وہ کوشش و عمل کو جاری رکھ سکیں اور ملک میں بھکاریوں کی تعداد نہ بڑھنے پائے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ نتیجہ اخذ کرنا انسان کے ایک فطری رجحان سے ناجایز فائدہ اُٹھانا ہوگا۔ حقیقت پسند اور جمہوری خیال کا انسان کبھی ایسا غلط و گمراہ کن نتیجہ اخذ نہیں کرے گا۔ تو پھر آخر ان امور سے ہمیں کیا سبق حاصل کرنا چاہیئے؟

اس کا جواب بہت آسان ہے۔ مسلسل عمل زندگی کی مسرت کا ضامن ہے اور مسلسل عمل کے سب سے زیادہ قوی محرک یا تو خداداد فطری جوہر ہیں یا مفلسی۔ یہ ظاہر ہے کہ فطری جوہر زبردستی انسان میں پیدا نہیں کیا جا سکتا اور نہ مفلسی کو قایم رکھنے کا مشورہ دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے صحیح طریقہ عمل یہی ہے کہ ہر ایک انسان کو اس کے بالکل بچپن کے زمانہ ہی سے اس بات کی تربیت دینا چاہیئے کہ وہ برابر کچھ نہ کچھ کرتا رہے۔ اگر اس نے بچپن ہی سے کچھ نہ کچھ کرنے کی مشق برابر جاری رکھا تو ۵۵ سال کی عمر تک پہونچتے پہونچتے یہ اُس کی عادت بن جائے گی اور اُسکو مسلسل عمل کا ایک اندرونی جذبہ حاصل ہو جائے گا۔ یہ اندرونی جذبہ عمل اس قدر قوی تو نہ ہوگا جتنا کہ فطری انسانی جوہر یا مفلسی کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن پھر بھی یہ اسقدر کافی ضرور ہوگا کہ زندگی کے آخری دور میں مسلسل عمل کی ایک چھوٹی سی دنیا بنا کر زندگی کو مسرور و کامیاب کرنے میں مدد دیسکے

ایک مہلک بیماری

سہل پسندی یعنی ہر کام میں حد سے زیادہ سہولت و آسانی کی تلاش ایک خطرناک بیماری ہے

سہل پسندی سے ہمارا مقصد دشوار کاموں کو آسان طریقے پر اور اطمینان و سکون کے ساتھ کرنے سے نہیں - دشوار اور محنت طلب کاموں میں سہولیت پیدا کرنا اور انھیں اطمینان کے ساتھ کرنا تو ایک زبردست فن ہے - ایسا آدمی کام کی دشواری سے گھبراتا نہیں بلکہ اس دشواری کو سہل بنانے کے لئے محنت کرتا ہے اور مکمل سکون کے ساتھ اپنے شغل میں لگا رہتا ہے - یہ چیز تو ایک بڑی بھاری نعمت ہے - اس کے برخلاف سہل پسندی سے مراد یہ ہے کہ انسان کاموں کی دشواری و محنت سے جی چرائے اور کام کے دشوار یا محنت طلب حصوں کو یا تو نظرانداز کر دے یا ان کو لاپرواہی سے آسان سمجھ کر کرے ایسا شخص کام کے ہر حصہ کو جو ذرا سی بھی کاوش یا زحمت چاہتا ہے اس طرح انجام دیتا ہے گویا کسی کاوش و زحمت کی ضرورت ہی نہیں - یہ سہل پسندی درحقیقت پلیگ اور ہیضے سے بھی زیادہ تباہ کن ہے - ابتدا میں یہ عادت ہمیں کچھ نرم و نازک بناتی ہے چونکہ سہل پسندی ایک خوشگوار چیز محسوس ہوتی ہے اس لئے انسان اس کو ایکبار چکھنے کے بعد اور زیادہ پانے کی کوشش کرتا چلا جاتا ہے - اس کا انجام

یہ ہے کہ وہ زندگی کی محنت و مصیبت میں ہمیشہ کے واسطے اپاہج ہو کر رہ جاتا ہے

سہل پسندی کی بیماری مختلف لوگوں میں مختلف صورتوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو پہلے ہر کام میں حد سے زیادہ سہولیت و اطمینان کی تلاش کر کے انجام کار بالکل کاہل ہو جاتے ہیں۔ ابتدا میں تو یہ لوگ کام کی صرف دشواری سے بھاگتے ہیں لیکن بعدہٗ وہ خود کام ہی سے بھاگنے لگتے ہیں۔ آسانی و راحت کی عادت اُن کو ہر کام سے بیزار کر دیتی ہے۔ یہ لوگ حد سے زیادہ بے وقوف ہیں

سہل پسندی کی ایک اور شکل یہ ہے کہ وہ اپنے کاموں کو صرف اس لئے پوری تندہی سے نہیں کرتے کہ کام جلد ختم ہو جائیں گے اور پھر باقی وقت خالی رہ جائے گا جو اُن کو ایک بار معلوم ہو گا۔ یہ لوگ اتنے بیوقوف نہیں جتنے کہ پہلی قسم کے لوگ ہیں۔ یہ لوگ خالی اور کاہل رہنا نہیں چاہتے اس لئے اپنے ہر کام کو ضرورت سے زیادہ وقت میں ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس قسم کے سہل پسند لوگوں کی تعداد دنیا میں بہت زیادہ ہے۔ یہ لوگ خالی وقت سے بہت ڈرتے ہیں اس لئے ہر دس منٹ کے کام کو جان بوجھ کر ایسی سہل پسندی سے کرتے ہیں کہ وہ ایک گھنٹہ میں ختم ہو۔ اور ہر بیس منٹ کا کام دو گھنٹے سے پیشتر ختم نہ ہونے پائے تاکہ صبح سے شام تک اُن کا سارا وقت مصروفیت میں گزرے اور خالی وقت کا بوجھ اُن کو نہ اُٹھانا پڑے۔ دُنیا میں لاکھوں کروروں انسان اس قسم کی سہل پسندی کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اپنی خود فریبی میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کچھ نہ کچھ کرنے کے زریں اصول پر پوری طرح کاربند ہیں اور وقت کا کوئی حصہ کاہلی میں گزارنے کا جرم نہیں کر رہے ہیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کی کاہلی باقی اور تمام کاہلوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ دوسرے کاہلوں کے لئے تو کاہلی ایک شوق ہے

لیکن ان لوگوں کے لئے کاہلی ایک ناگزیر ضرورت ہے - وہ معمولی اور محض تھوڑی دیر کے کاموں کو پھیلا پھیلا کر متعدد گھنٹوں تک وسیع کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ان کاموں ہی میں غرق رہیں اور کوئی خالی وقت ایسا نہ آنے پائے جبکہ اُن کو بالکل تنہا ہو کر خود اپنے کو سمجھنے کی ضرورت کا سامنا کرنا پڑے - خالی وقت میں خود اپنی فطرت کو سمجھ کر اپنے واسطے مفید کاموں کو تلاش کرنا ایک محنت کی بات ہے اور یہ محنت ان لوگوں کے لئے ایک بڑی بھیانک چیز ہے - آپ کی زندگی کا ہر خالی گھنٹہ آتے ہی آپ سے پکار کر یہ کہتا ہے - "میرے لئے کام تلاش کرو"۔ یہ لوگ اس پکار سے گھبراتے ہیں کیونکہ خالی وقت میں اپنے لئے کام کی تلاش سہل پسندی کے خلاف ہے

ایک تیسری قسم کی سہل پسندی یہ ہے کہ آپ اپنے خالی اوقات کو حد سے زیادہ بے عمل دلچسپیوں میں گزاریں - تفریحی کتابیں پڑھنا - چھوٹے چھوٹے کام محض وقت گزاری کے لئے کرتے رہنا - سینما اور کھیل تماشوں میں بیٹھے رہنا اور کچھ نہیں تو صرف ریڈیو ہی سنتے رہنا - ان میں کوئی بھی کام حد سے زیادہ ہوگا تو سہل پسندی کی علامت ہے

بہر حال سہل پسندی خواہ کسی قسم کی بھی ہو ایک بیمار جسم و دماغ کی علامت ہے - ایک تندرست انسان ان میں سے کسی قسم کی سہل پسندی کو برداشت کر ہی نہیں سکتا - اگر کوئی شخص خصوصاً ۲۰ اور ۳۰ برس کی عمر کے اندر اندر ان میں سے کسی طرح کی سہل پسندی کی علامت ظاہر کرتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ شخص اپنی نسل و پیدائش کے لحاظ سے ناقص ہے - جو شخص نسلی و پیدائشی اعتبار سے صحت مند ہے سہل پسندی اس کی فطرت کے خلاف ہے اور اگر حالات اس کو سہل پسندی پر مجبور کرتے ہیں تو وہ شخص اپنا سانس رکتا ہوا محسوس کرنے لگتا ہے - اس کی زندگی ایک المناک بوجھ بن جاتی ہے اور اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ ہلاک ہو رہا ہے -

امریکہ کے سب سے پہلے صدر، جارج واشنگٹن کی مثال اس حقیقت کا ایک آئینہ ہے۔ اسے اپنی معاشی جد و جہد یعنی فوجی کام کو زندگی میں ذرا پہلے چھوڑ دینا پڑا اور وہ ورجینیا میں اپنے زراعت گاہ پر زندگی بسر کرنے چلا گیا۔ وہاں بے عملی اور سہل پسندی کی زندگی اسے مجبوراً اختیار کرنا پڑی کیونکہ وہ مالی افکار سے بے نیاز تھا۔ چند سال بعد ہی اس کی زندگی تاریک ہوگئی، کیونکہ نسلی و پیدائشی لحاظ سے وہ ایک صحت مند فطرت کا مالک تھا۔ اُس کو محسوس ہونے لگا کہ دھیرے دھیرے وہ مرتا جا رہا ہے۔ اسی زمانہ میں یورپ کی وادیوں سے جنگ کی آواز بلند ہوئی۔ فوجی محکمے نے واشنگٹن کو واپس کام پر آنے کی درخواست کی۔ چنانچہ وہ اپنی موجودہ زندگی کو چھوڑ کر جنگی ہنگاموں میں کود پڑا۔ ۵۲ برس کی عمر میں جب وہ ریٹائر ہوا تو بہت کچھ جنگی اعزاز کے ساتھ واپس آیا

واپس آتے ہی ورجینیا میں اُس کو پھر وہی زندگی ملی جس نے اُس کو سہل پسند بنا کر بیزار کر دیا تھا۔ پھر وہی تاریکی ـــ وہی مردنی ـــ اس نے اپنے ایک دوست کو خط میں لکھا ـــ "ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں کسی اونچی پہاڑی پر سے نیچے گر رہا ہوں اور جلد ہی اپنے آباو اجداد کے گورستان میں پہونچنے والا ہوں"۔ لیکن اسکی خوش قسمتی سے پھر جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے اور فوجی محکمے کی درخواست پر وہ پھر ایک بار اپنی سہل پسند زندگی کو چھوڑ کر کام کی دلچسپیوں میں لگ گیا اور بہت کچھ کامیابیاں حاصل کیں ـــ قدرت نے اُسے جو صلاحیت و قابلیت دی تھی اُس کو استعمال کرنا اُس نے تین بار بند کیا اور تینوں مرتبہ سہل پسندی کی بیماری نے اُس کو نیم مردہ کر دیا۔ زراعت گاہ پر سہل پسندی کی زندگی نے ہر مرتبہ اس کے پورے جسم و دماغ کو مسموم کر دیا۔ صرف کام اور صرف کام ہی نے اس زہر سے اُس کے دل و دماغ کو نجات دی

شاید آپ کہیں کہ جارج واشنگٹن تو ایک نادر فطری جوہر کا مالک تھا۔ ہر شخص اُس جیسا کیسے ہو سکتا ہے؟ — یہ خیال صحیح نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس میں فطری جوہر آپ سے کچھ بہت زیادہ نہ تھے لیکن ہاں وہ ایک صحت مند انسان تھا۔ اور ایک صحت مند دماغ کا مالک — اسی لئے اس نے ہمیشہ سہل پسندی کے خلاف بغاوت کی اور کامیاب ہوا

جیسا کہ گزشتہ باب میں بتایا جا چکا ہے انسان کو سہل پسندی و بے عملی سے بچانے والی چیزیں فطری اندرونی جذبہ عمل کے علاوہ صرف مفلسی یا جنگ ہیں۔ انسان بہترین طور پر اسی وقت کام کرتا ہے جب وہ کسی خطرے میں ہوتا ہے۔ فاقہ کی موت اور میدان جنگ کی موت انسان کے دو سب سے زیادہ قدیم خطرے ہیں — تو کیا انسان کو سہل پسندی کی بیماری سے بچانے کے لئے اس کے سامنے یہ دو خطرے پیدا کرنے ضروری ہیں؟ — یقیناً نہیں! — تو کیا ان دونوں خطروں کی جگہ کوئی اور چیز اتنی ہی طاقت ور استعمال کی جا سکتی ہے؟ — شاید! — لیکن آج تک کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی!

تو پھر کیا کیا جائے؟

اس سوال کا جواب آسان نہیں۔ اس کے متعلق ایک سرسری اشارہ گزشتہ باب میں کیا جا چکا ہے۔ اب یہاں اسی کو ذرا تفصیل سے سنئے:۔

انسان کو بے عملی کی عادت اور سہل پسندی سے محفوظ کرنے والی دوسری صورتیں بھوک اور موت جیسی طاقتور تو نہیں لیکن ان سے زیادہ شریفانہ اور مبارک ضرور ہیں۔ دشواری صرف یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا اثر ہر ایک انسان پر مختلف ہوتا ہے اور اثر کچھ زیادہ قوی نہیں ہوتا۔ مثلاً انسان مندرجہ ذیل اثرات و مقاصد کے لئے کام کرنے پر مائل ہوتا ہے:۔

(۱) جسمانی ورزش کے لئے

(۲) اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے

(۳) امراض کو دور کرنے - کم کرنے یا امراض سے بچنے کے لئے

(۴) محض جبر کے تحت یا فرمانبرداری کے لئے

(۵) کسی بلند اور جوش افزا مقصد کے لئے

مندرجہ بالا مقاصد و اثرات کے تحت عمل پیرا ہوتے وقت ہر شخص کو اور خصوصاً بوڑھے شخصوں کو اپنی استعداد اور فطری قوت کا خیال رکھنا ازبس ضروری ہے۔ یہ مقاصد و محرکات سہل پسندی کو دفع کرنے میں مدد ضرور دیسکتے ہیں لیکن بداحتیاطی سے مزید بیماریوں اور مصیبتوں کا سبب بھی بن سکتے ہیں

جسمانی ورزش ہزاروں انسانوں کے لئے اکسیر اعظم ہے لیکن اس کے غلط استعمال سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ پچاس برس کی عمر کے بعد یہ دوا صرف معمولی مقدار میں کھانا چاہئے

ذمہ داریوں کا بوجھ انسان کے آخری دورِ زندگی میں ایک بہترین مشغولیت کا سبب بن سکتا ہے لیکن ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ بوڑھے لوگ، جن پر یہ ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں پُرسکون و پُر اطمینان رہنا جانتے ہوں۔ ایسی ذمہ داریاں جن کا پورا کرنا انسان کی قدرت میں نہیں ایک عام انسان کے لئے اکثر یقینی موت کا سبب بن جاتی ہیں۔ اور جیسے جیسے انسان بوڑھا ہوتا جاتا ہے ایسی ذمہ داریوں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے جن کو وہ واقعی پورا کرسکے ذمہ داریاں ایسی ہونی چاہیئں جن کو انسان اچھی طرح سمجھتا ہو اور کم از کم کسی حد تک پسند کرتا ہو

پچاس سال کی عمر والے لوگوں کے لئے کونسی ذمہ داریاں ہونی چاہیئں

اس کا جواب قطعی طور پر نہیں دیا جا سکتا - ہر شخص کی ذہانت - تجربہ - مزاجی کیفیت اور اخلاقی حالت کو دیکھنے کے بعد ہی اسکی مناسب ذمہ داریوں کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

کوئی بیرونی دباؤ ان ذمہ داریوں کو لوگوں پر عاید نہیں کر سکتا بلکہ ہر شخص کو خود ہی اپنی مناسب ذمہ داریوں کو دیکھنا پڑے گا۔ اگر کوئی شخص خود اپنی ذمہ داریاں تلاش نہیں کر سکتا تو دوسرے لوگ اس کی رہنمائی کیا کر سکتے ہیں دوسرے لوگ ہمیں جو ذمہ داریاں بتا سکتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ خود انکی ہو سکتی ہیں ہماری نہیں

ایک انسان کی سب سے زیادہ سہل و سادہ ذمہ داری خود اپنی نگہداشت ہے - اپنے جسم اور اپنے دماغ کی صحت کی نگہداشت ! - جو لوگ شروع ہی سے اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی مناسب کوشش کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں - اپنے پھیپھڑوں اپنے قلب اور اپنے معدہ وغیرہ کی واجبی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں ان کو اس ذمہ داری کی عادت ہو جاتی ہے اور بڑھاپے میں ان کی زندگی زیادہ مسرور ہوتی ہے - اس معاملہ میں وہ لوگ جو بالکل تندرست ہیں زیادہ بدقسمت واقع ہوئے ہیں - ان کی صحت چونکہ بہت عمدہ ہوتی ہے اس لئے اُن کو اپنے جسم و دماغ کی نگہداشت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور وہ اس ذمہ داری سے غافل رہتے ہیں - اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ۴۰ یا ۴۵ برس کی عمر کے بعد ان کی زندگی طرح طرح کی تکلیفوں کا شکار ہو جاتی ہے - جو لوگ ابتدائی عمر میں اچھی تندرستی نہیں رکھتے وہ یقیناً ایک طرح سے خوش قسمت ہیں - اُنھیں بار بار اپنی صحت کا خیال رکھنے پر توجہ دینی پڑتی ہے اپنی آنکھوں - اپنے پھیپھڑوں - اپنے قلب اور اپنے معدہ کے متعلق احتیاط کرنے کی اُن کو عادت پڑ جاتی ہے اور اس طرح وہ زندگی کے آخری دور سے بہت کافی مسرت حاصل کر سکتے ہیں - اُن کو اپنی خراب صحت کا شکوہ ہوتا ہے لیکن یہ احساس شاید

نہیں ہوتا کہ اپنی صحت کی مسلسل احتیاط کرنے سے انھوں نے اپنی زندگی میں کتنے سال کا اضافہ کر لیا ہے - اس لئے غالباً یہ کہنا صحیح ہے کہ اچھی صحت نہ ہونا بھی ایک خوش قسمتی کی بات ہے

محض جبر کے تحت یا فرماں برداری کے لئے جو کام کیا جاتا ہے اب اس کا وجود دُنیا سے معدوم ہوتا جا رہا ہے - فسطائی خیال کے لوگوں نے اور نازیوں نے اسے حال میں زندہ کرنے کی کوشش کی تھی - سہل پسندی کو دور کرنے کا یہ کوئی اچھا ذریعہ نہیں

کسی بلند و عام مقصد کے لئے کام کرنے کا جذبہ بہت کم انسانوں میں پایا جاتا ہے - آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ انسان جیسے جیسے بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی زندگی خود اس کی ذات میں سمٹتی جاتی ہے - اس کی دلچسپی کا دایرہ تنگ ہوتا جاتا ہے - عام مفاد و بہبودی کے بیشتر کاموں میں اسکو دلکشی محسوس ہونی ختم ہو جاتی ہے - اسکے علاوہ ایسے عام فلاح و بہبود کے پر جوش کام ایک بوڑھے انسان کو جلدی سے تھکا بھی دیتے ہیں - اس لئے بلند و جوش افزا کام زیادہ تر لوگوں کو سہل پسندی سے نجات نہیں دلا سکتے - بایں ہمہ کچھ بوڑھے لوگ ایسے ضرور ہیں جن کو ایسے کام عمل کی رغبت دلاتے ہیں اور ان کی زندگی اس ذریعہ سے مسرور بن سکتی ہے

رعایتی قیمت

مجموعۂ استفسار و جواب

کی تیسری جلد

ضخامت ۵۰۰ صفحات ہے - جس کی قیمت علاوہ محصول تین روپیہ ہے لیکن اب آپ کو صرف دو روپیہ میں مل سکتی ہے -

منیجر نگار لکھنؤ

وقت کی پرواز

جوانی میں —
وسطِ عمر میں —
بوڑھاپے میں —
زندگی کی ہر منزل پر وقت و زمانہ کے آگے آگے رہئے!

جو درخت آندھی کے رُخ پر جھک نہیں جاتے وہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ جو لوگ چلتی ہوئی ٹرین سے مخالف سمت میں اُترنے کی کوشش کرتے ہیں وہ لڑکھڑا کر گر جاتے ہیں۔ جو انسان کارواں کے ساتھ ساتھ نہیں چلتا وہ بیکس و بے بس رہ جاتا ہے

زمانہ کے ساتھ ساتھ نہ چلنے سے کبھی کچھ ایسے ہی نتائج پیدا ہوتے ہیں وسطِ عمر کی دوڑ دھوپ اور معاشی جد و جہد میں انسان کو مجبوراً وقت کے ساتھ ساتھ چلنا پڑتا ہے لیکن پچاسویں سالگرہ کے بعد جب وہ کاروباری زندگی کو ترک کر کے گھر واپس آتا ہے تو اسی وقت یہ خطرہ شدید طور پہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں وہ زمانہ سے پیچھے نہ رہ جائے۔ کہیں اس کی رفتار زمانہ کی رفتار سے کم نہ ہوتی جائے اور اس طرح ہر لمحہ وہ پیچھے ہٹتا چلا جائے یہاں تک کہ آخرکار ایک دن وہ آئے جبکہ وہ آگے بڑھتی ہوئی دنیا کا صرف ایک ساکن و بے حرکت تماشائی بن کر

رہ جائے۔ دُنیا کی رفتار ہر روز پہلے دن سے زیادہ تیز ہوتی جارہی ہے۔ آج ایٹمی زمانہ میں دنیا کی رفتار کچھ اس قدر تیز ہوتی جاتی ہے کہ شاید ہم میں تیز سے تیز انسان بھی بمشکل اُس کے آگے آگے رہ سکیں

معاشی و کاروباری جدوجہد کی زندگی ترک کرنے کے بعد ایک ۵۵ سالہ انسان کو زمانے سے پیچھے رہ جانے کا خطرہ تقریباً ویسا ہی ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ جیسا کہ کسی انسان کو جو مشین گن سے گولیاں برسانے والے دشمن پر صرف اپنی کمان سے تیر چلانے کی کوشش کررہا ہو یا تیز موٹر کاروں کے ہجوم میں اپنا چھوٹا سا ٹٹو دوڑانے کی سعی کرتا ہو یا لاؤڈ اسپیکر کے مقابلہ میں اپنا حلق پھاڑ کر چلانے کی کوشش میں لگا ہو

ظاہری شکل اور وضع قطع کے لحاظ سے اگر آپ زمانہ کے پیچھے رہ گئے ہیں تو شاید کچھ زیادہ نقصان نہ ہو یا شاید کچھ بھی نقصان نہ ہو۔ لیکن اگر آپ پرانے خیالات۔ یا پرانی عادتوں۔ پرانی دلچسپیوں، پرانی زبان۔ پرانے طور وطریقہ اور پرانے قسم کے کاموں سے چپک کر رہ جائیں اور زمانہ کے ساتھ آگے نہ بڑھیں تو زندگی کے مقابلہ میں آپ جیت نہیں سکتے

کاروباری زندگی کو ترک کرنے کے بعد یہ خطرہ ہمیشہ سے بوڑھے لوگوں کے راستے میں موجود رہا ہے۔ جس قدر جلد ایک ۵۵ سالہ انسان اس خطرہ کا مقابلہ کرکے اس کو دور کرے اتنا ہی بہتر ہے۔ آپ خواہ ایک ڈاکٹر ہوں یا ایک معلم۔ ایک تاجر ہوں یا ایک صناع۔ ایک کاشتکار ہوں یا ایک مصنف ـــ اگر اپنی معاشی زندگی سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ کم از کم ہفتہ میں ایک گھنٹہ اپنے اپنے پیشے کی بابت اُن جدید باتوں کو سمجھنے میں صرف کریں جو ہر روز ایجاد ہورہی ہیں

تو نہ صرف یہ کہ آپ زمانہ سے پیچھے رہ جانے کے خطرے سے محفوظ رہ سکیں گے بلکہ جزوی وقت کے لئے کچھ ہلکا کام کرکے اپنی دلچسپی و آمدنی میں اضافہ کرسکیں گے۔ ایک بوڑھا ڈاکٹر محض اس لئے پنسی لین جیسی بالکل نئی دواؤں کو سمجھنے اور استعمال کرنے کی کوشش نہیں کرتا کہ یہ دوائیں بالکل نئی ہیں تو کیا وہ موجودہ طبی دُنیا میں اپنے ہم پیشہ لوگوں سے مقابلہ کرسکتا ہے۔ اگر مریض تک پہونچنے کے لئے ہوائی جہاز موجود ہے تو کیا اس بوڑھے ڈاکٹر کو اپنی پُرانی موٹر کار ہی کو استعمال کرنے پر ضد کرنی چاہیے اسی طرح اگر آپ اپنے اپنے دائرۂ حیات میں دُنیا کے ساتھ ساتھ چلنے سے انکار کریں گے تو دُنیا آپ کو زیادہ سے زیادہ ایک قدیم یادگار سمجھ کر کسی المارہی میں بند کرکے رکھدے گی اور آگے بڑھ جائے گی

ممکن ہے کہ آپ کا خیال یہ ہو کہ ایک بوڑھا انسان دُنیا کے ساتھ ساتھ کیسے چل سکتا ہے اور وہ نئی نئی ایجادوں اور نئے نئے طریقوں سے اس قدر فایدہ حاصل نہیں کرسکتا جتنا کہ نوجوان لوگ — یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے۔ دُنیا کی تمام نئی نئی ایجادیں اس مقصد کے لئے ہو رہی ہیں کہ انسان کم سے کم جسمانی طاقت کو استعمال کرکے زیادہ سے زیادہ چیزیں پیدا کرسکے۔ جسمانی طاقت کی ضرورت روز بروز گھٹتی جارہی ہے اور ذہنی پختگی و تجربہ کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے۔ آپ اگر نوجوانوں سے جسمانی قوت میں کم ہیں تو کوئی نقصان نہیں۔ آپ کے پاس ۵۵ سال کا ایک پختہ ذہن اور طویل تجربہ موجود ہے اور نئی نئی ایجادوں سے فایدہ اُٹھانے کے لئے اسی چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نئی ایجادات سے آپ نوجوانوں کی بہ نسبت بہت زیادہ فواید اور کامیابیاں حاصل کرسکتے ہیں

دوسرا غلط خیال جو بوڑھے انسانوں کو زمانہ کے آگے آگے چلنے سے روکتا ہے وہ یہ ہے کہ اُن کے خیال میں ایک بوڑھے شخص کے پاس کوئی مستقبل نہیں رہتا بلکہ

صرف ماضی رہ جاتا ہے۔ اس سے زیادہ مہلک اور غلط خیال شاید اور کوئی نہ ہو۔ کیٹرنگ کے یہ حیرتناک الفاظ یاد رکھئے جو اُس نے ۷۰ برس کی عمر میں بھی سائنس کے مسایل میں ایک گہری دلچسپی لینے کی بابت کہے تھے ــ "میں آخر مستقبل سے کیوں دلچسپی نہ لوں۔ کیا میں مستقبل میں زندہ رہنے نہیں جا رہا ہوں ؟"۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب مستقبل ہی میں زندہ رہتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو ماضی میں زندہ رہنے کے شایق ہیں ہرگز ماضی میں زندہ نہیں رہ سکتے ــــــــــ

ہم میں سے کسی انسان کے پاس مستقبل کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ ایک قدیم کہاوت ہے کہ "مستقبل صرف نوجوانوں کا حصہ ہے"۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہے کہ بوڑھے لوگوں کے لئے کوئی مستقبل ہے ہی نہیں۔ بوڑھے لوگ نوجوانوں کو اپنے کام سپرد کرتے ضرور چلے جاتے ہیں لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ بوڑھے لوگوں کو اپنے آنے والے دن سے غافل ہو جانا چاہئے۔ ہم میں سے ہر ایک انسان آنے والے دن کی ملکیت ہے اور آنے والا دن ہم میں سے ہر ایک کی ملکیت ہے۔ زندگی جب تک قایم ہے مستقبل باقی ہے بلکہ مذہبی لحاظ سے تو موت کے بعد بھی مستقبل فنا نہیں ہوتا

ممکن ہے کہ کسی قدیم زمانہ میں ایک ۵۰ سالہ انسان کے لئے مستقبل ختم ہو جاتا ہو لیکن وہ تمام بیماریاں۔ کمزوریاں۔ معذوریاں جن کی وجہ سے بوڑھاپے میں انسان اپنے مستقبل کو تاریک سمجھنے پر مایل ہو جاتا ہے، اب علمی تحقیقات کی بدولت روزانہ کم سے کم ہوتی چلی جاتی ہیں اور وہ زمانہ کچھ زیادہ دور نہیں جب کہ انسان سو برس کی عمر کے بعد بھی اس قدر تندرست و توانا ہو سکے گا کہ اپنے مستقبل کو مردہ نہ سمجھے۔ لیکن ان تمام نئی تحقیقات سے پورا فایدہ اُٹھانا اسی وقت ممکن ہے کہ آپ زمانہ کے ساتھ ساتھ چلیں اور جیسا کہ پیشتر آگاہ کیا جا چکا ہے آپ اپنی زندگی میں پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے کا شوق چھوڑ دیں۔ آپ اپنے بچپن۔ اپنے تعلیمی ایام۔

اپنی جوانی کے پر شور دن رات ان سب کو فراموش کر دیجئے اور اپنی نگاہ کو صرف ایک چیز پر مرکوز رکھیئے ۔ یعنی مستقبل ! ۔ شاید آپ متعجب ہو کر دریافت کریں کہ ایسا کیوں ہے ۔ اس کا جواب سنیئے اور یاد رکھنے کی کوشش کیجئے

جیسے ہی انسان اپنے مستقبل کا استقبال کرنے کے لئے اُٹھتا ہے اس کے جسم و دماغ کا ہر ایک ریشہ ایک ایسی مستعد کیفیت میں آجاتا ہے جس کو صحیح معنی میں زندگی کہا جا سکتا ہے ۔ اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی ہے ۔ آنکھوں میں امید کی روشنی طلوع ہوتی ہے ۔ اعصاب میں عمل کی بےچینی نمودار ہوتی ہے ۔ حوصلے اُبلتے ہیں، طاقتیں اُبھرتی ہیں اور انسان کا پورا وجود مکمل طور پر زندگی کا ایک جیتا جاگتا ٹکڑا ہو کر رہ جاتا ہے ۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہو گا کہ جوانی و قوت کا راز مستقبل پر نظر رکھنے میں پوشیدہ ہے ۔ جس کی دُنیا میں مستقبل کا وجود نہیں وہ جوان نہیں اور جس کی نگاہ مستقبل پر جمی ہوئی ہے وہ بوڑھا نہیں ہو سکتا ۔ قدرت نے آپ کے جسم و دماغ کے اعصاب کو جسطرح کام کرنے کیلئے پیدا کیا ہے ماضی کا مقابلہ کرنے میں آپکے اعصاب اُس طرح کام نہیں کر سکتے آپکے اعصاب کی مشین جس طریقہ پر حرکت کرنے کیلئے بنائی گئی ہے اُس طریقہ پر ماضی کی پرستش اُسے نہیں چلا سکتی ۔ ماضی کی طرف اُٹھنے والا ہر قدم ایک ناقص و نامکمل فعل ہے کیونکہ اس میں صرف دماغ ہی استعمال ہو سکتا ہے ۔ مخلوقات کو قدرت نے ہمیشہ اس طرح پر بنایا ہے کہ وہ اپنے ماحول کا سامنا کر سکیں ۔ وہ اپنے ماحول کو بدلتے ہیں یا ماحول کے مطابق خود کو بدلتے ہیں ۔ اس تبدیلی کے لئے عمل کی ضرورت ہے ۔ عمل نام ہے حرکت کا ۔ حرکت کام ہے اعصاب کا ۔۔ اس سے ظاہر ہوا کہ منشائے آفرینش ماضی میں دن گزارنا نہیں کیونکہ یہ کام تو اعصاب کے بغیر بھی ہو سکتا تھا اور انسان محض اپنے ذہن کی مدد سے ایسا کر سکتا تھا ۔ اعصاب کی اس قدر مکمل مشین دینے سے قدرت کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہر آنے والے ماحول سے انسان موافقت پیدا

کرنے کے لئے مستقبل کی طرف نگاہ رکھے

۵۵ سال کی عمر کے بعد زمانے کے ساتھ ساتھ آگے نہ بڑھنے کا ایک اور عذر جو لوگ پیش کیا کرتے ہیں وہ آرام کی ضرورت ہے۔ اس کے متعلق گزشتہ ابواب میں کافی کہا جا چکا ہے۔ یہاں اسی مسئلہ کا ایک نیا پہلو پیش کرنا نامناسب نہ ہوگا

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسان کے جسم میں جس قدر اعصاب ہیں ان کا ہر ایک ریشہ وہی کام کرتا ہے جو دل کا ہے۔ یعنی اعصاب اگر حرکت میں ہیں تو ان کا ہر ایک ریشہ سکڑتا ہے اور اپنے اندر والے خون کو جسم میں اور آگے ڈھکیل دیتا ہے۔ اس طرح جسم کے اعصاب کے تمام ریشے خون کو برابر آگے ڈھکیلتے رہتے ہیں اور خون جسم کے آخری سروں تک پہونچ کر پھر اسی طرح واپس پھیپھڑوں میں صاف ہونے کے لئے پہونچ جاتا ہے۔ اگر جسم کے کچھ اعصاب آرام میں ہیں تو ان کے حصے کا یہ کام دوسرے اعصاب کے ریشوں کو یا دل کو کرنا پڑتا ہے جو نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ لیکن سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اگر جسم کے بہت سے اعصاب آرام میں ہیں یا ایک طویل عرصہ تک آرام میں رہتے ہیں تو خون کا دوران بہت سست ہو جاتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ خون اگر رک جائے تو زہر پیدا کرتا ہے اس لئے اگر طویل آرام کی مدت سے اعصاب کے ریشے بے عمل ہو گئے ہیں تو خون میں دوران کی کمی اور اسی کے مطابق زہر پیدا ہو جائے گا جو مختلف قسم کی بیماریوں کا سبب بن جائے گا

اس حقیقت کے مدنظر طویل آرام ایک مرض ہے۔ قدیم زمانے کے ڈاکٹر مریض کے لئے آرام کی مدت ضروری سمجھتے تھے لیکن موجودہ تحقیقات نے اس کو غلط ثابت کر دیا ہے اور چند خاص امراض کے علاوہ طویل آرام کی ہدایت اور کسی بیماری میں نہیں کی جاتی۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر آپریشن کے بعد

مریض کو تھوڑا سا اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کا موقع دیا جاتا ہے تو اس کے زخم بہت جلد مندمل ہو جاتے ہیں کیونکہ مریض کی حرکت سے اعصاب میں حرکت ہوتی ہے اور اعصاب کے ریشے خون کے دوران کو تیز کر کے زخمی حصے میں جلد جلد تازہ خون پہونچاتے رہتے ہیں جس سے زخم جلد ہی بھر جاتا ہے

ان عجیب مگر ٹھوس حقایق کے مدنظر یہ ماننا پڑتا ہے کہ ہر ایک طویل قسم کا آرام ایک لعنت ہے۔ یہ زندگی کو کم کرتا ہے اور اکثر و بیشتر امراض کو سہارا دیتا ہے۔ ہر وہ آرام جس سے بالکل پہلے محنت کا کام نہیں کیا گیا ہے اور جس کا مقصد خرچ کی ہوئی قوت کو از سر نو حاصل کرنا نہیں ایک عذاب ہے۔ ایک گھنٹہ کی محنت کے بعد دس منٹ کا آرام کافی ہے اور اگر آپ یہ مدت بیس منٹ تک بڑھا دیں تو شاید کوئی نقصان نہ ہو لیکن اس کو ۲۰ منٹ سے آگے بڑھانے سے احتیاط رکھئے۔

نیند کی حالت میں بھی ایک تندرست انسان فطری طور پر دس پندرہ منٹ سے زیادہ ایک حالت میں نہیں رہتا۔ صحت مند نیند ہمیشہ بےچین کی نیند ہوتی ہے جو لوگ ایک درزنی شہتیر کی طرح پڑے سویا کرتے ہیں وہ ڈاکٹروں کو پریشان کرتے ہیں

ماضی کی طرف مڑ مڑ کر دیکھنے کا شوق اور طویل آرام کی عادت اکثر اس وجہ سے بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان کو زمانہ کے ساتھ آگے بڑھنے اور مستقبل کی طرف قدم بڑھانے کا کوئی جذبہ یا کوئی محرک میسر نہیں ہوتا۔ بغیر کسی حقیقی محرک کے انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ پیشتر تذکرہ ہو چکا ہے سب سے بڑا محرک بھوک ہے۔ اس کے بعد اس مفلسی کا نمبر ہے جو آپ کو اُن اچھی چیزوں کو حاصل کرنے نہیں دیتی جن کی آپ کو عادت ہے۔ اگر آپ اس قسم کی مفلسی کی نوعیت کو صحیح طور پر سمجھیں تو یقیناً ایک ایسا محرک ہے جو آپ کو زمانے کے آگے آگے چلنے کے قابل بنا دے گا۔ جو لوگ قطعی مفلس ہیں وہ قابل رحم ہیں

لیکن جو لوگ تھوڑے سے مفلس ہیں وہ قابل رشک ہیں۔ وہ لوگ جن کو سب کچھ میسر ہے یا تو نہایت خوش قسمت ہیں یا پھر انتہائی بدقسمت ۔ کیونکہ اگر ان کو عمل کا اندرونی جذبہ حاصل نہیں اور اس طرح زمانے کے ساتھ ساتھ رہنے کی خواہش سے محروم ہیں تو وہ جلد ہی مرنے لگیں گے لیکن اگر ان کو عمل کا اندرونی جذبہ حاصل ہے تب ان کی دولت ان کو آگے بڑھنے میں تیز رفتار کر دے گی۔ اس لئے دولت قابل لوگوں کیلئے ایک برکت اور نا اہلوں کے لئے ایک لعنت ہے

لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں جو فطری جذبۂ عمل رکھتے ہیں۔ بیشتر لوگ ایسے ہیں جو اولین موقع پر ایک ایسی زندگی کے آغوش میں گر جاتے ہیں یا پست لذات کی کیچڑ میں پھنس جاتے ہیں۔ لیکن انسانوں کا یہ نقص فطری نہیں بلکہ بیشتر غلط تربیت کا نتیجہ ہے۔ بیوقوف معلموں نے زیادہ تر یہ عیب پیدا کر دیا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک بہتر طریقہ تعلیم شروع کیا جائے گا۔ تعلیم کا آغاز تقریباً چھ برس کی عمر سے ہوگا اور اختتام کبھی بھی نہ ہوگا۔ ۹۰ برس کے طالب علموں کے لئے بھی یہ تعلیم اسی طرح جاری رہے گی۔ تعلیم اور زندگی کے چشمے ملکر ایک ہو جائیں گے۔ ان میں سے کوئی چیز دوسری سے پہلے یا بعد کو شروع نہ ہوگی کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام زندگی تمام تعلیم ہے اور تمام تعلیم تمام زندگی ۔۔ یہ تعلیم ہر عمر کے انسانوں کو زمانے کے آگے آگے رہنے کا طریقہ بتلائے گی ۔۔ زمانہ سے خواہ صرف ایک گھنٹہ آگے ہوں یا ایک سال ۔۔ بہرحال آگے رہنا۔ یہی اس تعلیم کا مقصد ہوگا

ممکن ہے کہ یہ تعلیم ان تمام مجلسوں۔ ضیافتوں اور اجتماعوں کو ممنوع قرار دے جن میں لوگ جمع ہو کر بیتے ہوئے زمانے کے سہانے افسانے کہتے اور سنتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ماضی میں دوبارہ جینے کی ہر کوشش پر سزائے موت ملنی چاہیے۔ یہ خودکشی کا ایک طریقہ ہے جس کا استیصال ضروری ہے۔ ہر نوعیت کی بیکار ماضی پرستی ارتقاء کی رفتار کو الٹ دینا ہے اور ارتقاء کی رفتار کا الٹ جانا بوڑھاپے کا

سب سے بڑا عذاب ہے۔ سال بھر میں صرف ایک یا دو ٹھنڈی سانسیں ماضی کی یاد میں بھر لینا کوئی بڑی بات نہیں لیکن اس سے زیادہ ایک جرم ہے۔ دُنیا آپ کے انتظار میں اس سے زیادہ گھڑی نہیں رہ سکتی

عورت اور تعلیمات اسلام

از

مالک رام - ایم - اے

ناواقف لوگوں کی طرف سے اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس نے عورت کی اصلاح اور اس کے حقوق کی حفاظت کا خیال نہیں کیا اور اس کو لونڈی کی حیثیت سے آگے بڑھنے نہیں دیا۔ مالک رام صاحب نے اس تصنیف میں بتایا ہے کہ گہوارہ سے لیکر لحد تک عورت کی اور اسکی زندگی کی اصلاح کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کو اسلام نے ترک کر دیا ہو اور اس کا اقتدار قایم کرنیکی انتہائی تاکید نہ کی ہو اس کتاب میں عورت سے متعلق کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس بحث نہ کیگئی ہو اور اس التزام کے ساتھ کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ صرف قرآن پاک ہی کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے۔ چونکہ مالک رام صاحب عربی کے بھی فاضل ہیں، اسلئے انکی یہ کتاب ایک ایسے اسکالر کی ریسرچ کا نتیجہ ہے جو تقلید و اتباع سے بے نیاز ہے اور جو ہر استدلال و استنتاج میں خود اپنی مستحکم رائے رکھتا ہے۔

کھوٹا سکّہ

کھوٹے سکّے دو قسم کے ہوتے ہیں

ایک تو وہ جو کھوٹے ہیں اور اس لئے گردش نہیں کر سکتے۔ دوسرے وہ جو گردش نہیں کرتے اور اس لئے کھوٹے ہو جاتے ہیں

کاروباری و معاشی جد و جہد کو چھوڑنے کے وقت تک ہر انسان ایک چلتا ہوا سکّہ ہے لیکن اس کے بعد اگر وہ گردش کرنا چھوڑ دے تو کھوٹا ہو جائے گا۔ ان تمام لوگوں سے محروم ہونے کے بعد جو اس کی قیمت کو سمجھتے آئے ہیں یا جن کے درمیان وہ اپنی قیمت کا احساس پیدا کر سکتا تھا وہ ایک قدیم زمانہ کا تاریخی سکّہ ہو کر رہ جائیگا مارکٹ میں زیادہ سے زیادہ اس کی قیمت اتنی ہی رہ جائے گی جتنی کہ ڈاکٹری تجربہ گاہ میں ایک لاش کی

اس لئے انسان کے آخری اور بہترین دور زندگی کو سب سے تاریک خطرہ اس بات سے ہے کہ کہیں وہ اپنے تمام دوستوں اور شناساؤں سے محروم نہ ہو جائے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ اس محرومی کو ہم روک نہیں سکتے۔ زندگی کی دوڑ دھوپ میں بہت سے دوست ہم سے موت کی بدولت جدا ہو جاتے ہیں۔ بہت سے اِدھر اُدھر چلے جاتے ہیں اور بہت سے بدل جاتے ہیں۔ جیسے جیسے وہ غائب ہوتے رہتے ہیں آخری دور حیات کو بہترین بنانے کا موقع ہمارے لئے کم ہوتا رہتا ہے اور بعض مرتبہ یہ بد قسمتی زندگی کے آخری بہترین برسوں کو بد ترین بنا دیتی ہے کیونکہ کاروباری

زندگی کے بعد دنیا کے معاملات و حالات سے واقف رہنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہمارے دوست و شناسا ہی ہوتے ہیں۔ پھر اگر وہ سب غائب ہو جائیں تو کوئی کیا کرے؟ - اس کا جواب صرف یہی ہے کہ نئے دوست اور نئے شناسا پیدا کرے ورنہ دنیا میں سکہ کی طرح اس کی گردش رک جائے گی۔ اس کے دوست و شناسا ہی اس کا بازار ہیں۔ اس بازار کے ہنگامے کے علاوہ اس کے لئے کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کی قیمت پہچانی جاسکے۔ گوشۂ تنہائی بہت کم لوگوں کو راس آتا ہے

عموماً ہمارے ہم عصر و ہم عمر دوست ہم سے جدا ہو جاتے ہیں۔ ہم عمر دوستوں سے محروم ہو جانے کے اس خطرے کو دور کرنے کے لئے احتیاط کا یہی تقاضہ ہے کہ آپ نوعمر لوگوں میں حلقہ احباب پیدا کریں۔ نوعمر لوگوں سے صرف وہی لوگ مراد نہیں جو آپ سے صرف چند سال چھوٹے ہوں بلکہ کم سے کم عمر کے لوگوں تک یہاں تک کہ بچوں تک اپنے حلقۂ دوستی کو وسیع کیجئے

نوعمر لوگوں اور خصوصاً بیس برس تک کی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں سے میل ملاقات بڑھاتے وقت اس خطرناک فرق کو نظر میں رکھنا چاہئے جو کہ اس نوعمر نسل اور آپ کی نسل کے درمیان موجود ہے۔ اس فرق کے پیدا ہونے کے دو سبب ہیں - ایک تو بہتر تعلیم اور دوسرے تلخ تجربات

۵۵ سالہ بزرگوں کی جوانی کے زمانہ میں شاید عام طور پر دنیا کا خیال یہ تھا کہ تعلیم یکسانیت پیدا کرتی ہے، یعنی تمام لوگ یکساں تعلیم پاکر یکساں بن جاتے ہیں - لیکن موجودہ تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ تعلیم انفرادی فرق کو مٹاتی نہیں بلکہ اور نمایاں کر دیتی ہے۔ زیادہ ہوشیار اور کم ہوشیار لڑکے جس قدر زیادہ تعلیم پاتے ہیں ان کا باہمی فرق اور زیادہ بڑھتا جاتا ہے - مختلف طالب علم ایک ساتھ تعلیم شروع کرتے ہیں، لیکن چونکہ ان کی

نطری استعداد اور فطری رفتار تحصیل مختلف ہے اس لئے وہ تحصیل علم کے میدان میں آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ ان کے باہمی فرق بڑھتے جاتے ہیں اور آخرکار جب وہ کالج سے نکلتے ہیں تو بالکل مختلف قابلیتوں اور دماغوں کا ایک حیرتناک مجموعہ بنکر نکلتے ہیں۔ جس قدر تعلیم بہتر ہوتی جاتی ہے اور جس قدر زیادہ لوگ تعلیم حاصل کرتے جاتے ہیں سوسائٹی میں اتنے ہی متفرق دل و دماغ پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اسلئے نطری قابلیت و اہلیت کے نشوونما کے لحاظ سے آجکل کا قابل ترین نوجوان آپ کے زمانہ کے قابل ترین نوجوان سے کہیں زیادہ قابل ہے

موجودہ نوجوان نسل اور آپ کی نسل کے درمیان فرق پیدا کرنے والی چیز تعلیم کے علاوہ تلخ تجربات بھی ہیں۔ ان تجربات نے قابل لوگوں کو اور زیادہ قابل لیکن عام لوگوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور بنا دیا ہے۔ دُنیا کی وہ ہیبت ناک عالمگیر لڑائیاں۔ ان کی قتل و غارتگری۔ ان کے دیگر مالی اور سماجی خراب اثرات۔ ان سب تجربات نے ان نوجوانوں کو جو فطری اہلیتوں کے مالک تھے اپنے ماحول سے زیادہ سے زیادہ فایدہ اُٹھانا سکھایا لیکن کم اہلیت والے نوجوانوں کو شراب و نغمہ کے طلسم میں پھنسا دیا

ان تمام قسم کے نوجوان لوگوں میں اپنا حلقہ احباب قایم کرتے وقت ممکن ہے کہ آپ کو دشواری محسوس ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ ایسے نوعمر لوگ جو قابل ہیں آپ کو اپنی صحبت میں ایک ناپسندیدہ بوجھ سمجھیں اور ایسے نوعمر لوگ جو شراب و نغمہ کا دلدادہ ہیں آپ کی ان چیزوں سے پرہیز کرنے کی بنا پر آپ کو حقارت سے دیکھیں۔ اس دشواری کے علاوہ سب سے زیادہ خطرہ یہ ہے کہ کہیں آپ ان نوعمر انسانوں کو گزشتہ زمانہ کے پیمانوں سے ناپنے نہ لگیں۔ لوگوں سے ملنے جلنے کے طریقے آپ کے اور ہیں اور ان نوعمر انسانوں کے اور ہیں۔ کیونکہ آپ نے جس زمانہ میں

پرورش پائی ہے وہ موجودہ ایٹمی زمانہ سے کوئی بھی مشابہت نہ رکھتا تھا۔ آپ اپنے طریقوں کو معقول و بہتر سمجھتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ ان نوعمر انسانوں کے نزدیک آپ کے وہ طریقے نری حماقت ہوں۔ اس لئے اپنے ہر ایک طریقے کو غور سے دیکھئے اور اسے نوعمر لوگوں کی نظر سے دیکھنے کی کوشش کیجئے۔ قدیم زمانہ کے بہت سے ایسے قاعدے جو اُس وقت معقول و مناسب تھے آج بالکل برعکس اثر پیدا کرسکتے ہیں۔ ان سے پرہیز کی ضرورت ہے

مثلاً اپنے کسی نوعمر دوست سے کبھی یہ نہ کہئے کہ اس کی یاد آپ کے لئے بڑی مسرت کی چیز ہے اور اس کے کسی ایسے احسان کو کبھی نہیں بھول سکتے جو کبھی اُس نے کیا تھا۔ ایسا خط ایک نوعمر دماغ میں شک و شبہ پیدا کرسکتا ہے۔ شاید وہ سمجھے کہ یہ بوڑھا شخص ضرور کچھ رقم قرض لینا چاہتا ہے

اپنے نوعمر دوستوں کی سالگرہوں کی باقاعدہ ایک فہرست بناکر پوری پابندی سے ان کو تحفے۔ خطوط اور ٹیلیگرام بھیجنے کی حماقت نہ کیجئے۔ ممکن ہے کہ کچھ موقعوں پر ابتدا میں یہ چیز کارگر ثابت ہو لیکن بعدہٗ آپ کو بیشتر یہ معلوم ہوگا کہ یہ نوجوان دوست آپ کی پس پشت آپ کی ان حرکتوں کو عجیب یا مہمل سمجھتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ ایٹمی زمانہ کے نوعمر انسانوں میں ایک زبردست واقعیت پسند ذہنیت اور ٹھوس دماغ پائے جاتے ہیں۔ وہ ہر چیز میں واقعیت کی جستجو کرتے ہیں اور ظاہرداری کے خوشنما پردے اُن کو بہت کم دھوکا دیسکتے ہیں۔ آپ محض ظاہرداری کی حرکتوں سے ان لوگوں کی نگاہوں سے اپنی فطرت کو پوشیدہ نہیں کرسکتے۔ لوگوں کے باطن کو دیکھ لینے کی مشق ان نوجوانوں کو اسقدر ہے کہ آپ کے زمانے کے کسی بھی نوجوان لڑکے یا لڑکی میں اتنی نہیں تھی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ موجودہ نوعمر نسل عام نفسیات کے علم میں ایک بڑی حد تک

ماہر ہو کر اُبھری ہے۔ گزشتہ پچاس سال سے سیکڑوں اعلیٰ اور معمولی مصنف اس نئی نسل کو نفسیات کے مختلف اصول مثلاً انسانی افعال کے پوشیدہ مقاصد۔ سماجی زندگی کے اسرار۔ جنسی جذبہ کی مختلف کرشمہ سازیاں۔ تحت الشعور اور شعور کی مختلف کارفرمائیاں وغیرہ کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کا ذہین نوجوان انسانی دماغ کی کارفرمائیوں کے بارے میں اس سے کہیں زیادہ معلومات رکھتا ہے جو گزشتہ دور کے کسی بڑے ماہر نفسیات کو حاصل ہو سکتی تھیں کیونکہ اس قدیم ماہر نفسیات کو جو کچھ علم تھا اور جو اس نے دُنیا کے سامنے پیش کیا موجودہ دور کا نوجوان اس علم کو بھی رکھتا ہے اور اس کے علاوہ اُس تمام علم کو بھی جو سیکڑوں دیگر ماہرین نفسیات نے اپنی اپنی باری پر نسل انسانی کے لئے چھوڑا ہے۔ اگر تعلیم صحیح ہے تو ایسا نتیجہ پیدا ہونا بالکل لازمی ہے۔ ہر ایک بعد میں آنے والی نسل کو اس علم سے فایدہ ہوگا جو اس سے پہلے کی نسلیں دے گئی ہیں

مندرجۂ بالا امور موجودہ عہد کے صرف اُن نوجوانوں سے متعلق ہیں جو عام نوجوانوں سے زیادہ فطری قابلیت رکھتے ہیں۔ اس لئے ایسے صاحب ذکاوت نوعمر لوگوں سے میل ملاقات بڑھاتے وقت بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس کے برخلاف موجودہ عہد کے عام نوجوانوں کی حالت ایسی نہیں۔ وہ اب بھی ایسے ہی ہیں جیسے کبھی پہلے عام نوجوان ہوتے تھے۔ انسانی فطرت کے اسرار سے وہ بھی اتنے ہی ناواقف ہیں جتنے کہ ان کے آبا و اجداد تھے۔ اس لئے دوست بنانے کی ظاہردارانہ ترکیبیں ایسے نوجوانوں پر زیادہ کارگر ہو سکتی ہیں اور خطرے سے خالی ہیں۔ اگر آپ کو نوجوانوں کے متعلق اس قدر علم حاصل ہے کہ آپ پہچان سکیں کہ کون نوجوان عام قسم کا نوجوان ہے اور کون اعلیٰ قسم کا تو آپ اُن سے میل ملاقات پیدا کرنے کے دو مختلف طریقے اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو

اتنی پہچان نہیں تو دوست سازی کے پرانے طریقوں کو بہت احتیاط سے استعمال کیجئے، کیونکہ ممکن ہے کہ ان قدیم طریقوں کو استعمال کرنے سے آپ دوست بننے کے بجائے ہنسی مذاق کا شکار بن جائیں

اپنے نوعمر دوستوں کی صحبت میں رہ کر خطرہ یہ ہے کہ آپ خود کو اُن کاموں میں شامل کر دیں جو نوعمر لوگوں کی قوت کے تو مطابق ہیں لیکن آپ کی عمر کے لحاظ سے تھکا دینے والے ہیں۔ اس خطرہ سے محتاط رہئے۔ اگر آپ کے نوعمر ساتھی کھیل کود کے ایسے شغل میں ہیں جو آپ کی قوت کے لئے مناسب نہیں تو خود دوڑنے اور کودنے کے بجائے اپنے ساتھیوں کی دوڑ دھوپ کو دیکھ کر اُن کی ہنسی خوشی میں شریک رہنا بہتر ہے۔ یہ مناسب نہیں کہ آپ دوڑ دھوپ میں شریک نہ ہونے کے لئے اپنے ساتھیوں سے عذر و معذرت کریں۔ یہ قدیم رسم آپ کو موجودہ دور کے نوجوانوں کی بے تکلف صحبت میں اجنبی بنا سکتی ہے۔ دوسری احتیاط یہ ضروری ہے کہ نوعمر لوگوں پر اپنی بزرگی کا احساس اس طرح پیدا کیجئے کہ اُن کو ناگوار نہ ہو۔ اس مقصد کے لئے نصیحتوں کے بجائے سبق آموز پر لطف قصے سنانا مناسب ہوگا۔ اگر نوعمر لوگوں کے کسی مجمع میں آپ کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی تو زبردستی خود کو وہاں نہ ٹھونسئے اور بُرا نہ مانئے۔ نوعمر لوگوں کو اپنے آلام و مصائب کی داستانیں ہرگز نہ سنائیے، کیونکہ اگر آپ مسکرائیں گے تو دُنیا آپ کے ساتھ مسکرائے گی اور روئیں گے تو اکیلا رونا پڑے گا۔ علاوہ ازیں اپنے نوعمر دوستوں سے مستقبل کے بارے میں گفتگو کیجئے اور اپنے تجربات و معلومات سے فایدہ اُٹھا کر مستقبل کے بارے میں احتیاط کے ساتھ ایسی پیشین گوئیاں کیجئے جن کو پورا ہوتے دیکھ کر نوجوان ساتھی آپ کی عقل و دانش کی برتری کو حیرت و مسرت کے ساتھ تسلیم کریں جب کبھی ممکن اور مناسب ہو اپنی بوڑھی عمر اور اس کی برکات پر فخر و ناز کیجئے۔ کیونکہ دنیا آپ کے متعلق پہلے پہل وہی رائے قایم کرتی ہے جو آپ خود اپنے متعلق رکھتے ہیں

اس طرح اپنے نوعمر احباب سے ملنے جلنے اور عام زندگی میں ایک اچھے سکے کی طرح چلتے رہنے کے لئے آپ بہت سے کام کر سکتے ہیں مثلاً نوعمر دوستوں کے کھیل کے مقابلوں میں امپائر کا کام کرنا۔ ان کی موسیقی کی محفلوں اور ادبی مجلسوں میں ایک رہنما کا کام کرنا۔ ان کو اپنے مخصوص ہنر سکھانا وغیرہ وغیرہ۔ اگر آپ غور کریں تو ایسے ہزاروں کام دریافت کر سکتے ہیں۔ جو آپ کو ایک سکے کی طرح مارکٹ میں رواں دواں رکھ کر کھوٹا ہونے سے بچا سکتے ہیں

مریضانِ تپدق کو مژدہ

اگر آپ خود یا آپ کے کوئی عزیز مرض دق میں مبتلا ہیں اور اس کے علاج سے مایوس ہو چکے ہیں۔ تب بھی رسالہ "رفیق صحت" کی اشاعت خاص "دق نمبر" منگا کر مطالعہ فرمائیں۔ اس رسالہ میں اس مرض کے مالہ و ماعلیہ پر پوری پوری روشنی ڈالی گئی ہے، کوئی گوشہ تاریکی میں نہیں رہنے پایا، دق کے اسباب اس سے بچنے کے طریقے۔ مفید ہدایات اور اس کا محیر العقول طریق علاج۔ مجرب کم خرچ بالا نشین نسخے سب بالوضاحت بیان کئے گئے ہیں۔ نہ صرف تپدق کے مریضوں بلکہ ہر صحت مند انسان پر اس کتاب کا مطالعہ فرض ہے۔

رفیق صحت کا سالانہ چندہ تین روپے۔ صرف تپدق نمبر کی قیمت ایک روپیہ ہے

ملنے کا پتہ: حکیم اقبال حسن روبرو دربار داتا گنج بخش لاہور

زرّیں پیری کے زرّیں مشاغل

آگے بڑھنے سے پہلے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تک گزشتہ صفحات میں آپ کے سامنے جو چند حقایق پیش کئے گئے ہیں اُن پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے تاکہ اس موجودہ باب میں جو اہم ترین امور آپ مطالعہ کریں گے وہ آسانی سے اور صحیح طور پر آپ کی سمجھ میں آسکیں

زندگی کے ابتدائی سال بچپن کا زمانہ ہے اور ان کا مقصد صرف نشوونما ہے جوانی اور بلوغ کے پہلے دس پندرہ سال جنسی قوت کے سیلاب میں گزرتے ہیں۔ وسط عمر کا حصہ روزی پیدا کرنے اور زمین پر پاؤں جمانے میں ختم ہوتا ہے۔ اس لئے زندگی کا آخری سال ہمیں خود اپنی زندگی جینے میں گزارنا چاہئے۔ ہر انسان مختلف فطرت و رجحانات رکھتا ہے اس لئے وہ اپنی آخری دور زندگی کو مختلف اشتغال میں گزاریگا۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ہر کام صرف جزوی وقت کے لئے کیا جائے۔ سیر و سیاحت مطالعہ کتب۔ صحبت احباب۔ فکر و غور اور اس کے علاوہ دیگر بہت سے مشاغل جزوی وقت کے لئے مناسب ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک ۵۵ سالہ انسان کے لئے جزوی وقت کا سب سے بہترین مشغلہ یہ ہے کہ اگر قدرت نے اُس کو اعلیٰ دماغ اور وسیع تر تجربہ عطا کیا ہے تو دنیا کے انتظام و اصلاح میں نوعمر نسل کی ہر ممکن امداد کرے۔ اُس کی دماغی خصوصیات جس قدر اعلیٰ ہوں گی اُسی قدر زیادہ عرصہ تک زندگی

میں وہ اس کا ساتھ دیتی رہیں گی۔ جو فطری قابلیت زندگی میں جس قدر جلد ظاہر ہونیکا موقع پاتی ہے وہ اسی قدر بعد تک کام کرتی رہتی ہے۔ جو لوگ بلند تر عقل وفہم کے مالک ہیں وہ آخر تک ایسے ہی رہیں گے اور ان کی فطری قابلیت اُن کو مجبور کرے گی کہ اُسے استعمال میں لائیں۔ اس لئے ان کو ایک اچھے سکے کی طرح بازار میں رواں دواں رہنا پڑے گا اور زمانہ کے ساتھ ساتھ چلنا پڑے گا

ان امور کو ذہن نشین رکھتے ہوئے زندگی کے آخری دور کو آیئے ایک نئے زاویۂ نظر سے دیکھیں۔ کسی گزشتہ باب میں بتایا گیا ہے کہ جیسے جیسے انسان بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی زندگی سمٹتی جاتی ہے اور اس کی دلچسپی کے حدود تنگ ہوتے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ عام فلاح کے جوش افزا کاموں میں دلکشی محسوس کم کرتا ہے۔ ان الفاظ سے یہ مراد ہرگز نہیں اور نہ یہ حقیقت ہے کہ انسان جیسے جیسے بوڑھا ہوتا جاتا ہے خود غرض ہوتا جاتا ہے۔ دلچسپی کے حدود کا تنگ ہوتے چلے جانا آخر کار انسان کو خود غرضی کی طرف لیجانے کا امکان ضرور رکھتا ہے، لیکن بذات خود یہ کوئی خود غرضی نہیں۔ اور بوڑھے لوگوں میں یہ بات بشیتر اس وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی قوتوں کے مدنظر عام کاموں کو وسیع پیمانے پر کرنے سے خود کو غلطی سے معذور سمجھنے لگتے ہیں یہ ایک مہیب غلط فہمی ہے اور اس سے خود کو آزاد کرنا انتہیں ضروری ہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ حیوانی انفرادیت یعنی جانوروں جیسی انفرادی غرض کوشی کا جذبہ زیادہ تر اُن لوگوں میں پایا جاتا ہے جو ۶۰ سال کی عمر سے کم ہیں۔ سوسائٹی اور ملک کی عام بہبودی و ترقی کے عظیم الشان کارنامے چند نادر مثالوں کے علاوہ صرف اُن لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہیں جو اپنی ساٹھویں سالگرہ کے قریب اِدھر یا اُدھر تھے

درحقیقت ان عظیم الشان سماجی وملکی کارناموں کے لئے بوڑھی زندگی کا

زمانہ ہی مناسب بھی ہے۔ کیونکہ اگر آپ انسان کی زندگی کے مختلف زمانوں پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بوڑھاپے کے علاوہ باقی سب زمانے انفرادی مقصد کو حاصل کرنے میں گزرتے ہیں اور اس طرح عام سماجی و ملکی فلاح کا کام دُنیا میں بہت آہستہ رفتار ہی سے ہو سکتا ہے

ایک بچّہ کو نہ اتنی فرصت ہے اور نہ طاقت کہ وہ سماجی حالات کی اصلاح کا کام کر سکے۔ بچّہ ایک کلی ہے اور کلی پھول نہیں ہوتی۔ وہ پوری طرح مہکنے سے پہلے پھول بنتی ہے۔ اسی طرح بچہ صرف بچّہ ہی ہے انسان نہیں۔ وہ انسان بننے جا رہا ہے اور جب تک وہ نشو و نما پا کر انسان نہ بنے انسانی سوسائٹی کی اصلاح کا تصور بھی نہیں کر سکتا

جوانی کا زمانہ جنسی جذبہ کی حکومت کا زمانہ ہے۔ جنسی جوالامکھی کے اُبال کا دور ہے۔ ایک آتشیں زمانہ ہے۔ اس میں انسان کو اپنا ہوش بھی نہیں ہوتا وہ انسان ہوتے ہوئے بھی انسان نہیں ہوتا۔ اجتماعی فلاح و ترقی کا کام اس کے بس کا نہیں۔ وہ اس کام میں کسی بوڑھے دماغ کا آلہ کار بن سکتا ہے لیکن آلہ کار خود کام نہیں کر سکتا

وسط عمر کا زمانہ اولاد پیدا کرنے۔ روٹی کمانے اور دولت سمیٹنے کا زمانہ ہے۔ انسان کی ساری قوتیں ان چند مقصدوں کے علاوہ اور کسی طرف متوجہ ہونا چاہتی ہی نہیں۔ اسے عام سماجی ترقی کے کاموں کی فرصت ہی نہیں

اس طرح بچپن و نو عمری سے لیکر ۵۰ برس کی عمر بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ عمر کے لوگ سماجی و ملکی کاموں کے واسطے دستیاب نہیں ہوتے۔ مشہور سماجی فلاح کا کام کرنے والی انجمنوں کے دفتروں میں جا کر آپ تحقیق کریں تو معلوم ہوگا کہ اُن کو اپنے کاموں کے لئے ۶۰ برس سے کم عمر کے کارکن شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔

معمولی کاموں کے لئے لوگوں کی بھرمار ہے۔ لیکن مشکل اور نازک کاموں کے لئے اصلاح پسند سماجی ادارے ۶۰ سال سے کم عمر کے لوگوں سے خالی نہیں۔۔ ان اداروں کو اگر نسبتاً کم عمر کے لوگ نہیں ملتے تو کیا بوڑھے لوگوں کا یہ فرض نہیں کہ وہ بہادرانہ آگے بڑھیں اور ان مفید کاموں کے لئے کارکنوں کی قلت کو مٹا کر قوم و ملک کی ترقی کی رفتار کو تیز کر دیں اور خود بھی اس طرح اپنے واسطے ایک بہترین شغل حاصل کر لیں ؟

پھر صرف خالص سماجی کاموں کا یہ حال نہیں بلکہ موجودہ دور کے بیشمار عظیم کارنامے بوڑھے تجربہ کاروں کے انتظار میں رُکے پڑے ہیں۔ ایٹمی زمانہ شاندار اجتماعی کارناموں کا سامان تیار کر رہا ہے۔ لیکن یہ سامان الماریوں میں بند پڑا ہے اور اس کو استعمال کرنے والے پختہ تجربات کے لوگ نہیں ملتے۔ صنعت میں۔ تجارت میں۔ سائنس میں۔ ہر طرف عظیم الشان کارناموں کے نقشے طیار ہیں لیکن ان نقشوں کو عمل میں لانے والے دانشمند بوڑھوں کی قلت ہے۔ رقاصہ لڑکیوں اور کھلاڑی نوجوانوں کی بہتات ہے۔ دفتروں میں۔ کارخانوں میں۔ کلرکوں۔ ٹائپ کرنے والی لڑکیوں اور مضبوط جسم کے مزدوروں کا ہجوم ہے لیکن اُن عظیم الشان کاموں کے لئے مرد عورتوں کا قحط ہے جو دُنیا کو ایک بلند ترین تہذیب کا راستہ بتا سکیں

جرمنی کے ہتھیار ڈال دینے کے بعد دُنیا میں ایک سب سے بڑے کیمیکل کارخانے کے مالک نے افسوس کے ساتھ یہ الفاظ ادا کئے:۔ "الماری میں بہت سی ممکن ایجادیں بند پڑی ہیں لیکن اُن کو کرنے والا کوئی نہیں" یہی حال کپڑے۔ ربڑ اور دیگر صنعتوں کا ہے۔ انسانی تہذیب کی گاڑی کھڑی ہے۔ راستہ طیار ہے لیکن اس گاڑی کو کھینچنے والے کافی نہیں۔ علمی اور فنی تحقیقات کے

موقعے موجود ہیں لیکن محقق کافی نہیں ملتے

ان تمام کاموں کی قابلیت رکھنے والے زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو ۵۰ برس کی عمر سے زیادہ ہیں۔ اس لئے اس عمر کے ہر انسان کو لازم ہے کہ اپنا جزوی وقت ان کاموں پر صرف کرے۔ اگر وہ کام کو مناسب طریقہ پر ترتیب دے گا تو اسے اس کام سے کوئی تھکاوٹ بھی نہ ہوگی۔ متعدد اعلیٰ ترین سائنسدان آج ۷۰ اور ۸۰ برس کی درمیانی عمر میں ہیں۔ علمی و فنی تحقیق کا شغل اعصابی محنت زیادہ نہیں چاہتا اس لئے بوڑھے لوگ ایسے کام کو آسانی سے کر سکتے ہیں

تربیت یافتہ اور ہنرمند لوگوں خصوصاً ایک بوڑھے ڈاکٹر کے لئے جزوی وقت میں علمی و فنی تحقیق کا کام قومی و انسانی فلاح کے علاوہ ذاتی منفعت کے زریں مواقع رکھتا ہے اور ایٹمی طاقت نے ان مواقع کو اور بھی زیادہ بڑھا دیا ہے۔ انسانی زندگی کے بہت سے پہلو طبی تحقیق کے محتاج پڑے جس کی وجہ سے لاکھوں انسانوں کی زندگیاں برباد ہو رہی ہیں۔ ۵۰ برس سے ۸۰ برس تک کی عمر کے لوگوں کے مزاج اور مسایل پر بہت کم طبی تحقیقات ہوئی ہیں۔ ان بوڑھے لوگوں میں بہت زیادہ سردی و گرمی کو برداشت کرنے کی جو طاقت عام طور پر کم ہوتی جاتی ہے وہ دنیا بھر میں وسط عمر کے آخری زمانہ اور بڑھاپے میں موت کا سبب بنتی ہے لیکن آجتک کسی نے بھی اس اہم مسئلہ کی طرف توجہ نہیں دی۔ زندگی کے آخری نصف حصے کے علوم ابھی بمشکل ہی شروع ہوئے ہیں۔ ۵۰ برس کی عمر کے بعد والے انسانوں کی رکھ رکھاؤ کیسے کی جائے؟ ۷۰ برس سے زیادہ عمر والوں کی زندگی کو کیسے پُر وقت پُر مسرت اور پُر حوصلہ بنایا جائے؟۔ ان سوالات پر ابھی تک ہلکا سا دھیان بھی نہیں دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ انسان ابھی تک ایک طویل رات کے کنارے کھڑا ہے اور نہیں جانتا کہ صبح کب ہوگی

لیکن ہمیں معلوم ہے کہ صبح ضرور ہو گی - یہ سوالات نصف بھی اس قدر دشوار نہیں جتنے وہ مسایل جو انسان حل کر چکا ہے - اس میں شک نہیں کہ ہم ایسے انسان پیدا نہیں کر سکیں گے جو ہزار برس تک زندہ رہ سکیں - لیکن یقیناً ایسا انسان ضرور پیدا ہو گا جو اپنی موت تک ہنستا کھیلتا جائے گا --- اور یہ کام کون کرے گا ؟-- یقیناً آپ جیسے بوڑھے ڈاکٹر ! --- آپ میں سے ایسے صرف سو بوڑھے ڈاکٹر جو علمی تحقیق کی اہلیت رکھتے ہوں انسان کی پوری بوڑھی زندگی کا ذایقہ تبدیل کر سکتے ہیں -

لیکن علمی تحقیق کی اہلیت رکھنے والے ڈاکٹر زیادہ نہیں ہوتے - جو لوگ اس اہلیت سے محروم ہیں وہ ریٹائر ہونے کے بعد جزوی وقت میں بہت سے مفید - دلچسپ اور اہم کام کر سکتے ہیں - مثلاً شفاخانوں میں اپنے وسیع تجربے کی بنا پر ڈاکٹروں کی مدد کرنا - طبی انجمنوں میں حصہ لینا - مقامی اعداد و شمار ایسے جمع کرنا جو امراض کی تحقیق میں دوسروں کے کام آ سکیں مجروح بوڑھے لوگوں کو ان کے گھر کے مفید ماحول میں صحت مند ہونے کے لئے ہدایات فراہم کرنا - بیحد مصروف ڈاکٹروں کے بوجھ کو ہلکا کرنا خود اپنے گھر پر بیٹھ کر ہی طبی مشورہ دینا - اسپتالوں میں مریضوں کی تیمار داری کے انتظامات میں حصہ لینا - لوگوں کے مزاجی امراض کا نفسیاتی طور پر تجزیہ کرنا اور ان کا علاج کرنا - وغیرہ وغیرہ - یہ سب کام مالی فایدہ سے بھی خالی نہیں ہیں

ایک خوش حال وکیل کو اس سلسلہ میں کچھ زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں - البتہ اُسے اتنا سمجھنا چاہئے کہ تجارت کی عمارت قانون اور وکیلوں پر قایم ہے اور حکومت بھی ان ہی پر تعمیر ہوتی ہے - اس لئے تجارت و حکومت کے درمیان وہ جس چیز کو چاہیں اپنے آخری دورِ حیات کو بہترین بنانے کے واسطے چن لیں - کامیابی اُس کے قدم چومے گی - علاوہ ازیں وہ اور بھی بہت سے کام اختیار کر سکتا ہے مثلاً غریب لوگوں کا وکیل بن جانا - خیراتی اور شہری اداروں کا کام کرنا - جائیداد کے

معاملات کا کام کرنا۔ مقامی عام مسایل کی قانونی پیروی کرنا۔ ان مشاغل میں سے کسی ایک میں اپنا تھوڑا سا وقت لگا کر وہ نہ صرف دلبستگی بلکہ شہرت۔ مسرت اور دولت پیدا کر سکتا ہے

مختلف فنون کے میدانوں میں تخلیقی کارنامے کرنے والوں کے لئے بھی مشاغل کی کمی نہیں۔ فنی محنت کا معمولی اور تفصیلی کام نوعمر لوگوں کے لئے چھوڑ دیجئے اور آپ محض اعلیٰ ترین تخلیقی کارناموں کے نقشے بنا کر ان کو ان پر عمل کرنیکے مشورے دیتے رہئے ایک اعلیٰ فن کار کوئی نئی چیز پیدا کرنے کے لئے صرف اہم مدارج کو اپنے ہاتھ سے کرتا ہے اور باقی تفصیل کی خانہ پری اپنے سے کم مرتبہ لوگوں پر چھوڑ دیتا ہے دنیا کا مشہور مصور لیونارڈو ڈی ونسی کہتا ہے کہ "چیزوں کی تشکیل کے طریقے بتانا مالک کا کام ہے اور ان پر عمل کرنا ملازمین کا فعل ہے"۔ معماری کا ایک زبردست ماہر خود اینٹیں نہیں بناتا اور انجینری کا ایک بلند مرتبہ استاد خود لوہے کے ٹکڑوں کو کوٹ پیٹ کر ڈھانچے نہیں طیار کرتا۔ مصوری و سنگ تراشی کے گزشتہ زریں دور میں فنی ماہرین تصویر و مجسمہ کے تمام حصے خود نہیں بناتے تھے بلکہ یہ پست مرتبہ کام وہ چھوٹے دماغوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے

صرف بوڑھے لوگ ہی وہ قوت فہم اور بصیرت رکھتے ہیں جو اس قسم کے شاندار اور تخلیقی فنی کارناموں کو پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ ہر کارنامہ کے اہم ترین اور تخلیقی حصول کو خود کرنے کے بعد ایک بوڑھے ماہر کو لازم ہے کہ زیادہ محنت کے معمولی کاموں کو نوعمر لوگوں پر چھوڑ دے اور اگر وہ واقعی ایک قابل استاد ہے تو اپنے کام کو کم رتبہ دماغوں کے سپرد کرنے کا بھی ملکہ اُسے ضرور حاصل ہوگا۔ ایک انتہائی قابل منتظم افسر وہی ہے جو اپنے پورے کاروبار کو اس طرح ترتیب دیتا ہے کہ اگر کسی وقت ضرورت کی وجہ سے وہ علٰحدہ ہو جائے تو پورا انتظام پھر بھی اسی طرح

چلتا رہے

وسط عمر کے آخری حصے میں ایک انسان کی سب سے قیمتی خصوصیات اس کا تجربہ اور عقل مندی ہیں۔ اگر پوری نصف صدی تک جیتے رہنے کے بعد بھی کوئی عقل مند نہیں بنتا تو کبھی عقلمند نہیں بن سکتا۔ ایک بوڑھے بیوقوف سے بڑا احمق اور کوئی نہیں۔ جب ایک عقل مند انسان کاروباری زندگی کو چھوڑ کر ریٹائر ہوتا ہے تو کم عمر کے لوگوں کو چاہئے کہ اس کی صلاح و مشورہ کے لئے اس کے پاس جائیں اور اگر اُسے روپیہ کی ضرورت ہے تو اس مشورہ کی قیمت بھی ادا کریں۔ قدیم زمانہ میں یہی دستور تھا۔ زندگی کے قیمتی تجربات رکھنے والے بوڑھے لوگوں کے چاروں طرف کم عمر لوگ اپنی اپنی زندگی کے مشکل مسایل لیکر جمع ہو جاتے تھے اور ان کی دھندلی نگاہ۔ گذشتہ عظمت اور معذور قوتوں کی زبانی جینے کے قیمتی راز اور دنیا کے نشیب و فراز کا حال معلوم کرتے تھے۔ کیا قدیم دُنیا کے اس مردہ دستور کے کسی حصے کو بھی دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا ؟ — یقیناً ایسا کیا جا سکتا ہے اور اس کو دوبارہ زندگی دینے والے مبارک انسان آپ بوڑھے لوگ ہی ہو سکتے ہیں جو اپنی معاشی جد و جہد کو چھوڑ چکے ہیں۔ ایسا کرنے سے اگر آپ اپنی آخری زندگی کے بہت سے بوجھل اوقات کا ایک دلچسپ مشغلہ پا سکیں گے تو دوسری طرف کم عمر لوگوں کی ایک بڑی ضرورت یعنی رہبری کی ضرورت پورا ہو سکے گی۔ شاید ان الفاظ پر موجودہ دور کے آزادی پسند لوگوں کو اعتراض ہو اور وہ کہیں کہ یہ طریقہ غلط ہے کیونکہ نوجوانوں کو بوڑھوں کی ضرورت سے آزاد اور خود اپنی زندگی جینے کے قابل ہونا چاہیئے۔ جہاں تک خود اپنی زندگی جینے کا سوال ہے ہم اس سے پوری طرح متفق ہیں۔ لیکن ہم اس اصول کو مسخ کرنے پر طیار نہیں۔ ایک انسان خود اپنی زندگی جینے کے لئے آزاد رہتے ہوئے بھی دوسرے لوگوں سے ضرورت کی چیزیں سیکھ سکتا ہے۔ خود اپنی زندگی جینے کا تقاضہ یہ ہے

کہ انسان اپنے معاملات زندگی میں آخری فیصلہ خود ہی کرے لیکن یہ آخری فیصلہ خود کرنے سے پیشتر اس کے لئے ضروری ہے کہ موقع اور ضرورت کے مطابق کتابوں دوستوں۔ اجنبی لوگوں اور بوڑھے تجربہ کار لوگوں کے خیالات اس مسئلہ پر معلوم کرے۔ ایسا کرنے سے اُسے خود اپنی آزاد زندگی میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے گی کیونکہ آخری فیصلہ کا اختیار خود اسی کو باقی رہے گا۔ قدیم زمانہ میں بوڑھے لوگوں کی برتری واقتدار کے اصول میں خرابی یہ تھی کہ بوڑھے لوگ حکم دیتے تھے اور نوجوانوں کا فرض ان کی تعمیل تھا۔ لیکن اس سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بوڑھے انسان صرف مشورہ دیں اور نوعمر لوگ اس پر غور کریں۔ اگر بوڑھے لوگ یہ سمجھ لیں گے کہ اُن کا کام صرف ایک مشیر کا ہے تو وہ اپنا حکم زبردستی نوعمر انسانوں پر نہ چلائیں گے اور جب نوعمر لوگ یہ محسوس کریں گے کہ بوڑھے لوگ ان پر حکومت نہیں کر رہے ہیں تو وہ ان کی باتوں کو زیادہ دلچسپی سے سنیں گے۔ بوڑھی اور نوعمر نسل کے درمیان یہی باہمی رشتہ بہترین ہے

اس لئے اگر اپنے اوقات میں سے کچھ حصہ نکال کر بوڑھے لوگ نوعمر نسل کے مشیر بننے کا پارٹ ادا کر سکیں تو ایک زبردست انسانی خدمت ہوگی اور اسکے نتائج اس قدر زبردست ہوں گے جن کا تصور بھی آپ نہیں کر سکتے۔ دنیا میں اس قسم کا بہترین مشیر امریکہ کا ایک مشہور انسان باروچ تھا جس نے اپنے جزوی وقت میں اپنے زمانہ کے بڑے بڑے لوگوں یہاں تک کہ امریکن صدر روزویلٹ تک کو مشورے دیکر شاندار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ موجودہ تہذیب کو سوچنے کا موقعہ بہت کم ملتا ہے۔ ملک کے سب سے چھوٹے عہدیداروں سے لیکر بڑے سے بڑے ذمہ دار افسروں تک سب کے سب ایک مشین کی طرح ہر وقت مصروفیت کی زندگی گزارتے ہیں اور جن مسایل کو وہ دن رات حل کرتے رہتے ہیں

اُن پر تنہائی میں اور اطمینان سے سوچنے کا وقت اُن کو بہت کم نصیب ہوتا ہے۔ اخبارات کے اڈیٹروں اور نامہ نگاروں سے لیکر کابینہ کے وزیروں اور جمہوریت کے صدروں تک سب کے سب کاموں کی مصروفیت میں پھنس کر ایک مشین کی طرح کام کرتے چلے جاتے ہیں۔ اہم ترین قومی مسایل کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے لیکن سوچنے کا وقت نہیں معمولی مسئلہ کے لئے بھی ہزاروں صفحات کے فایل کو پڑھنا متعدد قسم کی تحقیقات کرنا اور پھر سوچنا ضروری ہوتا ہے لیکن اس کے لئے وقت کی ضرورت ہے اور اگر اس ایک مسئلہ پر ہی مناسب وقت صرف کیا جائے تو حکومت کی مشین ٹھپ ہو جاتی ہے کیونکہ اس کام کے ساتھ ساتھ ایسے ہی ہزاروں کام اپنے فوری فیصلہ کے لئے بیکار رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ فیصلے ہوتے ہیں لیکن محض اندازے پر اور قومی مفاد کو ٹھیس لگتی ہے

جمہوریت کے اس زبردست نقص کو دور کرنا ایک بڑی حد تک اُن بوڑھے لوگوں پر منحصر ہے جن کے پاس کافی وقت اور روپیہ ہے۔ وہ بھی باروچ کی مثال پر عمل کر کے اس اہم ترین قومی و ملکی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں شہروں میں پارکوں اور پارک کنجوں میں خاموش و پرسکون مقامات کی کمی نہیں۔ یہی مقامات بوڑھے لوگوں کی مشاورت گاہ بن سکتے ہیں۔ اگر حکومت اور ملک کا نظام چلانے والے مصروف انسانوں کو کسی اہم مسئلہ پر سوچنا ہے تو اس کی جگہ انکے دفتر نہیں جہاں ہر وقت ٹیلیفون کی گھنٹیوں اور کلرکوں کی آمد و رفت کے ہنگامے ہر قسم کے پرسکون خیال و غور کے سدِ راہ ہوتے ہیں۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ یہ لوگ محض چند لمحات کے لئے کسی خاموش گوشے میں ایک سن رسیدہ شخص کے پاس جمع ہوں۔ اپنی دشواریاں اس کے سامنے پیش کریں۔ اس کی باتیں سنیں۔ اس کے سوالات کا جواب دیں۔ اطمینان سے مسکرائیں۔ ہاتھ پاؤں

پھیلا کر لیٹ جائیں۔ سگرٹ نوش کریں اور پورے سکون کے اس ماحول میں اپنی دشواریوں کا حل اس بوڑھے شخص کی گفتگو میں تلاش کریں۔ اگر آج ملک بھر کے طول و عرض میں ایسی مشاورت گاہیں قایم ہو جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ ملک کے بڑے بڑے مسئلے اس قدر آسانی۔ تیزی اور خوبی کے ساتھ حل ہو جائیں گے کہ آپ کو خود تعجب ہوگا اور حکومت کو نہ صرف کروڑوں روپیہ کی بچت ہوگی بلکہ ملک میں اب سے بہت کم ہڑتالیں بہت کم کاروباری سرد بازاری اور بہت کم جنگیں ہوں گی

کوئی قوم اس حالت میں زندہ نہیں رہ سکتی کہ اس کا آدھا حصّہ تو کام کرتے کرتے ہلاک ہو رہا ہو اور دوسرا آدھا حصّہ ضرورت سے بھی کم کام کر رہا ہو کام کے انبار میں دبے ہوئے لوگوں کو آزاد کرنے اور کاہلوں کو کام میں لگانے کی ضرورت ہے

حکومت کی طرح تجارت اور صنعت کو بھی ان بوڑھے مشیروں کی سخت ضرورت ہے صنعتی دنیا کے دیو ہنری فورڈ کے ان الفاظ کو سنئے :۔ "کارخانوں کے انتظام کے لئے جیسے دماغوں کی ضرورت ہے وہ ۵۰ سال سے کم عمر والے لوگوں میں نہیں ملتے" ان الفاظ کے پیش نظر یہ کس قدر بڑی حماقت ہوگی کہ ہم ۶۰ یا ۶۵ برس کی عمر میں ہر کام بند کر دیں۔ اور عین اُسوقت جبکہ ہم اپنے کمالات کی انتہا کو پہونچنے والے ہیں ہم ایک مردہ کی طرح سرد ہو کر رہ جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کام۔ کامیابی اور درسی تعلیم کے متعلق ہمارا پورا فلسفہ ہی غلط ہے۔ ہم بچوں کو جس قدر زیادہ مدت تک ممکن ہو بچہ ہی رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ہم نوجوانوں اور نو عمر بالغ لوگوں کو غلاموں کی طرح کام میں ہانکتے ہیں اور آخر کار ہم متوسط عمر کے لوگوں کو یہ دیکھتے ہی فوراً کام سے خارج کر دیتے ہیں کہ وہ جوانوں کا سا

کام نہیں کر سکتے۔ اس پورے طرز عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے بچے آخر تک شیر خوار قسم کے بچے رہتے ہیں اور بچپن کے کسی طریقے کو کبھی نہیں چھوڑتے۔ ہمارے نوجوان ایک قسم کے ختم شدہ انسان اور متوسط عمر کے لوگ ٹوٹے پھوٹے ڈھانچے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ زندگی کے کباڑ خانے میں کوڑے کرکٹ کا ایک پہاڑ کے برابر اونچا ڈھیر ان انسانوں کی زندگیوں کے ذریعہ بنتا چلا جاتا ہے جو ابھی اپنی فطری قوتوں کے انتہائی کمال کو بمشکل ہی پہونچ سکے تھے۔ کیا اس مغموم و تاریک و ویران بوڑھاپے سے زیادہ بڑی حماقت کوئی اور ہو سکتی ہے ؟

ان امور کو دیکھ کر یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ قابل لوگوں کو ۶۰ سال کی عمر کے بعد بھی کام کو جاری رکھنا چاہئے۔ کام کو جاری رکھنے کے لئے لازمی ہے کہ کام رفتہ رفتہ کم ہوتا چلا جائے اور اس کے لئے بیشتر لوگوں کو یہ مناسب ہے کہ جزوی وقت میں ایک مشیر کا پارٹ ادا کرنا شروع کر دیں۔ حد سے زیادہ کام کرنے والوں اور ضرورت سے کم کام کرنے والوں کے درمیان یہ مشیر لوگ ایک باہمی رشتہ کا کام کریں گے۔ حد سے زیادہ کام کرنے والوں کو یہ مشیر بے ڈھنگے اور جلد باز کام سے بچائیں گے اور خود اپنی ذات کو بیکاری و کاہلی کے اس عذاب سے محفوظ رکھ سکیں گے جو موت سے بھی زیادہ تلخ ہے

اس قسم کے بہترین بوڑھے مشیروں کو حکومت اپنے لئے لیلے تو بہتر ہے۔ ان کے بعد دوسرے درجے کے مشیر تجارت و صنعت کے لئے کام کریں۔ اور باقی بوڑھے مشیر ان ہزاروں عام انسانوں کو مشورہ دینے کا کام سنبھال لیں جو روزانہ اپنے معمولی معمولی کاموں میں مشورے کے محتاج ہیں۔ ایسے انسان زیادہ نہیں ہیں کہ جو مشیر کو کوئی مالی اُجرت دے سکیں اس لئے مشیر کا کام وہی خوش قسمت لوگ کر سکتے ہیں جو مالی پریشانیوں سے آزاد ہوں اور اس لئے وقت نکال سکیں

حکومت کے عہدیداروں اور تجارت و صنعت کے رہنماؤں کی طرح بوڑھے تجربہ کار مشیروں کی ضرورت اُن بے شمار نوجوان لوگوں ہی کو ہے جو تعلیم کے مدارج کو ختم کرکے اب کسی پیشے میں قدم رکھنے والے ہیں۔ عام طور پر اسکولوں سے نوجوان لوگ عملی زندگی اور دُنیا کے حالات کا ایک غلط اندازہ لیکر نکلتے ہیں اور اپنی محنت و سرمایہ کو کسی معاشی جدوجہد میں لگاتے وقت ان کی کیفیت ایک جواری سے زیادہ نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثریت میں نوجوانوں کو ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ناکامی بذات خود اس قدر بری چیز نہیں بشرطیکہ انسان اس کی روشنی میں اپنی غلطیوں کا اندازہ کرنا سیکھ لے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ایک بوڑھا مشیر ان جوانوں کے کام آسکتا ہے اور دنیا کے نشیب و فراز کو دکھاکر ان کو ان کی غلطیوں سے روشناس کرسکتا ہے

یہی حال کارخانوں میں کام کرنے والے لوگوں کا بھی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کارخانوں کی پیداوار پر قوم و ملک کا مستقبل منحصر ہے لیکن کارخانوں کا مستقبل مزدوروں پر منحصر ہے اور مزدور جنگ کے علاوہ اور کسی زمانہ میں پورے خلوص سے کام نہیں کرتے۔ جنگ ہی بیشتر مزدوروں اور کاریگروں کو بہترین کوشش سے کام کرنے پر مائل کرتی ہے۔ جنگ کے زمانہ میں کارخانہ کا پورا ماحول بدل جاتا ہے ۔ وہ کاریگر بھی جس نے کبھی اپنے زیر سرپرست آقا سے ایک بھی مہربانی کا کلمہ نہیں سُنا اب کام میں پوری تندہی سے لگ جاتا ہے کیونکہ ملک کے گوشے گوشے پر اسے یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ اس کا ملک جنگ میں مبتلا ہے اور اس کے وطن کو اپنے فرزندوں کی ہر ممکن محنت کی ضرورت ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک حقیر ترین کارخانہ کا مزدور بھی ملک میں اپنی اہمیت کو محسوس کرتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ وہ کوئی گمنام و بے قیمت وجود نہیں بلکہ ملک کا ایک اہم انسان ہے۔

یہ احساس اُسے آقا کے خوف یا مزدوری کے لالچ سے قطع نظر کرکے قوم و ملک کی فلاح کے لئے پورے خلوص سے کام کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے اگر امن کے زمانہ میں بھی مزدوروں اور کاریگروں کے دل میں احساس ذمہ داری و اہمیت کا پیدا کر دیا جائے تو ملکی ترقی کی رفتار کئی گنی تیز ہو سکتی ہے اور یہ احساس پیدا کرنا صرف ان بوڑھے مشیروں ہی کا کام ہے جن کا تذکرہ ہم کرتے آئے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ انقلاب ایک دن میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ ایک مدت سے زیر دست آقاؤں کی بدسلوکیوں اور حقارت آمیز برتاؤ کو سہتے آئے ہیں اُن کو یہ یقین دلانا آسان کام نہیں کہ قومی و ملکی تعمیر میں ان کی اہمیت بھی ان کے آقاؤں سے کم نہیں۔ لیکن عقلمند بوڑھا مشیر اگر کوشش کرے تو یہ دشوار مرحلہ بھی سر ہو سکتا ہے۔ انقلاب دیکھنے میں ایک دم سے ہوتا نظر آتا ہے لیکن درحقیقت جسے لوگ انقلاب کا ہونا سمجھتے ہیں وہ انقلاب کا گزر جانا ہے کیونکہ انقلاب تو بہت پہلے سے دھیرے دھیرے ہوتا رہتا ہے

مزدوروں کی طرح بوڑھے مشیروں کی احتیاج ازدواجی زندگی میں داخل ہونے والے نوجوانوں کو بھی بہت زیادہ ہے۔ ملک کے طول و عرض میں اگر نظر دوڑائیے تو ناکامیاب شادیوں کے ہاتھوں برباد شدہ انسان کے غول در غول نظر آئیں گے۔ سیکڑوں مکانوں میں تلخ زندگیوں کے ڈھیر ملیں گے اور شادی شدہ زندگی کے سفینے کے ٹکڑے چاروں طرف بکھرے ہوئے نظر آئیں گے۔ اس سلسلہ میں تین قسم کے لوگوں کو مدد کی ضرورت ہے۔ ایک تو وہ نوجوان لوگ جو شادی کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو شادی کے کچھ ہی دنوں کے بعد زن و شوہر کے تعلقات ختم کرنا چاہتے ہیں اور تیسرے وہ بوڑھے لوگ جن کو ان کے بچوں اور رشتہ داروں نے تنہا چھوڑ دیا ہے۔ ان میں

سے ہر ایک قسم کے لوگ جداگانہ مشیر کی ضرورت رکھتے ہیں جوان کو اپنے وسیع تجربے اور عقلمندی سے استفادہ کا موقع دے سکے۔ جو لوگ اس قسم کے مشیر بننا چاہتے ہیں وہ اپنا کام کس طرح شروع کردیں؟ — اس کا جواب بہت آسان ہے۔ شروع کرنے کا بہترین طریقہ شروع کرنا ہے۔ پہلے آپ اپنے ہمسایوں کو یہ جاننے کا موقع دیجئے کہ آپ کیا کرنے والے ہیں۔ اپنے مقامی اخبارات کے اڈیٹروں کو اپنا کام سمجھائیے اور ان کو اس انسانی ضرورت کے متعلق اڈیٹوریل مضامین لکھنے پر مایل کیجئے۔ اس طرح رفتہ رفتہ اس میدان میں آگے بڑھتے جائیے اور اُس مقام تک پہونچ کر رک جائیے جس سے آگے بڑھنا آپ کی بوڑھی قوتوں پر ایک بوجھ ہو جائے۔ کچھ مدت ہی میں آپ کی آمدنی شروع ہو جائے گی

بوڑھے مشیروں کے محتاج وہ لوگ بھی ہیں جو دنیا میں تنہائی کا شکار ہو رہے ہیں اور جن کو ہم "عزلت زدہ" کہیں گے۔ جدید تہذیب کے تقاضے خاندانی زندگی کے قدیم طریقوں کو مٹاتے جا رہے ہیں جبکہ بہت سے لوگ ایک خاندان کی شکل میں زندگی بھر ایک ساتھ رہ سکتے تھے۔ دُنیا میں دور دراز مقامات تک جانے کی آسانیوں۔ شہروں کی بڑھتی ہوئی آبادی کی مجبوریوں اور مکانات کی تنگ تر ہونے والی گنجائشوں نے لوگوں کی قدیم یکجائی خاندانی زندگی کو منتشر کرنا شروع کر دیا ہے۔ رفتہ رفتہ خاندان کا مفہوم ایک شوہر۔ ایک بیوی اور ایک بچہ تک محدود ہوتا جا رہا ہے۔ اور سن رسیدہ والدین تنہائی کی وادیوں کے سپرد ہوتے جاتے ہیں۔ وہ اِدھر اُدھر اپنی زندگی کو خاموشی۔ کس مپرسی اور بیکسی کے عالم میں گزارتے ہیں اور بھری دُنیا میں خود کو عزلت زدہ محسوس کرتے ہیں۔ ساٹھ سال کی عمر سے زیادہ والے بہت سے

لوگ غریب ہوتے ہیں اور ان کے دوست اگر کچھ ہوتے بھی ہیں تو بہت کم۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ ان فطری قابلیتوں سے زبردستی محروم ہوتے ہیں جن سے وہ اپنی تنہا زندگی میں کوئی دلچسپی پیدا کر سکیں۔ یہ لوگ بے عملی و کوفت کے برفستان میں پڑے کانپتے رہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بوڑھی زندگی کو الم انگیز بناتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ان کی طرف متوجہ ہوں اور ایک پرخلوص مشیر کی صورت میں ان کی مدد کریں۔

ایک ہوشیار مشیر عزلت زدہ انسانوں میں سے اُن لوگوں کے لئے جو کام کر سکتے ہیں کوئی مفید کام اور اُن کے لئے جو صرف کھیل سکتے ہیں کوئی دلچسپ کھیل مہیا کر دے گا۔ وہ حتی الامکان ہر وہ کام کرے گا جو عزلت زدہ لوگوں کو زندگی کے بہتے ہوئے چشمے میں واپس لا سکے۔ ناکام نوجوان محبت۔ برباد ازدواجی زندگی اور عزلت زدہ قلب کا بہترین مشیر وہی انسان بن سکیگا جو اپنی عملی زندگی میں انسانوں اور ان کے مسایل پر محنت و مشقت کر چکا ہے۔ اس لئے ہمارے خیال میں اس قسم کے مشیر کا کام ان لوگوں کو اختیار کرنا مناسب ہے جو عملی زندگی میں مدرس۔ ڈاکٹر۔ جج۔ اور مذہبی واعظ رہ چکے ہیں۔

۵۵ سال کی عمر میں اپنی کاروباری زندگی کو خیر آباد کہنے کے بعد آپ ایک مشیر اور انسانی مبلغ کا جو شغل جزدی وقت کے لئے اختیار کر سکتے ہیں اسکے بارے میں تفصیل کے ساتھ آپ یہاں تک مطالعہ کر چکے ہیں۔ یقیناً یہ شغل ایک بہت عظیم اور شریفانہ شغل ہے۔ لیکن غالباً اس سے بھی زیادہ ضروری شغل موجودہ زمانہ میں ایک اور بھی ہے۔ یہ شغل اس قدر اہم ہے کہ صرف اس پر ہی ایک جداگانہ ضخیم تصنیف لکھی جا سکتی ہے۔ اس لئے یہاں صرف اختصار کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا جائے گا۔

آپ خواہ مرد ہوں یا عورت - غریب ہوں یا دولت مند - تعلیم یافتہ ہوں یا جاہل - کمزور ہوں یا طاقت ور - خواہ آپ دنیا کے کسی حصے میں کیوں نہ ہوں آپ کا یہ فرض ہے کہ جابروں اور شان و شوکت کے دیوانوں سے اتنی شدید نفرت کریں جتنی کہ آپ پوری طاقت سے کر سکتے ہیں - بزدل لوگ آپ کو اس راستہ کے خطرات سے آگاہ کریں تو آپ اپنے قدموں کو نہ روکیں اور فاقہ کشی کے بھیانک خواب آپ کو دکھائے جائیں تو آپ کے استقلال کو جنبش نہ ہو - آپ اپنے دل میں اس حقیقت کو مرتسم کر لیں کہ آزادی ہی ایک وہ چیز ہے جس کے لئے جان دی جا سکتی ہے کیونکہ آزادی ہی میں کسی ایسی چیز کا وجود ممکن ہے جس کے لئے زندہ رہنا مناسب ہو۔

مسرور و بشاش نوجوان یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اب جبکہ نازی ہی اور تسلطائی طاقت کو شکست دی جا چکی ہے دنیا ہمیشہ آزاد رہ سکتی ہے - ایسی باتیں گزشتہ جنگ کے بعد بھی سنی جاتی تھیں اور شاید ایک اور جنگ کے بعد آیندہ بھی سنی جائیں گی - ہر جنگ کے بعد ایسے ہی الفاظ سنے جاتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک خوش خیالی ہے - یہ سادہ لوح انسان کی ایک سادہ خواہش ہے جو خیال بن کر ظاہر ہوتی ہے - یہ ایک ازلی جھوٹ ہے جو ہمیشہ نئی جنگ پیدا کرتا آیا ہے - یہ خیال اُن دماغوں میں پیدا ہوتا ہے جو یہ تصور کرتے ہیں کہ عالم انسانیت کے اہم منافع ایک ہی مرتبہ اور ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جاتے ہیں - ان دماغوں کو یہ یقین نہیں آتا کہ ایک ابدی نگرانی و احتیاط ہی آزادی کی قیمت ہے - یہ طفلانہ دماغ ہیں - ان سے ہم سب کو محفوظ رکھنے کے واسطے ضرورت ہے مرد عورتوں کے ایک ایسے مستعد اور عقل سے مسلح گروہ کی جو نئے پیدا ہونے والے جابروں کا کھوج لگائے اور ان کو قوت بڑھانے سے پیشتر کچل ڈالے

بوڑھے لوگ تباہی و بربادی کی صحیح پیشین گوئی کرنے میں حیرتناک حد تک

مشہور ہیں - لیکن یہ کام کوئی قابل نفرت کام نہیں کیونکہ تباہی ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے - کامیابی کی طرف جانے والا ہر ایک راستہ اپنے دونوں طرف گہری خندقیں رکھتا ہے - ہر ایک بے لگام امید پرست انسان کو اپنی کامیابی کی خاطر یہ ضروری ہے کہ ناکامیوں اور بربادیوں کی پیشین گوئی کرنے والا ایک بہترین مشیر اپنے ساتھ رکھے اور انسانوں اور اُن کے معاملات کے بارے میں اس کی روزانہ کی اطلاعات کو بغور مطالعہ کرتا رہے - اُس کو بہترین چیز کے حصول کے لئے منصوبے بنانے سے پیشتر ہر چیز کے بدترین پہلو کا جاننا ضروری ہے - وہ جہاز راں بھلا کس کام کا ہو سکتا ہے جو اپنے سر پر چھائے ہوئے خوبصورت سفید بادلوں کو دیکھ کر راستہ متعین کرتا ہے لیکن سمندر میں چھپی ہوئی چٹانوں کو نظر انداز کر دیتا ہے - زندگی میں اگر کوئی اس قسم کا شخص آپ کو نظر آتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ ضرور ایک ایسا سادہ لوح انسان ہے جس کو کسی چالاک جاہ و قوت کے متلاشی نے چیزوں کے صرف روشن پہلو کو دیکھنا ہی سکھلایا ہے - یہ نادان قوم کے جہاز کو کسی چٹان سے ضرور ٹکرا دے گا

انسانوں کی ہر وہ سوسائٹی جو اپنی زیب و زینت پر بہت وقت خرچ کرتی ہے اور اپنی خوبصورتی و نفاست پر نازاں ہو کر اس کی نمائش داد حاصل کرنے کے لئے کرتی ہے جابروں اور سطوت و قوت کے دیوانوں کے لئے بہترین شکار گاہ ہے - سیر صفت انسان ہمیشہ اچھی طرح سے یہ جانتا ہے کہ احمقوں کی جھوٹی تعریف کر کے کس طرح ان کو اپنی صف میں لایا جاتا ہے - ایک چیں چیں کرنے والے چوہے کو یہ یقین دلا دیجئے کہ وہ ایک گرجتا ہوا شیر ہے تو یہ گرجتا ہوا شیر فوراً ہی آپ کے قدموں پر اپنی ناک رگڑنے لگے گا اور آپ کا غلام بن جائے گا - یہ سب کچھ ایک پرانا راز ہے اس لئے بوڑھے لوگ اسے اچھی طرح جانتے ہیں - نوجوانوں کو یہ

راز خود جاننے کے لئے خون کی ندی پار کرنی پڑے گی

گزشتہ چند سال کے درمیان سیکڑوں قسم کے جابروں کا خطرہ ہمارے سامنے آچکا ہے۔ ان میں سے بیشتر وہی قدیم قسم کے شیطان تھے، کیونکہ شیطنت زمانہ کے ساتھ ساتھ بہت کم بدلتی ہے۔ آج سے ۵ صدی بعد بھی دُنیا کے لوگ اسی طرح ہٹلروں سے جنگ کرتے نظر آئیں گے۔ امن کے پرستار اس قسم کے عفریتوں کو پیدا ہونے سے روک نہیں سکتے اور ایک بار پیدا ہو کر یہ ہم سب کیلئے خطرہ بن جاتے ہیں۔ تو کیا ہم مایوس ہو کر بیٹھ جائیں؟ ——— ہرگز نہیں۔ ہم کو ضروری ہے کہ ان آدم خوروں کو قابو میں رکھنے کے لئے بہت جلد اور بہتر طور پر انتظامات کریں۔ ان کو تلاش کریں اور فنا کر دیں۔ ان کو کبھی خوش کرنے کی کوشش اور ان کی خواہشات کو پورا ہونے کا موقع نہ دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ اچھے انسان نہیں بلکہ کالے ناگ ہیں۔ کوڑھ کے جراثیم ہیں۔ سرطان کے کیڑے ہیں۔ ہمیں موت کی قوتوں سے جنگ درپیش ہے۔ کیا ہم برادرانہ محبت سے موت کا سرد رخسار چوم سکتے ہیں؟

اس لئے فوراً کام میں لگ جانے کی ضرورت ہے۔ آپ سیکڑوں ۵۵ سالہ انسان جو کاروباری جد و جہد کو چھوڑ چکے ہیں آخر اب کیا کر رہے ہیں؟ ہر ایک جماعت اپنے کارکن رکھتی ہے جو رات دن اس کے مقصد کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ قانون سازوں کو خرید رہے ہیں۔ ووٹ دینے والوں کو ڈرا دھمکا رہے ہیں اور ہم سب کو اس جماعت کی خوبیوں کے افسانے سنا سنا کر بیوقوف بنا رہے ہیں۔ شاید ان میں سے کچھ لوگ کسی قابل ثابت ہوں۔ شاید ان میں سے باقی لوگ باطن میں ظاہر سے بھی زیادہ شیطان ہوں ——— کون ہے جو جانتا ہے؟ ——— یقیناً ہم میں سے بہت کم ——— لہٰذا بوڑھے شہریوں کا یہ فرض ہو جاتا

ہے کہ وہ ان میں سے ہر ایک پر نظر رکھیں - جب کبھی کوئی چیز پیدا ہو اسے وسیع طور پر مشتہر کر دیں اور ہر شخص کو مناسب احتیاط سکھلائیں - ان کو لازم ہے کہ سیاسیات کی دنیا میں داخل ہوں اور اس بات کی نگرانی رکھیں کہ نوخیز ہٹلر اور نوخیز مسولینی تو پیدا نہیں ہو رہے ہیں - سیاست میں پورے وقت کام کرنا یقیناً بہت محنت طلب ہے اور بوڑھے لوگوں کے لئے مناسب نہیں لیکن خوش قسمتی ہے کہ جزوی وقت کام کرنے سے بھی مقصد پورا ہو سکتا ہے - بہر صورت آپ میں سے بہت سے لوگوں کا یہ فرض ہے کہ ایک طویل سانس کھینچ کر اور زہر مار دوا سے غرارے کرنے کے بعد جماعتی تالاب میں بہت گہرا غوطہ ٹھیک اس کے سرچشمہ تک لگائیں کیونکہ حکومت کا سرچشمہ بھی وہی ہے الیکشن میں فتح پانے کے بعد جابر لوگوں کا پردہ فاش کرنے سے کچھ بھی فایدہ نہ ہوگا - آپ کو ان کی گرفت اس وقت کرنا چاہئے جبکہ وہ اقتدار حاصل کر رہے ہیں اور جو خراب کام وہ کر چکے ہیں اس کو درست کرنے کی کوشش کرنا چاہئے

ملک و قوم کو آزاد رکھنے کی اس لامتناہی جنگ میں آپ میں سے ہر ایک بوڑھا مرد و عورت ایک مقام حاصل کر سکتا ہے - جمہوریت کی زبردست و برتر قوت کا اندازہ اب جمہوریت کے ہر ایک کند ذہن دشمن تک کو ہو چکا ہے اور اس لئے اب ہم کو خطرہ پوشیدہ و زیر زمین دوز حملہ سے ہے - قسطائی بھیڑئے بھیڑوں کا لباس پہن کر قوت و اقتدار کا شکار کرنا چاہتے ہیں - قوت و اقتدار کا ہر ایک دیوانہ رات بھر جاگ کر یہ منصوبے بناتا رہتا ہے کہ کس طرح فریب کے ذریعہ ہم سے قوت حاصل کرے - یقین رکھئے کہ آیندہ چند سال کی مدت میں تمام پرانے و فرسودہ فریب پھر ایک بار صیقل کئے جائیں گے اور ہم پھر آزمائے جائیں گے اگر یہ فریب ناکام ہوئے تو دنیا کے لئے دوسرے نئے فریب بنائے جائینگے

نئے نئے نعرے لگائے جائیں گے۔ نئے نئے مسایل طیار کئے جائیں گے اور ہماری شرافت یا ہماری نیا نفسی یا پھر ہماری حماقت سے نئے نئے طریقوں پر فایدہ اُٹھانے کی کوشش کی جائے گی۔ آپ بوڑھے تجربہ کار اور دانشمند بوڑھے انسانوں کو ان تمام خطرات کا سدباب کرنا ہے جو پوری نسل انسانی کو گندے گوشت کا ایک لوتھڑا بنا سکتے ہیں ——————— آپ نے ۵۵ سال تک زندگی کے ہر شعبے میں جابروں اور اقتدار کے دیوانوں کو اچھی طرح دیکھا ہے اور اُن کے تمام طریقوں کو سمجھ لیا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ نے جو کچھ اتنے مصائب اُٹھا کر تجربے کی دُنیا سے سیکھا ہے وہ موجودہ اور آیندہ نسل انسانی کو آپ کے ذریعہ حاصل ہو جائے۔ ہر آنے والی نسل اُس جگہ سے کام شروع کرتی ہے، جہاں تک گزرنے والی نسل پہونچ چکی تھی۔ انسان منزل مقصود پر اسی طرح پہونچ سکتا ہے۔ اگر ہر آنے والی نسل کو پھر شروع سے کام کرنا پڑے تو ترقی معلوم !!

نگارستان

حضرت نیاز کے بہترین ادبی مقالات اور افسانوں کا مجموعہ نگارستان نے ملک میں جو درجۂ قبول حاصل کیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے متعدد مضامین غیر زبانوں میں منتقل کئے گئے۔ اس اڈیشن میں متعدد افسانے اور ادبی مقالات ایسے اضافہ کئے گئے ہیں، جو پچھلے اڈیشنوں میں نہ تھے اس لئے ضخامت بھی زیادہ ہے

قیمت چار روپیہ (للعہ ر) علاوہ محصول - منیجر نگار لکھنؤ

منزلِ مقصود کی طیاریاں

عمر کی شاہراہ پر "۵۰ برس" کے سنگ میل کے بعد زندگی کے بہترین سال شروع ہوتے ہیں۔ یہ "بہترین سال" اور زندگی کی یہ "جنت موعودہ" مختلف طور پر گزشتہ ابواب میں آپ کی نگاہوں کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اس کی مسرت انگیزی اور حسن و جمال کے نغمے سابق سطور میں طرح طرح سے ہم نے گائے ہیں اور شاید ان نغموں کو بار بار اس قدر دہرایا ہے اور اتنی اونچی آواز میں گایا ہے کہ ممکن ہے آپ کو ناگوار ہوا ہو۔ لیکن یاد رکھیئے کہ "۵۰ برس" کے سنگ میل کے بعد فوراً ہی یہ فردوسی دنیا شروع نہیں ہو جاتی۔ آپ اس وقت جہاں کھڑے ہیں اس مقام کے اور اس موعودہ فردوس کے درمیان ایک بہت بڑی دلدل حایل ہے زمانۂ پیری کے بہترین حصے تک پہونچنے سے کچھ پہلے آپ کو ایک خطرناک مختصر سی مدت کو پار کرنا پڑے گا۔ جب انسان اپنی پچاسویں سالگرہ سے آگے بڑھتا ہے تو یہ خطرناک دلدلی زمانہ شروع ہوتا ہے۔ تقریباً دو سو سال تک اسی تاریک و دشوار گزار دلدلی منزل پر چلنا پڑتا ہے تب کہیں جاکر "زریں پیری" کی جنت کے حدود تک رسائی ہوتی ہے۔ اگر آپ نے اس درمیانی دلدل کو عبور کرنے کی مناسب طیاری نہ کی تو لاکھوں بوڑھے انسانوں کی طرح آپ بھی اضمحلال و مایوسی کی اس تاریک دلدل میں پھنس کر رہ جائیں گے اور آخری بہترین دور زندگی کے دور

فاصلہ پر چمکتے ہوئے ساحل تک آپ کبھی نہ پہونچ سکیں گے۔ اس دلدل پر کوئی پل نہیں ہے اور اسی میں سے ہوکر گزرنا ہے۔ اس لئے ہر قسم کی طیاری بالکل ناگزیر ہے

مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ معاشی وکاروباری زندگی کو ترک کرنے کے بعد پہلے دو سال انسان کے لئے بڑے دشوار اور خطرناک ہیں۔ آپ کو معلوم ہی کہ ہر ایک عادت کو توڑنے سے انسان کو ایک جھٹکہ سا لگتا ہے اور یہ عادت جسقدر پُرانی ہوتی ہے اتنا ہی یہ جھٹکہ زوردار ہوتا ہے۔ معاشی جد وجہد کی زندگی کو ترک کرنے پر ایک ۵۰ سالہ انسان کو اس قسم کے جھٹکے کھانے پڑتے ہیں۔ اُسے اپنی بہت سی زندگی بھر کی پُرانی عادتوں کو توڑنا پڑتا ہے اور اس لئے ابتدائی دو سال تک اس کی زندگی مسلسل و متعدد زوردار جھٹکوں میں گزرتی ہے۔ بیشمار کمزور فطرت لوگ ان کو برداشت نہیں کرسکتے اور اس لئے زریں زمانہ پیری تک پہونچنے سے پہلے ہی مایوسی و اضمحلال کے ماحول میں شیشے کی طرح چور چور ہو جاتے ہیں

اس دلدلی اور دشوار منزل کو کامیابی سے عبور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ سفر کے اس خطرناک حصے کے لئے اپنی تمام طیاریوں کا جایزہ لیں اور روانہ ہونے سے بیشتر خود کو اچھی طرح دیکھ بھال لیں۔ اس طرح اس منزل کو پار کرنے کا راز خود اپنا جایزہ لینے میں پوشیدہ ہے۔ اگر آپ نے صحیح طریقہ پر اپنا اچھی طرح معائنہ کرکے ضروری باتیں معلوم کرلیں اور ان پر عمل کیا تو یقیناً آپ ان دو سال کے دلدلی زمانہ کو حسن و خوبی سے عبور کرکے پیری کے زریں حصہ تک پہونچ جائینگے

معاشی وکاروباری زندگی کو ترک کرنے کے بعد پہلے ہی دن آپ مندرجہ ذیل فہرست کو کسی نمایاں مقام پر اپنے کمرے میں آویزاں کرلیں۔ اس کو مہینہ میں کم از کم ایک بار پوری طرح پڑھیں اور اس کی روشنی میں مہینے بھر تک اپنا

تھوڑا تھوڑا جائزہ روزانہ لیتے رہیں - یہ فہرست ملاحظہ کیجئے ۔ جن باتوں کی طرف اس میں اشارہ کیا گیا ہے ۔ اُن کی بابت خود اپنے دل سے سوال کیجئے اور خود اپنی فطرت میں تلاش کیجئے ۔ آپ کو مندرجۂ ذیل فہرست کے سوالوں کا جواب اپنے متعلق مل جائے گا :

(۱) جب لوگ آپ سے کچھ کام کرنے کو کہتے ہیں تو خواہ وہ کام کتنے ہی معمولی و آسان کیوں نہ ہوں کیا آپ کو غصہ معلوم ہوتا ہے ؟

(۲) کیا آپ معمولی معمولی چیزوں کے بارے میں پہلے سے زیادہ شکایات کرنے لگے ہیں ؟

(۳) کیا آپ ایک زیادہ پُر اطمینان اور آسان تر زندگی کی تمنا میں ٹھنڈی سانسیں زیادہ لیتے ہیں ؟

(۴) کیا آپ ہر چیز کے بارے میں حد سے زیادہ مطمئن ہوتے اور حد سے زیادہ دلجمعی کا احساس کرتے ہیں ؟

(۵) کیا آپ خطرات سے گریز کرتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں ؟

(۶) کیا آپ اپنی ہر ایک عادت اور معمولی طور و طریقہ تک کو بدلنا دشوار محسوس کرتے ہیں ؟

(۷) کیا آپ اپنے ذاتی تجربات پر بہت بڑا اعتماد کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کی رائے کو تحقیر سے دیکھتے ہیں ؟

(۸) جب آپ تنہا ہوں تو کیا خود آپ اپنی مرضی سے کسی کام کو شروع کر دینا آپ کو دشوار معلوم ہوتا ہے ؟

(۹) کیا آپ کو پیشتر کی بہ نسبت اب لوگوں کے ذاتی معاملات پر گپ شپ کرنے میں زیادہ دلچسپی محسوس ہوتی ہے ؟

(۱۰) کیا آپ نوجوان لوگوں پر بہت زیادہ تنقید کرتے ہیں ؟
(۱۱) کیا آپ کو اپنے اندر جوش اور سرگرمی کے جذبے کی کمی معلوم ہوتی ہے ؟
(۱۲) کیا آپ کو ایسے حالات تک میں بھی کوئی سنسنی اور ہیجان محسوس نہیں ہوتا جو آپ کے اردگرد کے لوگوں کو متاثر کر رہے ہیں ؟
(۱۳) کیا آپ کو یہ احساس ہے کہ آپ پہلے کی بہ نسبت لوگوں سے سلسلۂ کلام شروع کرنے میں سبقت کم کرتے ہیں اور کام کرنے کے طریقوں کو پہلے سے کم شوق کے ساتھ تجویز کرتے ہیں ؟
(۱۴) کیا آپ خود اپنے ہم عمر ساتھیوں کو ترجیح دیتے ہیں ؟
(۱۵) کیا آپ اپنے متعلق ہر تنقید پر بہت بُرا مانتے ہیں ؟
(۱۶) کیا آپ اکثر اور معمولی معاملات پر خوف و پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں ؟
(۱۷) کیا آپ معمولی معمولی باتوں پر بہت گڑبڑ مچاتے ہیں ؟
(۱۸) کیا آپ خود کو بہت بوڑھا سمجھ کر کاموں سے دست بردار ہو جاتے ہیں ؟
(۱۹) کیا آپ اجنبی لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتے ہیں ؟
(۲۰) کیا آپ کو اکثر یہ احساس ہوتا ہے کہ مستقبل میں اب آپ کے لئے کوئی امید نہیں رہی ؟
(۲۱) کیا آپ خود اپنے اوپر رحم کھانے کے عادی ہو گئے ہیں ؟

اس فہرست میں بیان کی ہوئی اگر کچھ خصوصیات آپ کو اپنے اندر ملتی ہیں تو گھبرایئے نہیں۔ ان میں بہت سی خصوصیات ایسی ہیں جو نوجوانوں اور وسط عمر کے لوگوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس فہرست کی جو خصوصیات آپ کے اندر موجود ہیں آپ اپنے فعل و عمل میں ان کا اظہار گزشتہ دس برس کی بہ نسبت آجکل زیادہ تو نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے

تو اپنے ہر قدم کو احتیاط سے اُٹھائیے کیونکہ ان خصوصیات کا پہلے کی بہ نسبت اب زیادہ ظاہر ہونا علامت ہے اس امر کی کہ آپ مکروہ بوڑھاپے کی طرف جا رہے ہیں۔ فوراً خبردار ہو جائیے اور بوڑھاپے کے دیو سے بچنے کی کوشش کیجئے،

ممکن ہے کہ مندرجہ بالا سوالات کا جواب تلاش کرنے میں آپ کو کچھ دشواری ہو۔ اس لئے ان کے بعد ایک بہت آسان سوال ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جس کا جواب آپ خوش قسمتی سے بالکل ٹھیک طور پر معلوم کر سکتے ہیں سوال یہ ہے :۔

کیا آپ پہلے کی بہ نسبت اب زیادہ کھانے پینے لگے ہیں ؟

آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ مندرجہ سابقہ فہرست میں جن انسانی عیوب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اُن میں سے بہت سے عیب انسان کو حد سے زیادہ کھانے پینے کی عادت پر مجبور کرتے ہیں۔ خصوصاً وہ نقائص جن کا تذکرہ سوال نمبر (۶) (۸) - (۱۱) - (۱۸) اور (۲۰) میں کیا گیا ہے نیز کاہلی اور دلچسپ شغل کی عدم موجودگی سے انسان ضرورت سے زیادہ کھانے پینے کے مرض میں مبتلا ہو جاتا مردوں سے زیادہ عورتیں اس معاملہ میں خراب ہیں۔ بہرحال بسیار خوری اور ضرورت سے زیادہ کھانے کا عیب دونوں جنس کے انسانوں میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے آپ اپنے دسترخوان پہ رکھی ہوئی ہر ایک پلیٹ کو ایک عتاب کی نظر اور ایک ولی کامل کے ضمیر سے دیکھئے

آیئے اب ایک سرسری نظر ان مصائب اور نقائص پر ڈالیں جو سابقہ فہرست میں پیش کئے گئے ہیں۔ فہرست کے ابتدائی ۵ سوالات اور ان کے بعد آٹھویں۔ سولھویں اور سترھویں سوال پر غور کیجئے۔ یہ تمام برہمی و غصہ کی کیفیات۔ شکایات۔ کام سے بیزاری۔ خوف و پریشانی وغیرہ سب کچھ محض

اس چیز کا نتیجہ ہیں کہ آپ جس کام کو کرنے چلے ہیں وہ آپ کی قوت سے زیادہ ہے اس کام کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ اس کے چھوٹے چھوٹے حصّے کر کے مختلف اوقات پر تقسیم کر دیجئے۔ اور اگر کسی طرح بھی آپ کی قوت کے لئے یہ کام مناسب نہیں تو غصہ وغیرہ و شکایات وغیرہ کے بجائے صاف طور پر اپنی معذوری کا اظہار کر دیجئے۔ پانی اگر چڑھائی کی طرف نہیں بہہ سکتا تو کیا یہ اس کی بے عزتی ہے؟

معمولی معمولی باتوں کے بارے میں شکایات کرنے کا نقص بھی اسی طرح پیدا ہونا شروع ہوتا ہے۔ آپ چھوٹے چھوٹے بہت زیادہ کام صبح سے شام تک کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ سب ملکر شام تک آپ کی قوت پر ایک ناقابل برداشت بوجھ بن جاتے ہیں

سوال نمبر ۹ پر غور کیجئے اور اس سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جیے۔ ذاتی معاملات پر گفتگو کرنے کا شوق بوڑھاپے میں ایک قدرتی چیز ہے اور اس میں بذات خود کوئی بُرائی نہیں۔ اچھا یا بُرا بنانے والی چیز یہ ہے کہ آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں اور پھر اس کو کس کام میں لاتے ہیں۔ پڑوسیوں کے متعلق ناکارہ و بے مصرف قسم کی گپ شپ بُری ہے۔ ان کے عیوب اور بدنامی کے قصوں کو دہرانا اس سے بھی بُرا ہے

کیا آپ کو کبھی چیزوں اور ناموں کو بھول جانے پر اپنی قوت حافظہ اور اور یادداشت کی کمزوری کا احساس ہوتا ہے اور اس احساس کے ساتھ یہ مایوس کن خیال کہ "میں اب بوڑھا ہو رہا ہوں۔ میرا دماغ جواب دے رہا ہے"۔ اگر آپ کو یہ خیال آتا ہے تو اسے دماغ سے نکال دیجئے۔ یہ ناواقفیت کی پیداوار ہے۔ چیزوں کو یاد رکھنے میں اگر آپ کو دشواری ہوتی ہے تو یہ کوئی مایوس کن بات نہیں۔ ساٹھویں سالگرہ کے بعد یہ بات بالکل

فطری ہے اور ناگزیر بھی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کا دماغ جواب دیرہا ہے۔ جو لوگ نصف صدی تک زندگی بسر کر چکے ہیں ان کو تجربات کی لاتعداد قسموں سے سابقہ پڑ چکا ہے اس لئے بوڑھاپے میں ہر نئے تجربے میں انکو پہلی جیسی اہمیت محسوس نہیں ہوتی اور اس لئے وہ آسانی سے حافظہ سے نکل جاتا ہے

مندرجہ بالا قانون جس طرح قوت حافظہ پر حاوی ہے اسی طرح قوت فیصلہ پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ جو شخص اپنی زندگی میں سو مرتبہ درختوں پر بجلی کو گرتے دیکھ چکا ہے وہ اب ایک بار اور اگر بجلی کو گرتے دیکھتا ہے تو کسی بھی تعجب کا اظہار نہ کرے گا۔ بعد کے تجربے قبل کے تجربوں میں اضافہ نہیں کرتے بلکہ ان کی صرف تصدیق کرتے ہیں۔ اس لئے وہ کسی قسم کے نئے خیالات پیدا نہیں کرتے۔

آپ کی معلومات جس قدر بڑھتی ہے اتنی ہی تعداد اُن چیزوں کی بڑھتی جاتی ہے جن کو آپ نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ ان میں آپ کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ ہر چیز صرف ایک بچّہ کے جذبات کو ہیجان میں لاسکتی ہے۔ غذا سے بھرا ہوا پیٹ کھانے کی لالچ نہیں کرتا۔ تجربات سے معمور دماغ بیشتر چیزوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ دُنیا کے بارے میں آپ کا علم جس قدر کم ہوگا اتنی ہی زیادہ باتیں آپ کو اس میں نظر آئیں گی

۵۰ سال کی عمر کے بعد ایک اور بہت بڑا عیب پیدا ہوتا ہے، یہ احساس کمتری ہے۔ یہ احساس کمتری ۵۰ سالہ لوگوں میں اس شکل میں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مختلف کھیلوں۔ پارٹیوں اور دلچسپی کے مجموعوں میں صرف اس خیال سے شریک نہیں ہوتے کہ جن نوجوان لوگوں سے ان کو وہاں ملنا پڑے گا اُن سے یہ خود کو کم رتبہ سمجھتے ہیں۔ اس حماقت سے آپ خود کو اولین فرصت میں نجات

دلائے ورنہ یہ آپ کی ذہنیت کو مسموم کردے گی اور آپ کو اپنی "زریں پیری" سے حظ اندوز نہ ہونے دے گی - یہ احساس فلسفۂ مسابقت کی پیداوار ہے

اس احساس کمتری سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ فلسفۂ مسابقت کو فراموش کردیں - اس طرح آپ ورزش کھیلوں کے میدانوں میں اپنے نوعمر دوستوں سے بے تکلف لطف اندوز ہوسکیں گے

اس باب کو ختم کرنے سے پیشتر ایک دو اور اہم نکات پر روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے - ان میں سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ زندگی کو کسی ایک مرکز پر حد سے زیادہ مرکوز نہ ہونا چاہئے - سیدھے الفاظ میں اس کو یوں سمجھئے کہ زندگی کے کسی ایک شخص یا ایک چیز کے لئے بیحد دلچسپی رکھنا ایک خطرناک بات ہے - دنیا میں ہزاروں خوش آیند چیزیں ہیں جن میں سے ہر ایک پر انسان کی تمام تر دلچسپی انتہائی کیفیت تک مرکوز ہو جاتی ہے مثلاً :- سیاست - دولت - اقتدار - کوئی کھیل - قدیم گھر - تمباکو - شراب - سنیما - موسیقی - مذہب - محبوب یا محبوبہ وغیرہ وغیرہ - ان میں سے کسی ایک یا اسی جیسی کسی ایک چیز کے واسطے انسان کی تمام توجہ و دلچسپی وقف ہو کر رہ جاتی ہے - لیکن کوئی چیز ہمیشہ وہی چیز نہیں رہ سکتی - انقلاب آتے ہیں - تبدیلیاں ہوتی ہیں - چیزیں فنا ہو جاتی ہیں - کم ہو جاتی ہیں خلاف ہو جاتی ہیں - اس حالت میں جب یہ "مرکزی محبوب چیز" انسان سے دور یا انسان کے لئے تبدیل ہوتی ہے تو گویا اس کی ساری زندگی پر ضرب لگتی ہے جس کا نتیجہ ہوتا ہے قتل - خودکشی - ڈکیتی - گناہ - مرگ ناگہاں - ابدی ماتم وغیرہ وغیرہ اس قسم کی ایک ہی چیز پر زندگی کی تمام دلچسپی رکھنے والے لوگ بیشتر ایک راستہ والا دماغ ہو کر رہ جاتے ہیں - یہ راستہ کہیں نہ کہیں ختم ہو ہی جاتا ہے - اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو بھی ختم ہونا پڑتا ہے خواہ وہ ختم ہونا جینے کے لئے مر جانے کی شکل میں ہو

یا مرنے کے لئے بچے جانے کی صورت میں!!۔۔۔ اس قسم کی دلچسپی کے خطرے سے بوڑھے لوگوں کو بچانا بہت مشکل ہے اور اس سے بچنا خود بوڑھے لوگوں کی کوشش پر منحصر ہے۔ البتہ نوجوانوں کو اس بلا سے محفوظ رکھنے کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اُن کے لئے تعلیم و تربیت کے طریقے ایسے ہونے چاہئیں کہ ان کو صرف ایک ہی چیز میں حد سے زیادہ دلچسپی محسوس کرنے کی عادت نہ پڑے بلکہ قومی دلچسپی کے کئی مرکز اُن کو مل جائیں

دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اگر آپ کو پختہ عمر یا بوڑھاپے میں نئی نئی باتیں کو سیکھنے اور سمجھنے میں جلدی سے کامیابی نہیں ہوتی تو آپ اس غلط کہاوت پر یقین نہ کر بیٹھئے کہ بوڑھے طوطے نہیں پڑھ سکتے۔ تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ تیز سیکھنے والا انسان اور دیر میں سیکھنے والا انسان اگر ایک ہی علم کو ایک ساتھ شروع کریں اور ایک ہی مدت تک پڑھتے رہیں تو اس مدت کے آخر میں دیر میں سیکھنے والا شخص زیادہ کامیاب ثابت ہوگا۔ تیز سیکھنے والا انسان سیکھتا تو بہت کچھ ہے لیکن سیکھنے کے بعد اتنی زیادہ باتیں یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس حقیقت کے مدنظر اپنی سست رفتار پر شرمندہ و متاسف نہ ہوجیئے اور خرگوش اور کچھوے کی دوڑ کی کہانی یاد رکھئے۔ بلکہ مناسب تو یہ ہے کہ کسی کام کو سیکھنے میں کبھی تیزی دکھانے کی کوشش نہ کیجئے

مذہب

حضرت نیاز کا وہ معرکۃ الآرا مقالہ جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ مذہب کی کیا حقیقت ہے اور دنیا میں کیونکر رائج ہوا۔ اس کے مطالعہ کے بعد انسان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ مذہب کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول۔ منیجر نگار

آخری لفظ

اس کتاب کے اولین باب سے ایٹمی زمانہ کا جو پیغام آپ کو سنایا جا رہا تھا اب اس کا آخری لفظ سنئے :-

گزشتہ زمانوں کے کسی نوجوان کے روبرو بھی اس قدر روشن مستقبل نہیں تھا جیسا کہ اب آپ کے سامنے ہے ---- صرف آپ کی زندگی میں دُنیا اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ گزشتہ لاکھوں برس میں نہ کر سکی تھی۔ اس انقلاب کا نقطۂ عروج ایٹم کو توڑنا ہے ۔ اب یہ آپ کا فرض ہے کہ اس نقطۂ عروج سے دُنیا کو پستی کی طرف گرنے سے بچائیں

یہ "غیر معمولی انسان" کی صدی ہے۔ صحت ۔ دولت ۔ فرصت ۔ آسانی ۔ ہنر ۔ علم وغیرہ کے ایسے مواقع روزانہ پیدا ہو رہے ہیں جن کا تصور بھی ایٹمی زمانہ سے قبل کے انسان کو نہ ہو سکتا تھا ۔ اپنی معاشی جد و جہد سے ریٹائر ہونے کے بعد آپ اس عجیب اور سنسنی خیز دنیا میں رہنے جا رہے ہیں اور آپ کو خود اپنی ذات ۔ اپنی دلچسپیوں ۔ ہنر مندیوں اور عادتوں کے متعلق وہ معلومات حاصل ہیں جو بالکل نئی ہیں ۔ کامیابی آپ کی منتظر ہے

ہر ایک کتاب محض اُن الفاظ کا مجموعہ ہے جو مصنف اپنے خیالات کو ادا کرنے کے لئے ایک جگہ جمع کر دیتا ہے ۔ آج تک کسی کتاب نے بھی کسی انسان

سے کوئی کام خود بخود نہیں کرا دیا - یہ کتاب بھی اس قدیم دستور کو توڑ نہیں سکتی اگر کوئی کام ہو سکتا ہے تو صرف اسی وقت جبکہ آپ اُسے کریں

کسی زمانہ میں تھیٹر کا ایک بہت بڑا مسخرہ تھا - اس نے دُنیا کے ایک بڑے شہر میں ہزاروں انسانوں کو اپنی مسخری باتوں سے لبھا کر اپنا گرویدہ بنا لیا تھا - آخر کار ایک بڑی دولت جمع کرنے کے بعد وہ اس کام سے دست بردار ہو گیا ریٹائر ہونے کے بعد ایک سال ہی میں فرصت و بے عملی زندگی نے اُسے پہلے بےچین - پھر بدمزہ اور آخر میں مغموم و مایوس بنا دیا - اُس نے ایک مدت تک ہزاروں انسانوں کو روزانہ ہنسایا تھا لیکن اب وہ خود ہنسنا بھول گیا - دوستوں نے اُسے ہنسانے کی کوششیں کیں لیکن بے سود - ادھر اسکے دوست اس کو ہنسانے کے منصوبے کر رہے تھے لیکن اُدھر یہ قدیم مسخرہ سڑکوں پر آوارہ گھوم رہا تھا - ناگہاں وہ اس تھیٹر کے دروازے پر پہونچا جہاں اُس نے کبھی برسوں تک ہنسانے کا کھیل کھیلا تھا - اس نے ٹکٹ خریدا اور اندر پہونچ گیا

تھیٹر کا تماشا ختم ہو گیا - ہال خالی ہو گیا - لیکن وہ مسخرہ ابھی تک وہاں تنہا بیٹھا تھا - تھیٹر کے دربان اُس کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ہنستے ہنستے بے قابو ہوا جا رہا تھا اور آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے - لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تماشے کے کونسے ایکٹر نے اس کو اس قدر ہنسنے پر متاثر کیا ہے بوڑھے مسخرے نے بمشکل ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے کہا - "جب تک آپ اس دُنیا سے باہر نہ نکل جائیں اس وقت تک یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ یہ دنیا کس قدر عجیب اور مسخری ہے - میں ان تماشائیوں پر ہنس رہا تھا جو تھیٹر کے اُن مسخرے ایکٹروں پر ہنس رہے تھے"

اس کے بعد اُسے ہنسنا آ گیا - اور وہ ہنستے ہنستے ہی مرا

اس قیمتی کہانی میں چھپی ہوئی حقیقت پر غور فرمایئے - کرکٹ - ہاکی یا فٹ بال کا ایک میچ اس کے کھیلنے والوں کے لئے کچھ اور چیز ہے اور دیکھنے والوں کے لئے کچھ اور - یہی میچ ریڈیو پر اس کے حالات سننے والوں کے واسطے کچھ اور ہے اور مقامی اخبار کے اڈیٹر کے لئے کچھ اور - زندگی بھی اسی طرح ایک کھیل ہے اور مختلف لوگوں کے لئے اس کی شکل مختلف ہے - اس کی سب سے زیادہ عجیب و مختلف شکل اُن لوگوں کے سامنے آتی ہے جو اس کھیل کو چھوڑ کر ریٹائر ہو گئے ہیں اور پیچھے مڑ کر اس کو دیکھتے ہیں - دُنیا کس قدر عجیب ہے اس کا اندازہ سب سے زیادہ وہی بوڑھے لوگ کر سکتے ہیں جو دُنیا کی معاشی جدوجہد کو چھوڑ کر اس پر نظر کرتے ہیں - ان لوگوں کو حواس خمسہ کے علاوہ ایک اور قوت ایسی مل جاتی ہے جس کا کوئی نام نہیں لیکن جو چیزوں کو اس طرح دیکھتی ہے کہ حواس خمسہ نہیں دیکھ سکتے - اُن کو ایک نئی ذہنیت مل جاتی ہے

یہ عجیب و غریب قوت و ذہنیت یقیناً سب بوڑھے لوگوں کو نہیں مل سکتی جن لوگوں کو سوچنے میں لطف آتا ہے وہی یہ انعام پا سکتے ہیں - اسی وجہ سے فلاسفر اور سائنسداں اپنے آخری دور زندگی کو زیادہ مسرت انگیز پاتے ہیں - ان کی نگاہوں کے سامنے دُنیا کے اب تک چھپے ہوئے گوشوں سے پردے اُٹھتے ہیں - ہر پُرانی اور دیکھی بھالی چیز میں ان کی نظر نئے معنی - نئی دلچسپی اور نئے امکانات پاتی ہے - ہم آپ اور سب لوگ زندگی بھر چاند کا صرف ایک یعنی روشن پہلو دیکھ سکتے ہیں - اور اس کو دیکھ کر یہ یقین کرتے ہیں کہ پورا چاند ویران ہے - لیکن اگر کبھی ہوائی جہاز ایسا ہو کہ ہمیں اُڑا کر چاند کی دوسری طرف یعنی تاریک رُخ پر لیجائے اور ہم یہ دیکھیں کہ وہاں ہماری امید کے خلاف بڑے بڑے شہروں کی پوری ایک نئی اور حسین دُنیا آباد ہے تو ہماری کیا

کیفیت ہوگی ؟ ــــ تقریباً ایسی ہی کیفیت ان بوڑھے لوگوں کی ہوتی ہے جن کی فکر پسند طبیعت پیری میں ان کے سامنے دُنیا کا ایک نیا رخ بے نقاب کرتی ہے

کیا آپ زندگی کے اس نئے تجربے کی مسرت - لذت - حیرت اور عظمت سے بہرہ ور ہونا نہیں چاہتے ؟

یہی انجیمی زمانے کے پیغام کا آخری لفظ ہے

سنا آپ نے اس کو ؟ ــــ اب آپ اسی کو سوچتے جایئے اور شاہراہ حیات پر چلتے رہئے

بہت دور جانا ہے آپ کو - قدم بڑھایئے - خدا حافظ - !

مکتوبات نیاز

تین حصوں میں

اڈیٹر نگار کے تمام وہ خطوط جو جذبات نگاری، سلاست بیان رنگینی اور البیلے پن کے لحاظ سے فنِ انشا میں بالکل نئی چیز ہیں اور جن کے سامنے خطوط غالب بھی پھیکے معلوم ہوتے ہیں۔

قیمت حصۂ اول و دوم فی حصہ چار روپیہ، حصۂ سوم مع رنگین گردپوش و تصویر حضرت نیاز چار روپیہ علاوہ محصول

منیجر نگار لکھنؤ

Regd. No. A. 466.

مختار پرنٹنگ ورکس ۔ لکھنؤ